

سید زواج نظام الدین احمد المدنی سید فقیر صاحب نعلنا الصدوق حضرت سید شاہ خواجہ سید احمد مدنی
 اکبر صہاری چشتی قدس اللہ اسرارہا خدمت میں ارباب دانش و بنیاد کے غرض بہادر ہو کر اس پر بھی لکھا
 کہ اردو زبان کا رواج سے اکثر کتب علیہ اور تواریخ کے مطالب سے ایسا کتابت و تصانیف
 طبع آزمائی اور تقاضاے دلکشی بہ تکلیف بہ معنی اصدقا و تحریک اجماعی داستان سر ایک حکایت
 عشق و عاشقی کی تحریر پر میرا دل مائل ہوا سبدا ر فیاض سے اس کے حسن اختتام کا سائل ہوں اگر میرا
 سخن کی نظر میں قبول ہو تو ہر باغبانی بہارستان سخن زیب دامن وصول ہو غامکہ کتاب میں احوال
 اپنا کہ ابتدا سے عمر میں حضرت نواب اسد اللہ خان غالب سخنور معید و نظیر کی خدمت میں مستفیض
 رہ کر نظم و شعر پڑھی اور اشعار اردو کا شوق بہم پہنچایا اور غم والا تبار احمد وچ برادر حضرت جناب
 خواجہ محمد بشیر صاحب غموی حقیقی اپنے سے اس فن میں استعارہ کیا بیان کر و نگاہ قصیدہ مدح
 کو جو حضرت پیر و مرشد ہادی برحق اعلیٰ اللہ تعالیٰ شانہ کی مدح میں لکھا ہے تمنا عنوان اس کتاب کا
 قرار دیکر داستان خیال آرا کو شروع کرتا ہوں تو فیق الہی دسار ہو تا آغاز کتاب بحسن انجام دلنوا ہو
 واللہ الموفق و المبین

قصیدہ مصنف در طرح حضرت پیر و مرشد برحق ہادی مطلق شمس الضحیٰ
 بدر الدجی نور الہدی کہف الورا حضرت جناب شاہ قیام اصدق صاحب
 چشتی اعلیٰ اللہ تعالیٰ شانہ و اعلیٰ اللہ در جہم لا زال شمس افاضتہم ستینہ

گیا جو ایک چمن میں سیر کرتا بسان شاہ بدست و شوخ بے پروا بہار داغ دل لالہ ایام نکبت بغل میں سے تھا خوشبو شانہ کا سمن کی فضا ترک استی رت تھی کھلی نہ شرم سے چہرہ ز گس شلا بہار و سیر چمن بجا گئی جو کھوں میں	تو نکبت گل و غنچہ سے لطف خللا دم تھی وہ لکھنؤ ضاعے سیرین صد خندہ گل شور بلب شیدا چنبیلی اور گل شہو شال سیم تنان کہ جس طرح کسی گلہ کا ہونے زیبا مرنے والے درختوں کے میوہ چبت تو بیٹھے بیٹھے غزل لکھی تو اوجھا	نسیم ناز سے چلتی تھی ہر رشتہ و ہا کہ بلب دل نالان پکارا اصل علا عروس باغ تھی سرگرم جلوہ افروزی اشرفی و گل صد برگ زرد شل طلا جو دیکھی شوخی حینان بولی وہا شجر تھے اور چمنستان کے مطنہ ہا غزل
--	--	---

غم فراق سے پہونچا چال زار مرا
تو پڑھ کے دم روم ہر دم دھار دیا
جمال پیکر آیا جو غش کبھی مجھ کو
بلا سے گروہ ستم پیشہ کر باہر جفا
لیے میں بوجہ ہمتے تنھاری زلفوں کے
کہ صبر چلے ہوا دھراؤ میرے حلقہ
مریض عشق کو حاجت ہے نوشادوی
خرید لے تو ابھی صنبل کا سو دا
غزل لکھی تھی یہاں تک سہت مغرب
تو آئی پھر یہ باور خوب مجھ کو ندا
قتیل خنجر ابرو سے مٹاں جہاں
فریب خوردہ دنیا کہ جبکا ہو شیدا
ثبات ہستی ناپائدار اک دم سے
خמוש کیا ہو کہ منہ میں نہیں لایا
گر گجائیو اپنے تئیں تو ان سے
سوا دم و دم چشم حور کر کیا جا

کہ مجھ کو دیکھ سگے یا رونے لگا
وہ نقش ہوں کہ شمس سے میں بگایا
گلاب باغ جناب کے لاہور میں چھڑکا
چھوڑا یا مجھے مر یا کس بہانے
سزا جو چاہو کر دے ہو گئی یہ ہمتے خطا
ہزاروں خون کے دھوکے میں ایفلاک ہے
او کال اپنے دہر کا دے اتر سے عیسا
تنھارے ظلم سے کس رقیب بعد مر
صدرا عمدہ دیکھ کر اک ہوئی پیدا
کہ اسی سیر بلا نقش بوریے الم
خدا ہے روی حسینان شہید بازو او
تو کس خیال میں رہتا ہو رات دن غافل
سوا سے ذات خدا کے واسطے وفنا
بور و کلمہ توحید مع آمنا میں
کہ میں جہاں میں بہت شہنشاہ تھا
لکھا یہ مطلع جہتہ میں نے ازہ شوق

کسی صنم کی جواب دیکھ لون میں لکھا
وہ قطرہ ہوں کہ اگر ہوں فنا تو ہوں دیا
مجھے ہی کیا کہ میں اپنی دنیا در گردن
ترا یہ طرز ستم آسمان پسند آیا
نشہ ہی خوب نگزنا کہ میں ذرا دیکھو
ہوئی نہیں کہ تہ مری آرزو میں دیکھا
میں بہتیا ہوں سے لیجے ایک سو پر
کہا نے لائے کے پیر سخن کو ہر جفا
جو میں خوف گھبرا کے دیکھا سو فلک
غریق ستم غم بدلتا ہے حسن ہوا
ستم رسیدہ گردن جو ہی تراؤ میں
جہاں یہ خواب ہے ہرگز نہیں سے کا تھا
بصدق دل تو یہ کہہ لا الہ الا اللہ
قصیدہ ایک نے طور کا تو کرا
یہ سنے لایا قلم شمع نخل طوبی
کہ ہو قبول بدر گاہ سرور لا

مطلع

شہا ازل سے یہ مرقوم ہر جگہ قضا
سراج نزم یقین نور شمع صدق و صفا
حدیث خاص خدا ناب سول کریم
فقہ اگلی مشتبہ مذہ و دیر پر دیا
وہ کون حضرت شاہ جہاں فیاض
غلام خاص تر انھر دین قصیدہ مرا
غلام اوش والا عبا پوش کا ہون

ترا خطاب حبیب خدا شہ والا
فلک جناب میں بسکن و شہر بیکر
ستون شرع و وع آب گوہ تقوی
ستون کعبہ اسلام عرش عظم حاکم
کہ جسکی زیر کف پائے جنت الماوا
سے بیان جو بوسے مکرر کس لیے
کہ جسکے شوق میں میں بیان نہرا جفا

معین دین محمد کفیل آمرش
ملک مخصال پر می ش حیل و حلقا
چراغ دودہ چشتی و تادرب طریق
گل بہشت کمالات خضر راہ صفا
ادر اسکے بعد لکھا تھا یہ صرغہ نور
الہی نام یہ کسکانیان پر آیا
ہا با باغ معانی میں فیض اقدس

<p>دکھائی ہوئی عجب لطیف اپنی طبع سا ترا لہا بے بن خضر و اگر بے غیب نہ محکوم جو غم امروزی نے غم فردا نہ اعلیٰ علام جو ہوا شاہ غمت اسلم کہ فرط ضعف اب فکر کا نہیں یا یہ مہر طوے جب تک منازل فلکی لباس اہل تنعم ہو طلس و دیبا غذای روح مرید و نکو تیر حسن لیم</p>	<p>شما تو مہر و نشان میں ذرہ ناچیز تو مجھ کو پھر نہ ہے آرزوے آب بقا ترے جہاں کے بہت تر کر م کے تو مجھے خاک کو وہ فرش اطلس و دیبا اپن صلوة و وظائف بضع و خشوع یہ ماہ اوس کر ہے جہنم کا کہ حبیب نماز تا کہ جماعت سے ہوئے مسجد میں دوے در و دل بیکسان ہونا م ترا بفرق حملہ مریدان خضدھں بر سر ما</p>	<p>کبھی تو میری بھی جانب گاہ طبع عطا میں جسے تیری غلامی میں کس کا گذرتی تھی مری ہر دم میان و چا زیادہ طول نہ دیا تو سخن تمام کر دعا بنا باہمی میں جو یہ صبح و سنا گلہ و خرہ ہو جب تک فقیر کی پوشش زبانوں پر ہو روان جب تک کہ نام خدا یہ سایہ قدم پاک تا قیامت ہوا</p>
--	---	---

اور جو اس قصہ کو ملاحظہ کرے وہ یہ نہ سمجھے کہ فسانہ عجائب کا جواب لکھا بہت جتنا لکھا ہے لاجواب
لکھا ہے نہیں مرزا صاحب یگانہ بین کیتا سے زمانہ بین وہ موجد بین ہم مقلد بین فرق اس قدر
کہ ہم کس مرزا صاحب پرانے آدمی ضعیف پھر کہاں اونکی تالیف اور کہاں ہماری تصنیف ہم
نوجوان وہ صد باران دیدہ بخیدہ فہمیدہ پیر کس پھر کہاں فسانہ عجائب اور کہاں سر و شش سخن
گس کو ہما کے ساتھ کیا ہم سری ذریعے کو سہا سے کیا برابر می جولف و فشر مرتب سمجھے وہ البتہ ہمارا
مطلب سمجھے مگر صاحب موصوف نے جوابی تالیف میں بیچارے میر اسمن دہلوی کو بنایا ہے اپنی زبان
کی تیری سے اوس صاف گو کو ایک آدھ کڑا فقرہ سنایا ہے تو ہم بھی اب کہتے ہیں کہ منور لکھنوی
نے اٹھارہ مرتبہ فسانہ عجائب کو درست کیا جو فقرہ ذرا سست پایا او سے چٹ کیا مگر غلطی نظر آئی
کئی مرتبہ کتاب چھپی مگر وہ بات نہ چھپی قصہ اپنا از سر نو ملاحظہ فرمائیں ابتدا سے انتہا تک دیکھ جائیں
اور سمجھیں کہ کئی جگہ تائید کو تذکر لکھا ہے اور تذکر کو تائید باندھا ہے ارباب بینش پر سب آشکارا
ہے حاجت تصریح نہیں اکثر غلط ہے بالکل صحیح نہیں حق تو یہ ہے کہ جو اردو سے متعلق زبان
نہیں جانتا تذکر و تائید نہیں بچا تھا جو شاہ جہاں آباد میں نہیں رہا ہے جسے دربار شاہی نہیں دیکھا
ہے وہ فسانہ کیا لکھے اسکا منہ کیا ہے یوں تو کہنے کو بہت سے داستان گو دہلی اور لکھنؤ میں ہمارے
مارے پھرتے ہیں اگر وہ بھی جاہل تو فسانہ لکھ ڈالیں تھوڑا کام کر کے بڑا نام کرین متقدمین کے
سخن پر کتہ چینی کرین اونکے کلام میں کلام کرین جیسے لکھنؤ کے بعض شاعر اونکے باپ و داد اسب
سیکھے سکھائے دہلی سے آئے یہاں آباد ہوئے وہ اب ہر فن کے موجد بنے سب شاعر و ن کے

استناد ہوئے انصاف کی بجائے نقلی کی نہ بلکہ مرزا فتح علی خاں صاحب السواد اور خواجہ میر درد اور خواجہ
محمد نصیر اور میر حسن اور صاحب مصنف شریعی سحر الایمان یہ سب صاحب کہاں کے رہے تھے میر تقی میر
غفران تاب تو بادشاہ شاعران اور تادیسارے جہان کے تھے اس میں تو کسی کو جاہ و کفایت اور
القریب نہیں اور اگر ہو تو عجب آپ بے پردہ ہے جو معتقد بہ نہیں بد آنکھ دیکھنے اور غور کیجئے
کہ اس زمانے میں غالب نامور ہے شاخروان میں فردوسی جسکے شیر خامہ کی ڈیو چپے کے ساتھ
حصہ نظم و شعر میں تمام ستارہ کا کلام گروہی ہندوستان سے ولایت تک تو تانی نہیں رکھتا
غالب اس پر غالب ہے آپ کا شاعر و نوجو فن شاعری کا طالب ہے استاد کو لازم ہے کہ
سوائے اپنے کلام کے دوسرے دن کے کلام میں عیب لگائے حرف گیر نہ ہو معدی انسان خود
علم تیرا میں ہے کہ مراد ثابت نہ کر دے اردو و جنکی زبان اور چین پر لحن طعن ایسا بھی آدمی
بے کیر نہ قبول حضرت نسیم دہلوی نسیم دہلوی ہم موجود باب فصاحت ہیں نہ کوئی اردو
کو کیا سمجھے کہ جیسا ہم سمجھتے ہیں کہ اور سننے جو اس قدر صاف صاف لکھا ہوا ہے اس پر بھی آرزو
کوئی مغرور ہو تو خیر ہم سر نہیں کرتے رہت گفتار میں کج بخشی سے ہزار ہا میں اس میں اب کی کو عالم
ہو یا سرور ہوا باب دانش اور اصحاب ہنیش سے یہ التماس ہے کہ فقیر اس شعر کو لکھ کر آؤدی
کا دعویٰ نہیں کرتا نا شاعر کا دم نہیں بھرتا کسی سے انعام کی خواہش کسی کو نذر دنیا مقصود
نہیں ہو ابھی التجا کسی سے سوائے محبوب و نہیں ہے اسید دار ہون کہ اگر اس میں کسی طرح کی غلطی
ملاحظہ فرمائیں تو اسکو اپنی وفور مہربانی سے چھپائیں اور سمجھیں کہ دلی کار ہے والا ہے
محاورہ اور روزمرہ سے لکھنے کے ابھی نا آشنا ہو واللہ ولی التوفیق و ہو خیر الرسیق

آغاز داستان پیدا ہونا شہزادہ آرام دل کا اور ملاحظہ کرنا تصویرو
ملکہ حسن افروز حور شائل کا اور مائل ہونا و سپر دل کا اور روانہ ہونا
مجموع کے ہمراہ اوس نیم سہل کا

پلاستیا آب گلگون کا جام	کہ تابی عالم میں تہ تمام	لگا دی ہو گلاب پیو می	کردن سیر باغ امی میں
راویان اخبار کس و مصوران	پیکر سخن تصویر اس داستان کی	صفیہ بیان پر یون	چھپتے ہیں

کہ سزائیں چین میں ایک بادشاہ تھا نہایت عادل و باذل دریا دل رعیت پر اور عدالت گستر عموم
عدل و احسان او کا رشک فرامی عدل کسری اور نوشیروان تھا جو دو سخا میں حاتم کا کیا ذکر ہے
مہبط اعظم ادسکی وسعت فیض سے بصیر و تاب امواج انگشت بدندان تھا اس کے عہد عدالت مہمد
میں زبردستوں کو زیر دستوں سے بجدی پیش آنا موجب جرم و یقین پاداش تھا ہر ایک قوی کا
دل ہر ضعیف کی فریاد کی بھیمت مانند دندانہ تشدید اندیشہ مند خراش تھا سب کا جام تہمتی نشاط
سے سرشار تھا رنگ ہر طبیعت کا ہر رنگ گلشن و گلزار تھا بہت بادشاہ اوس شہنشاہ گردون باہ
کے خراج گزار تھے اور غاشیہ اطاعت کا دوش پر رکھ کر بندہ فرمانبردار و جان نثار تھے حصائل جہت
اور شمال سمیت افرا سے اسکو کام تھا فرخ سیر کجلاہ اوس شاہ عالیجاہ کا نام تھا مگر اوس شاہ گردون
و قار کا باین جاہ و چشم دور کنندہ غم کا شائد امید کار روشن کرنے والا کوئی فرزند سعادت تو ام تھا چراغ
دو دمان دولت فروغ بخش عالم نہ تھا کس نخل یہ الم دل سے بہم نہ تھا کس دم اس درد سے لب پر آہ و
نالہ ہم نہ تھا کون ساعت تھی کہ جگر کا داغ سوزان نہو تا کون وقت تھا کہ سنج و لام سے گریان نہو تا جب
خیال جگر گوشہ تن کا آتا تھا دو لون ہاتھوں سے کلیجہ تھام کر اشک حسرت چشم تر سے بہاتا تھا سلطنت کو
بے وجود و فرزند و لبند کے خاک کے برابر جانتا شہر یاری اور حکومت کو وارث تاج و تخت کے نہو نے
سے باغ خزانہ سے بے رونق تر جانتا شب روز بصد سوز بدر گاہ حق حل و علی یہ دعا و زبان تھی آپ
سنا جات کی تکرار و طیفہ کا دم دہان تھی مولانا نظامی قدس سرہ تو گفتی ہر آن کس کہ در بچ و تاب
دعا کے کند من کلم سبحان چو عاجز رہا نندہ دائم ترا درین عاجزی چون نجا دم ترا ای چارہ سار
بیچارگان داعی فریاد رس بیکسان تو نے اپنے فضل و احسان سے مجھے حقیر عاجز کو اس رتبے پر پہنچایا
ایسا مرتبہ بڑھایا کہ ایک عالم میری تحت حکومت کیا میرے آگے گردن کشوں کا سر جھکا یا سارے
مخلوق سے فخر الہ کو پایا اور یہ توفیق بخشی کہ اس نشہ دولت مرد آزمائے سستی غفلت ہوش باہوشی
اپنے رجوع ہر کار میں تیری در گاہ کے سوا نہوئی اب آفتاب حیات لب بام آیا سفید بال آئے موت
کا پیام آیا تیرے فضل سے مجھ بندہ ناچیز کی خاطر کیا کیا میا نہو اما کوئی فرزند ارجمند شہ زندگانی اس
گناہ کی نشانی اب تک پیدا نہو کہ بعد میرے وارث تاج و دیہم کا ہوتا اور فرمانروا اس قلم کا ہوتا تیری
ذات دستگیر در ماندگان اور وحدہ لا شریک ہے میری مشکل کشائی اور حاجت روائی اونی کا رتبے
تزدیک ہے گل مراد مجھ بے بنیاد کا نسیم فضل عیم سے اپنے شکستہ اور خندان کر بھی اولاد رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وآلہ و آلہ و صحابہ و سلم اس دلاوری کا جلد در مان کر مصنف امید ہے کہ چون نبون میں مجھ

کریم سے نومید کون ہو ترے فضل عظیم سے چہ یہ آہ چرنا شیر اور دغا شکیہ اس ہمایون حصال فرخ مال
کی پائیہ اجابت کو پہونچکے درگاہ محیب الدعوات قبول ہوئی آرزوے خاطر برائی متناسے دل
حصول ہوئی آثار امید فرزند کے نمایان ہوئے شاہ حاملہ ہوئی چر اغما سے مراد خیر طلبوں
مستبستان بخت مندی میں فروزان ہوئے بعد گذرنے نو مہینے کے ایک لاکھ ساہ پارہ سپہ خونی
کا ستارہ بے عمل نواب خاص محل سے پیدا ہوا ہر فرد و کمان اوس ماہ تابان پر بلا گردان ہوا شہید
انور اوس صورت زیبا کا شہید ہوا

سہراپا از مصنف عفی اللہ عنہ

تھی وہ پیشانی کہ دیکھے کبھی باغ ملک آدمی کیا کہ جسے قتل اشارہ ہو ملک اوسکی مینی کی لطافت کو رقم کیا شیخ وہیاں کہو سے وہ خون کی دیا جھلک نازیجا سے وہین شک ختن ہاتھ لگا طاؤر شہہ بپانکے وہ رہاے ملک شہہ دوسے جو دے خاتمہ ہن کو تشبیہ کہ جسے دیکھے شرماتی ہو کندن کی دھ جستجو سے کمر بارین یہ پنج کہن پر نہیں یا نشان اوسکی لکڑا اب تک اب ہو خاموش سخن طول سخن تالکجا	مثل تصویر تجریدہ رہاے بھیک چشم فتان میں وہ شوخی لکڑی بھیک وہ سدہ ناکین م لاتی ہو تھنوں کی بھیک کان وہ کان ملست کہ نہ دیکھے نہ سے کہ بھیک لفت معنہ کی جو ہو پنے اوس تک لبت نبخش وہاے کہ کلام شیرین ناز و زور کے عشوہ کہ چل پائے ک اوسکی گردنی صراحی کا اگر وصف کرو آکھہ یہ اپنی سہ و خورگی لگا کر عدیک پنجہ مہر لگانہ کی بلا میں لینے کتنی لکھ چکیا فسانہ کی عبادت اب تک	تیغ ابرو کی وہ برش کہ دم غم زری مازنا تھا گل نرسچ چین میں شک کیا تراکت کہوں اسکے گل خسار کی مین ہی تہناے سخن یہ کہ مین پہونچا اب تک ہمار کیسو جو نظر آئے دل بشید اکو دم عیے کے برابر ہو جو پنے و اب تک چہرے پر رنگ طلافی کی بہار اسی رنگ سر گردن مینا بھی اچھی جاوٹھلک روز و شب شرق تیغ غریب کرتا ہوتا جس دم آغوش مین ماکو گیا وہ مالک الغرض ارکان دولت نے اس شہہ
---	---	---

روح افزا کی خبر اوس شاہ نیاز مند درگاہ بے نیاز گوش براواز کو پہونچائی بادشاہ نے بقول میر حسن
یہ سبتے ہی شہہ بچھا جانے کیلئے لاکھ سجدے کی امر فرمائی
اور بعد نماز شکرانہ حکم دیا کہ آج سے چھ روز تک سب امیر و وزیر غریب و فقیر اپنے اپنے گھر میں جشن کریں خزانہ عام
سے قسطنطین مصارف کے جشن قدر و زکا رہو طلب کر لیں سب نے چھ روز تک خوشی کی بعضوں نے انداز
سے زیادہ بادہ نشاط اور نے انبساط سے مسک ہو کر فکر دین و دنیا سے فراموشی کی بادشاہ نے
دو ہفتہ جشن جمشیدی کیا حاجتمندوں کو اس قدر دیا کہ اب تک اس ملک میں کوئی محتاج نظر نہیں آیا

جنھوں نے کوڑی آنکھوں نہ کی تھی اور غواہ نے لعل گمر کا ذخیرہ پایا صبح ولادت شانہ زادہ محمود صبح
عیہ تھی نامرادوں کے قتل بستہ کی کلید تھی الغرض تولد شانہ زادہ کی خبر ہر ایک کو معلوم ہوئی اور اس
بدر و نشان کے حسن و جمال کی آفاق بین و صوم ہوئی بسکہ وہ جگر پارہ آرام دل و جان اور راحت
روح و روان تھا اسلئے آرام دل نام رکھا لیل و نہار پرورش سے کام رکھا جب چار برس کا ملی گزر گئے
مرادوں کے دن بھر گئے پانچواں سال شروع ہوا تیرا قبیل کا مشرق اجلال سے طلوع ہوا موافق
رسم و آئین اس دیار کے بڑی دھوم دھام کمال غر و احتشام سے اس اسجد خوان، کتب خوبی کی
بسم اللہ ہوئی خلق کو دو چہرہ رخا ہوئی مصرعہ ہو گیا بسمل معلوم اسکا بسم اللہ بنیادیں و تالیق
ادب کے سکھانے کے لیے علما اور فضلا علوم پڑھانے کے لیے معین ہوئے تیرا نازنیرہ باز چاک سوا
اور ہر قسم کے اہل کمال ہر ایک نہرتانے کے لیے مقرر کیے گئے شہزادہ بسکہ فکر لیندہ بن رسا و طبع
الرحمنہ رکھتا تھا دس برس میں تمام علوم سے ماہر اور جمیع فنون پر قادر ہوا جب وہ غیرت ماہ بدر کمال
ہوا اور چودھویں سال میں داخل ہوا سیر کا شوق شکار کا ذوق پیدا ہوا گاہ گاہ شام و بچہ نواب
شاہرمان وزیر زادہ کہ شاہزادے کا تہن اینس اور حلیس ات دن تھا آرام دل و تہرہ شکار گاہ
میں جایا کرتا چہرند اور پرند جانوروں کے صید و شکار سے دل بہلایا کرتا ایک روز حسب دستور شہزادہ مع
وزیر زادہ واسطے شکار کے تشریف فرما ہوا مزار میں پہونچ کر چند غزالان شوق چشم صحرارہ و آسمان
دشت نورد کو ناوک دل و دوز سے شکار کیا جو جو کوئی بھولا اسے کند ہر زلفت میں اپنے اسیر گرفتار کیا
پھر دولت سر کو مرا جعت کی آگے جانے کی فسخ غیمت کی اب عشق کی حیلہ سازی حسن کی قفسہ پرداز
دیکھیے واقعہ تازہ سنئے کہ محمود نام تاجر باشندہ فارس نے خاص شہزادے سے دیوان عام میں
ملازمت حاصل کی نفائس تجارت پیش کیے آرام دل نے فرمایا کہ امجد کوئی چیز ناد بھی
لائے ہو او سے قدس ہو کر عرض کی کہ ایک تصویر نادہ روزگار لایا ہوں حضور کے ملاحظے کے
قابل جانتا ہوں یہ کہا اور تصویر شہزادے کے حضور میں پیش کی پھر دست بستہ التماس کیا کہ اگر
مشت زادہ عالم یہ تصویر ملکہ حسن افروز فارس کی بادشاہزادی کی ہے غور تو فرمائیے کہ
نقاش ازل نے ملک قدرت سے صفحہ دنیا پر اس طرح کی تصویر کبھی کبھی ہے او چشم و گوش ملک
نے باین عظمت و شان ایسی پر ہی رشک ماہ تابان آج تک سنی ہو یا دیکھی ہو پھر قمر کی یہ تصویر شید
تصویر ہے ہر گلے میں ستاروں کے زنجیر ہے آرام دل کی نظر جو اس تصویر دیند پر پڑی
سیک گاہ آرام دل کھو بیٹھا ہیبت زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا جنون سر پر سوار ہوا کجخت عشق

گلے کا بار ہوا طرفہ العین میں حشر برپا ہو گیا بقول شخصہ ع و کھتے ہی دیکھتے کہا ہو گیا بے جنس سوداگر
 کا خریدار تھا اپنا ہی متاع صبر و خرد اس شہنشاہ حسن و خوبی کے نذر کیا پنہ شوق نے گریبان صبر کو
 کرنے میں کوتاہی نہ کی انصطراب کو آغوش میں لیا وہ سپہر کہ زنگس شہلا پر چٹکانے ن قلمی تہمتاے نیاز
 اوس غزال صحر سے خوبی کے گریبان ہوئی اور وہ زلف کہ سنبل زار پر مشک افشان تھی فراق میں
 اوس فونہاں گلستان خوبی کے پریشان ہوئی وہ دل کہ غم و الم سے نازخ تھا دامن گیسو میں گرفتار
 ہوا اور وہ سینہ کہ مثل آئینہ رونما سے راحت تھا تیر میا د عشق سے فکار ہوا رنگ ارغوانی چہرہ
 تابان سے اور گیا زعفرانی رنگ سے وہ رخ زیبا رنگ دیگر جلوہ آرا ہوا جب جوش جنون فزون
 ہونے لگا گھبرا کر محمود سے یہ فرمایا اور بے اختیار رونے لگا **مومن خان دہلوی مرحوم**
 کر علاج جوش و شست چارہ گرہ لادے اک جنگل مجھے بازار سے بے اسے یار و مساز جلد میرے درد
 کی دوا بتاؤ ورنہ جان لے کہ میرا دم چلا محمود نے دیکھا کہ یہ عجیب گل کھلا طرفہ ماجرا ہوا فوج اس
 اتفاقات زمانہ پر حیران ہوا گھبرا کر سمجھانے لگا لڑکا کا جانکر بہلانے لگا کہ حضور خیر ہے عقل و عشق
 میں پیر ہے آپ کا کہ ہر خیال آیا بے وجہ طبع نازک پر ملال آیا کہاں حسن افروز بدبخت کہاں
 حضور کی شان و شوکت اور تاج و تخت وہ بیان تو فقط تعزیر خاطر کے لیے تھا اس سے یہ غرض
 مطلب نہ تھا آرام دل نے ایک آہ سینہ سوزان سے بھری تصویر چھپاتی ہے لگا روئے لگا
 یاد دلدار میں اشکوں سے منہ دھونے لگا اور کہنے لگا اسے محمود تو آپ ہی آگ لگاتا ہے پھر پانی کو
 دوڑا جاتا ہے وہ جلد درست تھا اب فقرہ بازی ہے وہ سلسلہ حبت تھا اب جہلازمی ہو رہا ہے
 اوس معبود حقیقی کے جسے تجھے پیدا کیا اور مجھ کو اوس محبوبہ کی تصویر پر شیدا کیا جلد مجھ کو وہاں پہنچو
 بیقرار ہوں مجھ نے کام کو اوس گل اندام سے ملا میں ہمیشہ ممنون منت احسان رہو گنا مشکور بدل
 جان رہو گنا مجھ نے کہا اسے شہزادے کو لیکھ کیا ستم کرتا ہے کو چہ عشق میں کیوں قدم رکھتا ہے
 نسیم و ان سوچ ہوا ہوا پہاڑ و دریاں ریگ میں زمین پہ اکلہ مرغان ہوا میں ہوش راسی
 نقش گنہگارین ریگ ماہی سایہ کو پتا نہیں شجر کا عتقا ہے نام جانور کا اسے تا دکن
 کہا مان عشق کو آسان بنان رات دن غم و غصہ کھائیگا آخر الامر سوا سے حسرت و افسوس کچھ ہاتھ
 نہ آئیگا یہ عشق کجنت ٹپا ظالم ہر دم ہے اسے ظالم اب بھی سمجھ زلف کافر کے پھندے میں اپنے
 تین منت پھنسا اگر کچھ فہم ہے نہیں تو یاد رہے کہ دین و دنیا بھول کر مجنون کی طرح صحرانورد و عاویز
 کوہ و بیشہ ہونگا عالم میں مشہور جنون پیشہ ہوگا اس دریا سے ذخار ناپید کنار کا پتہ نہیں ہے سنا

یاٹ ہوا و سکا ڈوبا تر تا نہیں بتلوار کا گھاٹ ہے اسے نادان تو نے سنا نہیں امانت لکھنوی

عشق وہ گل ہے کہ دہن میں بہن جسکے خار	عشق وہ نخل ہے جس میں نہ لگا پھل اک بار
عشق وہ میوہ ہے جس میں نہیں لذت نہ نما	عشق وہ باغ ہے جس میں کبھی آئی نہ بہار
عشق وہ شاخ ہے جس میں نہیں پستاد کھیا	عشق وہ غنچہ ہے جس کو نہ شگفتا دکھیا
یہ وہ گلشن ہے کہ تاراج کرے عیش کا باغ	یہ وہ گلستا ہے پھولوں کے عوض جس میں مرغ
یہ وہ مکت ہے کہ بلبل کا پریشان ہو	یہ وہ جھونکا ہے کہ جوزیت کا گل کر دیو چراغ
سر و اس باغ سے گلزار کا پہنچ ہو جاے	اوس شبنم پہ پڑے آتش گل رخ ہو جاے
یہ وہ دریا ہے کہ ساحل کا نہیں جسکے پتا	یہ وہ ساحل ہے کہ لب تشنہ بہن جس پر صدا
یہ وہ طوفان ہے کہ ڈالے تیر گرداب بلما	یہ وہ قطرہ ہے کہ اک پل میں بنے سیل فنا
یہ وہ موج ہے کہ خنجر کی روانی دکھلاے	یہ وہ سے گھاٹ کہ تلوار کا پانی دکھلاے

اے شہزادے اس خیال خام کو دل سے دور کر خاطر آفتہ کسی طرح سرور کر آرام دل سے
 کہا اے مولیٰ غمخوار و آدمی ہمد شہرین گفتار میرا تو یہ حال ہے شعر جان تک اوسکی محبت میں
 گنوا بیٹھے ہیں نہ ہاتھ جینے سے سردست اوٹھا بیٹھے ہیں نہ تو کسکو کیفیت کرتا ہے کسکو
 سمجھتا ہے ناحق کیوں بیوہ کہتا ہے مجھے بھی کہتا ہے بیدل تو ویند ہاے خوش
 بمن بتونا صحابہ خیران نہ کہ زخیر قرہ کسی چہ گذشت بر جگر کے محمود کہ بڑا مردانا نہایت
 عاقل و فرزانه گرم و سرد روزگار دیدہ آدمی سنجیدہ و فہیدہ تھا سمجھا کہ جادوگر عشق نے فکری
 کی یہ بلا سر پر آئی کتنا ہی کیونکہ گناہ گز نہ مانیکا زیادہ سمجھا و گنا تو دشمن جانیگا نسیم مجنون ہو اگر تو
 قصہ سلجے سایہ ہو تو دور و دھوپ کیجے کچھ روگ جو در پہ خلش ہو نہ درمان کے لیے وادو
 ہو نہ بیماری عشق لا دوا ہے نہ اس باغ کی اور ہی ہوا ہے نہ آخر تو یہ جی سے اپنے ہی تنگ
 ایسا نہولائے اور کچھ رنگ یاد آئیں جو ابروان حصار نہ ریتے نہ کہیں گلے پہ تلوار نہ ناچار
 دلدار ہی کرنے لگا اوس زاویہ نشین خزن کدہ الم کی غمخواری کرنے لگا اور کہا اے شہزاد
 اگر یہی بات جی میں سمائی ہے ایسی ہی لہرائی ہے تو ذرا صبر کر چندے دل پر چیر کر دیکھ کہ
 پردہ غیب سے کیا عیان ہوتا ہے آئینہ مراد سے کیا نمایاں ہوتا ہے ایسی بے قراری اتنی آہ و زاری
 دشمنوں کو بیمار کرے کی رسواے کو چہ و باز کرے گی لہذا اپنے عین سنبھال رنج و الم خاطر
 نگاہیں سے نکال خدا کو یاد کر کہ یہ جوانی مفت نہ برباد کر اوسکی ذات جامع المتفرقین کی کسی صحبت

سے ایسی شکل نکل آئیگی کہ درجہ ان تک۔۔۔ ائی ہو جائیگی خاطر نازک کیوں رنجور سے۔۔۔ منہ تصویر دکھائی میری تصویر خیر اپنے آغاز کیے کو آپ انجام دو نکاحیں دلدار تک پہنچاؤنگا آرام دے گا اے محمود کیا کمون سحر در وقت کو پوچھتی نہیں اید کوئی؟ دل میں بیٹھا ہوا ملتا ہے کلیجا کوئی؟ داغ سینے کے اوپر تے ہی۔۔۔ آتے ہیں؟ جب کسی طرح ٹھہرنا نہیں بچا یا کوئی دشت غربت میں خضر تک نہیں ملتے ہکو؟ راہ مقصود بتا دے نہیں اتنا کوئی؟ یہ کہا اور وہی وقت سامان سفر کی تیاری کا حکم دید محمود نے دسار سے دسار شہزادے کے قدموں پر رکھی اور عرض کی کہ حضور بہر خدا اتنی جلد ہی نہ کیجیے ایسا نہ گھبراے ذرا دل کو تسکین دیجیے رات بھر توقف فرمائیے صبح اختیار باقی ہے حضور جب تو سن اقبال پر سوار ہونگے غلام بھی ہمراہ رکاب چلے گا نصرت و فیروزی جلو دار ہونگے ایک دم قدم نہ چھوڑو نگا اطاعت سے کسی شکل منہ نہ موڑو نگا آرام دے گا کیا ہاں سچ ہو لا اعلیٰ گذرتی ہے جو دل پر غم کے مبتلا جانے؟ جو ہو بیدار وہ درد دل بھار کیا جا عبت کرتا ہے تو فکر و ااکے چارہ گر بیٹھا؟ ابے جا بھی مزا اس درد کا تبری بلا جانے؟ نہ امر نہ نہا کو چہ محبت حال ناز کیا بیان کروں کیفیت بقیار می دل کو کیونکر عیان کروں شعر سینے میں طیش دل کو ہے بسمل کے برابر؟ بسمل بھی نہ تڑپے گام سے دل کے برابر؟ محمود نے کہا حضور یہ سب بجا ہے اس میں شبہ کیا ہے عشق جبرمی بلا ہے و امق و نرا د کو اسی نے تباہ کیا ہے مگر صبح تک تامل فرمائیے منزل مقصود کچھ بید نہیں رات کی رات ٹھہر جائیے زیادہ گفت شنیدیں غرض آرام دل نے محمود کے اصرار و عجز و انکسار سے رات بھر صبر کیا دل پر کمال جبر کیا مگر اس کمان ابرو کے شوق میں تمام شب چلایا کیا اوس گلبدن کے جذبہ اشتیاق میں سینہ بے کینہ پر داغ کھایا کیا جب دل پر صدمہ کمال ہوتا تھا یہ غنہ دل پڑھ کے روتا تھا آغا حسن

جلایا یار نے ایسا کہ ہم وطن سے چلے ہزار طرح کی رنگینیاں ہوں غنچے میں جو دسترس ہو تو باہتھوں سے تارتا کرے	مثال شمع کے روتے اس سخن سے چلے مجال کیا کہ جوڑے مکر ترے دہن سے چلے جنون کا زور پس مرگ اگر کفن سے چلے
--	--

آخر اسی آہ و زاری اور بے قراری میں گریبان سحر چاک ہوا رنگ و ناموس کا قصہ پاک ہوا
او دھرمو دھرم ہوئی ادھر دل ستم رسیدہ ہجران دیدہ کو فوراً خبر ہوئی جب شاہد ہاتھان ہزار
کرشمہ و ناز حجاب غریب میں روپوش ہوا اور آفتاب عالم تاب مثل عاشقان سینہ نوکار
سہراے مشرق سے نکل کر مسافر نہ خانہ بدوش ہوا آرام دل نے دور سپاسا زویرا

اصطبل خاص سے طلب فرمائے داروغہ حسب احکم دو گھوڑے بادر قمار کہ جنگی سبک خرامی کی نسیم
 سحری قسم کہا ہے تیز رفتار میمن باد صرصر نقش قدم سے تھکے سجائے فی الفور حاضر لایا آرام
 نے محمود سے فرمایا کہ بسم اللہ سوار ہو اب کوئی طرح کی تکرار ہو شمشیر ولایتی کمربین لگا کر رکاب میں
 پاتون ڈالا اور یہ شعر سلطان عالم شاہ لکھنؤ کا پڑھا اختر درو دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں
 رخصت اے اہل وطن ہمتو سفر کرتے ہیں چند عدد جو اہر بے بہا اوس لعل نایاب کن شقیہ
 نے خانہ زین میں رکھ لیے اور تلباش دلبر روانہ ہوا محمود کہ اپنی اس حرکت نامحمود سے نہایت پشیمان
 تھا خجالت سے سر در گریبان تھا پاس سخن اور مقتضائے محبت دوسرے گھوڑے پر سوار ہو کر
 دنبال شہزادے کے روان ہوا قریب پہونچا کہ کما حقہ حضور نے وفور بیتابی سے تنہا چلنے کا قصد فرمایا
 ہو ایک جلو دار تک ہمراہ نہیں آیا ہے اس قدر بے سامان سفر کرنا نازیبا ہے اندیشہ کا مقام
 رہ نور دی سخت بلا ہے آرام دل نے کہا اے محمود بیکسون کا اللہ والی ہے غور کر کہ تم تنہا
 نہیں یہ ہماری خوش اقبالی ہے حضرت عشق ہمراہ ہیں علم بردار نالہ و آہ ہیں حیر داغ جنون سر پہ
 دل بیتاب رہے روح مجنون و فریاد رکاب میں ہر جان والیق ناشاد زمرہ احباب میں ہے
 اس شان و شوکت کی سواری ہے یہ سب طیاری ہے پھر کیوں کسیکو ہمراہ لیتا کس واسطے
 تکلیف دیتا حضرت اوستاوی غالب مدظلہ مانع دشت نور دی کوئی تدبیر نہیں
 ایک چکر ہے مرے پاتون میں زنجیر نہیں بد شوق اوس دشت میں دوڑتا ہے جھک جہان
 جاوہ غیر از نگہ دیدہ تصویر نہیں بد القصہ خیال جانان دمساز محمود ولسور ہمراہ حال دل کہتے سنتے
 باگ اوٹھائے چلے جاتے تھے راحت و آرام کا تصویر بھی دل میں نہ لاتے تھے اس قدر در جانان
 پر پہونچنے کا اشتیاق تھا راستہ کاٹنا اتنا شاق تھا کہ گھوڑوں کے ہلاک ہونے کا مطلق نہ خیال
 تھا یہ غزل ورد زبان تھی اور عجیب حال تھا میر وزیر علی صبا کھر سے دشت جو میں بے سردنا

شکل ملبوس ہوئی جامہ درمی میں حاج
 روز و شب فرقت جانان میں بسر کی ہمنے
 آستین ہر گھڑی چڑھتی ہے مرے دامن پر
 بحث گریہ رہی مرغان چین سے کیا کیا

کھلا بد کوہ فرما دے مجنون سے بیابان کھلا
 تابدا من مرے ہاتھوں سے گریبان کھلا
 شجھد سے کچھ کام نہ اے گردش دوران کھلا
 دست و دشت بھی عجب رستم دستان کھلا

اے صبا یہ نہ سجاد دل نادان کھلا بد ایک روز چلتے چلتے دن تمام ہوا شام ہوئی وقت آرام
 ہوا مگر کہیں کوئی انسان آبادی کا نشان نظر نہ آیا محمود شہزادے کو اوس صبح کے سبزہ تراز میں

ایک درخت کے نیچے لایا اور کہا یہاں جانور و نکور راست ہو کر سندرگی ہی در زمانہ سفر ہو گا۔
 آرام دل نے ایک آہ کھینچ کر کہا لا اور یہی ششیں جب سر پہ چڑھا آن کے راحت گاہ بن جائے گی۔
 جبکہ الفت میں قدم مارا تو کلفت گھسی، غالب گشتگی میں عالم ہستی سے یاس سے۔
 لتکین کو دے نوید کہ مرنے کی آس ہے یہ پھر نشت مرگ سے آرام اور درخت کے
 نیچے بیٹھ گیا خیال جانان میں شب ماہ کی یہ جو آنکھوں سے لذیذ میٹل شروع کر کشہ و ہانتیا
 کے ٹپٹپاتا تھا اور یہ مطلع پڑھتا تھا شہید می فوج کو تی ہے، مجھے بے تیغ و خیز پاندنی پناہ
 بے رحم ہے اللہ اکبر جانہنی، پھر جو دل چین ہوا تو ناکہ حسن افرور کی تصویر کہ حرز جان بھی
 بازو سے اکھو لکر سانس رکھی پہلے تو بلا میں لین اور قربان ہوا پھر کنا شوق میں لیکر گویا باہن بیان
 ہوا مصنف غضب ہے آفت جان ہے ابھی سے تو لو کہیں میں بد شرارت کوٹ کے حق
 نے بھری ہے تیری جہن میں، غالب چاہیے اچھون کو جتنا چاہیے، یہ اگر چاہیں تو پھر
 کیا چاہیے، پھر محبوب نے کہا حضور کیون غم کھاتے ہیں ناحق صدمے اٹھاتے ہیں نظر بفضل باری
 چاہیے اوسی کی یاد گاری چاہیے انتشار اللہ تعالیٰ قریب تر زمانہ وصل دلدار سے تھوڑے
 عرصے میں دریا سے غم سے بڑا پار ہے آرام دل چپ ہو گیا جب بہت رات گزری سجا
 غذا غم و غصہ کھایا پانی کی جگہ آنسوؤں کے گھونٹ پیئے جب خوب جی بھر گیا رنج و الم اپنا کام
 کر گیا خواب غشی نے بارگاہ چشم میں بار پائی بیٹھے بیٹھے نیند آئی میاختہ فرش زمین پر گر پڑا محمود
 سمجھا کہ شاید آرام کیا فطرت محبت سے پائون داسے لگا آنکھوں سے تلوے سہلانے لگا۔
 آرام دل خیال دلدار میں بیہوش از خود فراموش خواب سے ہم آغوش ہو گیا محمود بھی گرد
 فلک کی بندہ ور سے بے خبر اور رو باہ بازی زمانہ دون پرست سے بچھڑ کر قریب ہزاروں گز

داستان غائب ہو جانا آرام دل کا عالم خواب میں اور پوچھا
 ملک داراب میں اور شادی نہونا صنوبر پر پیکیرومانکی شہزادی سے

لا ساقی ذرا تو بادہ تاب	نے جلد مجھے کہانیاں	اک جرحہ سے مجھے پلاؤ	اب دقت نہ سے تو ملاؤ
نے جلد سے معانہ مجھ کو	باد آیا ہی اک ترانہ مجھ کو	داویان داستان گمن و وطن گنڈگان غصہ میں	
میدان وسیع میان میں اس طرح گرم جولان ہو سے ہیں کہ ملک داراب میں ایک بادشاہ تھا			

اوسکی ایک لڑکی تھی صنوبر نام نہایت نازنین اور گل اندام اوس شہزادی کی نسبت کسی اور ملک کے شہزادے سے قرار پائی تھی چند روز کے بعد وہاں کا بادشاہ با فوج جبار و خزانہ بیشمار واسطے انجام اس ملام کے کیا شہر نیاہ کے باہر اوسکا قیام تھا وہاں کے بادشاہ سے شادی کے باب میں کلمہ و کام تھا اور اودھر بھی انتظام تھا اتفاقاً لال پری اور سبر پری دونوں بہن اس بات نسبت پر سوار کسی سمت واسطے سیر کے جاتی تھیں بالابالا اس شادی کے شہر میں گذر مواتخت سے اوتیرا اس جگہ تھامتا مد نظر ہوا شہر دیکھا غیرت گلستان منونہ باغ رضوان تمام بازار ارستہ دوکانیں سب پیرستہ ہر فرد بشر سرخ پوش ہر ایک معشوق غمزہ وادامین بیدیاک نشہ کس سے مدہوش نہروں میں خوارے جاری ہر لوجہ و بازار کی نئی طیاری تمام شہر میں شادی کی دھوم مچا رہا بجا صد ہا آدمیوں کا ازدحام نواح رنگ کا سر انجام مشکوٰی عجب طرح کا شہر تھا دل فزاؤ گئے تو نمونہ تھا فردوس کا بڑا اور شہر نیاہ کے باہر عجب کیفیت تھی صد ہا خیمہ استادہ ہزار ہا سوار اور پیادہ جوانوں کے دل تو پچا لون کے بادل آدمیوں کی یہ کثرت کہ شانہ سے شانہ چھلتا تھا وہم و خیال کو بھی رستہ نکلتا تھا سرخی میں شاہان دلیوا کرشمہ و ناز کا ساز و انداز سرگرم نغمہ سرائی بات بات میں درباری شہانے میں کانڑے کی الاپ گھنگر وون کی صدا طبلہ کی تھاپ سرون کا باجم ملاپ بائیں کی گنگ میں کے جوڑوں کی تکرار نغمہ آفرینی میں ہر ساز کی بہار سطران خوش گواں کبھی امین کلیان کبھی بہار کبھی بھاکرا کبھی دیس گاتے ہیں ہوش اہل نرم کے اورے جاتے ہیں عالم سکوت ہے نشاط کار فرما ہے محویت محیط ملک و ملکوت ہے کسی کا خیال کی تانوں پر خیال کہے کوئی جھنجھوٹی سکی دھن میں اس غزل کو گارہا ہی سننے والو نکار ا جال ہے مصنف آباد پھر ہوا مرا تم سراے دل پہ آتی ہر بار بار صدا ہاے ہاے دل پہ سننے ہیں ہم کہ آتش حسرت سے جل گیا + اچھا ہوا بلا سے ہی تھی منراے دل + کب تک تمہارے ہجر میں خون ہو کے یہ بے + پیارے کچھ انتہا بھی ہے آخر براے دل + کر دینگے یہ ملائکہ میں حشر سپا سپو نچیں گے آسمان پہ اگر تالماے دل + اس دردلا علاج کی کس سے کروں رجوع + عیسے کے پاس بھی تو نہ ہوگی دواے دل + قصہ بہت طویل کہانی دراز ہے نہ ناصح نہ پوچھ مجھے تو کچھ ماجراے دل + سن مجھے پہلے تھا یہ شکستہ مثال گل + سب خار تھے نظر میں ہماری سواد گل سے بنانہ بلبل ار ایک گل کو دیکھ + تسکین ہوئی ہمیں کہ یہ تھی انتہاے دل + پر اب تو وہ نہ گل ہے نہ بلبل ہا مگر نہ اک آگ ہی ہے سینے کے اندر بجائے دل + اب ہو گئی شراب محبت و الفت

دل اوس پہ ہر خدا تو سخن ہے خدا سے دل * اور نقار خانوں میں شنائی کا شور فوٹ کی ٹکڑ
ہر ایک اپنی اپنی پوشاک سج رہا تھا باجون کے غل سے ایک ہنگامی چ رہا تھا پر یون نے جو یہ سال
دیکھا راجہ اندر کی صحبت کا گمان ہوا ایک شخص سے پوچھا کہ صاحب یہ کیا کارخانہ کیسا ہنگامہ ہے
وہ بولا ہماری شہزادی کی آج شادی ہے یہ بادشاہ ہرات لیکر آیا ہے ہمارے شاہ کو جو کمزور پایا
تو اپنے بیٹے کے ساتھ کہ وہ شہزادہ نہایت کہ نہ نظریہ ستمد عاشادی کی رکھتا ہے اصل تو یہ ہے کہ
بڑا ستم کرتا ہے اور ہمارے شاہ کو ابھی اسکی خبر نہیں ہوئی ہے دیکھے کیا سانحہ درپیش ہوتا ہے
وہ شاہزادہ مردود ہوتا ہے یا بادشاہ کا خویش ہوتا ہے یہ سنکر لعل پری نے سبیری سے کہا
کہ بہن ایسی صورت تو دیکھنے کے قابل اور سیر کے لائق وہ محفل ہے چلو ذرا دیکھ آئیں یہ مصلحت
کر کے دونوں نے اپنی صورتیں بدلین اور دو جوان خوش رو بنکر ہتھیار کر کے لگا کر سیر دیکھنے چلین
رفتہ رفتہ ایک خیمہ فردوس منزل میں کہ جس میں خاص محفل تھی پہنچن دیکھتی کیا بین کہ ایک کالا
بھوجکا آنوس کا کُنڈا پائون سے لنگڑا ہاتھ کا سڈالال لال خوشخوار انگھین بھون جیسے وہ بھوج
ناک بیٹھی ہوئی ہونٹھ لٹکے ہوئے دانت مانند شریفی کے بیچن کے نمایاں بال مثل شکر کے سخت و
درشت یل جیسے دور کہ جنہیں صد ہا مریاں اس جوانی میں گالوں پر چھریاں سر میں کھپاتے کھپاتے
ایسے گڑھے پڑ گئے تھے کہ سزا ہموار پر مندیل باندھنی دشوار تھی ایک ہاتھ کہ شانے سے غائب ہے
اوسکی شان عجائب ہے دوشالے میں چھپائے بیٹھا ہے دہنے پائون کو کہ فالج زدہ ہے یا بین
پائون سے دبائے بیٹھا ہے غرض وہ شاہزادہ عجب ہنیت کڈائی سے اوس سندرگار پر کہ
قابل جلوس شاہان بلند اقتدار کے تھی بیٹھا ہوا تھا اپنی اٹنگ میں نشہ غور کی ترنگ میں اینٹھا
ہوا تھا پر یون نے جو کیفیت دیکھی لاجول پڑھتی ہوئیں باہر کلین اور پھر اوسی تخت پر سوار ہو کر
کسی سمت روانہ ہوئیں اب قدرت کبریائی زمانے کی کج ادائی دیکھے کہ جس مقام پر وہ کشتہ خنجر
محبوب مع اپنے رفیق کے سوتا تھا اتفاقاً اون پر یون کا اودھر بھی گذر ہوا افسون کا عشق کا اثر ہو
دیکھا کہ ایک جوان نازنین زہرہ جبین فرخندہ بخت قمر طلعت پری لقا بجز حسن کا درکیتا فرش زمین پر
لوکل خدا کا نگہ لگائے خواب غفلت میں پڑا سوتا ہے ماہ تابان اوس شہنشاہ حسن و خوبی کا ایسا
ہر بار بار صدق ہوتا ہے چہر مبارک سے فرشا ہی نمایاں ہے پیشانی مطلع الانوار مثل تیر عظم تابان
ہے زلف مسلسل دیون کے قید کرنے کو زنجیر ہے مگر طرہ یہ ہے کہ خود بھی کسی زلف خدا کا اسیر ہے
سیت ابرو مطلع دیوان خوبی ہے نقطہ انتخاب خال چہرہ محبوبی ہے یا مطلع دیوان ہلالی ہے

چشمہ وہاں بحرِ دریاں کا زلالی ہے اور پیرِ بنبرِ خط کی نمود ہے خضرِ شہرِ زندگی کی حریت و نگہبانی کے لیے موجود ہے مرادِ دندانِ صدف وہاں میں اس طرح پہاں ہیں گو یا وہیں غنچہ میں مویں کی کلیاں ہیں چاہہ وقت کی چاہہ میں دل عاشقوں کا ڈانوان ڈول ہے نقدِ دل و جان اُس کے ایک قطرہ آب کا مول ہے دستِ نگارین شاخِ مرجان ہیں یا شہ شاد کی دلاویز دو شہنیاں ہیں سینہ کی صفا تھمبلور کی آب و تاب مٹاتی ہے لکھ گوہر کی آبرو خاک ہوئی جاتی ہے گیسے مشکین سیاہی میں لبانِ شب و بچہ تارِ یک ہے کمرِ گل کے مانند باریک ہے خلاصہ یہ ہے کہ سر سے پاؤں تک رہے قدرتِ حق کا ظہور ہے بیہوش شاہِ خواب سے ہم آغوش سوتا ہے مگر بختِ بیدار ہے بظاہر کم سن ہو لیکن ناؤ کی غم سے سینہ فگار ہے اوس دلِ پاکو دیکھہ پریوں کے ہوش پران ہوئے حسنِ خداداد کے کرتے عیان ہوئے باہم کہنے لگیں کہ اگر یہ لیسرا اوس دخترِ حورِ منظر کا شہر ہو تو زیبا ہے اور یہ ماہرِ اوس خوبرو کا ہم ہیلو ہو تو بجا ہے بنبرِ پری نے کہا مہن یہ امر بہت دشوار کیونکہ خدا جانے یہ کون یہ چارہ مسافر ہے کس کے فرق میں اس نے یہ جوگ لیا ہے کہ کجا عاشق ہے مگر ہاں ایک تدبیر اس بختِ شہزادے کی شادی اچھی سوچھی ہے کہ اسکو وہاں لے جائیں اور اوس شہزادی کے ساتھ اسکی شادی کر دیں جب نچا ہو چکے اسکو پھر بیان پہنچا دیں وہ شہزادہ کہ نہایت بد شکل اور بد نہایت ہے سوائے اس تدبیر کے شادی ہوئی اوسکی بہت مشکل ہے اسی طرح سے اپنی بی بی پر قابض ہو جائے مقصدِ دلی حاصل ہوا ہے جی کی مراد پائے لال پری نے کہا مہن بات تو خوب ہے میرے بھی جی کو مرغوب ہے چلو آج کچھ تصریح نہوئی تھی ہی میں لگی سہی یہ مشورہ کر کے آرامِ دل کو تخت پر ڈٹا اور محمود کو سوتا چھوڑا ایک بار تخت اور اٹلک داراب میں پہنچیں آرامِ دل کو اوسی محفل میں لیجا کر ایک سمت لبِ فرش بٹھا دیا سوتا تھا جگا دیا پھر آپ لباسِ مردانہ زیب بدن کر اور خدمت میں بادشاہ یعنی دولہا کے باب کے جاپوں عرض کی کہ مہنے سنا ہے کہ بیان کا بادشاہ اس کا رخیر کے انجام میں بیٹھ پیش کرتا ہے اور ایک حجت قوی پیش کرتا ہے کہ وہ شہزادہ نہایت بد شکل اور بد نہایت ہے ہم ہرگز اپنی لڑکی کی شادی اس کے ساتھ نہ کریں گے اگر وہ نمایگا تو اوس سے بمقابلہ پیش آئیں گے لڑ مرینے لگا اوس شاہ کو اپنے لوگوں کے کہنے پر یقین کامل نہیں ہے اس امر کی تحقیق سے طمانیت کلی حاصل نہیں ہے اس واسطے آج وہ بادشاہ بیان تشریف لائیں گے شہزادہ عالم کو ضرور دیکھ جائیگا مناسب وقت یہ ہے کہ حضور کسی شخص کو محفل میں ستنے کریں اور دولہا بنا کر مسند پر بٹھا دیں جب وہ بادشاہ دولہا رشک حور

پاینگا تمام غم و اہم بھول جائیگا شادی کرنے پر راضی ہوگا نہ گلہ غریبان نہ شکوہ قاتلی ہوگا بادشاہ نے کہا بہت مناسب پھر مع اون دونوں خیر خواہان مصنوعی کے محفل میں تشریف لایا اور وہاں انتظار اس امر کے انھیں دونوں کو معین فرمایا شہر بیان کا تو قصہ یہ چھوڑ بیان چھوڑ دے غم کو اسکی شمع جہاں سے روشن کیا آرام دل نے جو آنکھ کھولی دیکھا کہ نہ منہ نہ دانا نہ سمند باد و فتنہ نہ وہ درخت نہ وہ مرغزار نہ کوئی پہاڑ نہ چمن کی راہ فقط مین ہی ہوں اکیلا تھا پہاڑ کے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ملنے لگا اور دل میں گنے لگا کہ دنیا یہ عالم خواب ہے یا بیداری ہے یا بے یا ہوشیاری شہر دل مرا پھر دکھا دیا کسے ہو گیا تھا جگہ دیا کسے ہو گیا تھا پھر دیکھا دیا کیا تو کوئی آثار خواب کا نظر نہ آیا سوچا کہ یہ چرخ کینہ و رکی جلا سازی ہے بیشک اسی ناہنجار کی شہدہ بازی ہے آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور مثل تصویر خاموش ہو گیا لیکن شمع کو نور و ان اور پروانوں کو سوزان دیکھا تمام اعضا سے تن میں تھل سوز عشق کا پیدا ہوا فروز زندگی شمع جمال جہان کا اثر ہویدا ہوا جام گلگون نے چشم خارا کو دہ یار کی یاد دلائی دور ساغر سے گردش چشم و لبر و دل و نوا و آبی قفل مینا نے خندہ سرشار محبوب کی صدا سنائی نہامت گل نے راحہ غنہ شکار دہان یار کی یاد دلائی فغان بلبل پر آواز دردناک اغیار کا دھوکا ہوا نسیم کو شہم زلف جہان تصور کر کے ہوش میں آیا گلہ ستون پر جو نظر ٹہری دست خنابستہ کی تشبیہ درست ہوئی ادھر تو فراق معشوق کے اندوہ سے اشتغالی دل دست و گریبان تھی ادھر اور ہی تدبیر خاطر پر یون کی ہمنان تھی کہ دونوں پر بیان اہل مجلس کی نظارہ کنان آرام دل کے قریب آئیں ہاتھ پکڑ کے علیحدہ خیمنے میں لگے اور کہنے لگیں اس شخص تو بڑا نصیب و ہے اقبال تیرا یا و رہے کہ تو نے بے محنت یہ دولت لازوال پائی بے مشقت ایسی پر ہی لقائیں رہے ہاتھ آئی اب تو کچھ وسوسہ دل کو اوداس نہ کرنا دھوکے پوشاک شاہانہ زیب بدن کر اور اپنے نور جمال سے اس آنجن کو روشن کر پھر خواصوں کو حکم شاہ سنایا کہ بہت جلد شہزادہ عالم کو دولہا بنا کر محفل میں لاؤ خبردار اسہین ذرا دیر نہ لگاؤ یہ سنتے ہی خواصوں نے آرام دل کو طلائی چوکی پر بٹھایا اور غسل شادی سے فارغ کر کے لباس شاہانہ پہنایا عجب اکیتا شاہے عروسی دکھایا آرام دل یہ خدا کے کارخانے عشق جگر سوز آتش افروز کے بہانے دیکھ کر دنگ ہو گیا عقل چکر میں آئی رویت حیرت ہوا قافیہ ہوش تنگ ہو گیا سینہ سوزان مین سوزش دہنی ہوئی جوش جنون کی افروزی ہوئی

فنک کج رفتار کی تہ تیغ شدہ آیا ہر جہت کا پادشاہ تھرا لیا کچھ میں نہ چلا نا پار کر گیا ان میں سے ہر ایک کا
 جس وقت جو اصول نے قیما را ایش کا کیا اوس دم جو ہال آریا ہر دل کے دل کے رقی مقسم
 اوسے ہرگز نہیں لکھتے کہ از لطف سلجھا سنے سے برہم ہوا سر نہ لگاے سے پشیم پرہم ہوا اپنے جو رکھا
 سکتے کا عالم نظر آیا موتیوں کا سہرہ جو با دعا دریا سے اشک جوش زن مہاروستے رو سنے
 اشکوں کی جھڑی بندھ گئی گوہر شاہوا اشک سے موتیوں کی لڑی بندھ گئی بھولوں کی
 بدھی جو بھائی درو شاہ ہوا خار غم کے نرنگ کا نشانہ ہوا غرض ہزار دشواری اس گل اندام کو
 بنا بنا کر محفل میں لا کر بٹھایا اس عرت میں وہ شاہ فلک جناب یعنی دولہن کا باب بھی شہزادے
 کو دیکھنے آیا یہ خبر سنتے ہی دولہا کا باب استقبال کو دوڑا کمال اغراز و اکرام لایا ہاتھ پیرا کر
 کرسی پر بٹھایا بادشاہ نے آرام دل کو دیکھا ہزار جان سے تار ہوا فطر سروسے سے قرار ہوا
 دل کا وسواس جاتا رہا دولہا کا باب ادھر ادھر کی باتیں کر کے حرف مطلب بان پلایا بادشاہ
 نے کمال خوشی قبول فرمایا اور حضرت ہو کر قلمہ میں داخل ہوا بیان اوی روز کچھ است رہے بات
 طیار ہو کر بڑے دھوم سے روانہ ہوئی جب دولہن کے دروازے پر پہنچی کار پرواز ان شاہ نے
 آگے بڑھ کے استقبال کیا تعظیم و تواضع میں مبالغہ بدرجہ کمال کیا پھر قاضی صاحب تشریف
 لائے نکاح پڑھایا کئی ملک کے خراج پر عقد بندھا دولہا کے باپ نے ہوشیاری کی بڑی عیاری
 کی کہ کاہن نامہ میں اپنے اصل لڑکے کا نام لکھا ہر طرح کا مطلب ضروری بہ ترتیب و انتظام لکھا
 جب نکاح ہو چکا نکاح کا شروع ہوا ہر شخص سلی طرف رجوع ہوا آرام دل نے دہان لے
 ایک مہتمم سے کہا کہ میں یچین ہوں چاہتا ہوں دو گھڑی سو رہوں اوسے عرض کی
 ہم اللہ رنگ محل میں چل کر آرام فرمائے یہاں کیون تکلیف اٹھایا غرض آرام دل وہاں
 اٹھا اور رنگ محل میں گیا مسہری رنگار پر اپنی معشوقہ کے فراق میں لوٹنے لگا رو سنے روئے
 سوزش دل جو سوا ہوئی تو یہ فرد خواجہ میسرور کی زبان سے آشنا ہوئی درو پیش کو دل کی
 میں سمجھا تھا یہ آنسو بکھا دینکے پڑے یہ آگ تو بانی سے بھڑکی اور بھی دوئی نہ پھر جو دل بھرا
 نے ستایا تو بصد حسرت و یاس یہ فرمایا مصحف سنبھالا ہوش تو مرنے لگے حسنین پرہ
 ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدھے نہ کبھی ضبط کے ساتھ روتا تھا کبھی بے اختیار
 سے آواز بلند کر کے ان اشوار درد انگیز کا نالہ سہا ہوتا تھا جرات یہ سوز عشق نے گہری
 لگا دی آگ اسے ظالم نہ جلا جاتا ہے دل برہین چھکا جاتا ہے تن اپنا نہ کوئی یار سے بچھوٹا

فی مونس نہ بہم رہے یہ سنا دین کسکو ہم درد و غم رنج و محن اپنا + فراق و تیس اور فریاد بھی تو
ہمارے تھے بیمار عشق پر پرائی مجھ کو یہ کیسا دیا ہزار عشق کی غرض کسی نیند کمان کا بونا یونین ہنرم
رونا آنسوؤں سے منہ دھونا

بقیہ رہو کر آنا صنوبر پر پیکی کا دلیر کے اشتیاق میں اور عاشق بنو
آرام دل پر پھر شب و روز جلنا اور شمع سان گھلنا آتش فراق میں

خدا را فرما ساقیا اوٹھو شہنازائے سائنے لاشرب کیا با کہک جام بی اور فکرواٹھا کہ جس تہ دل کا لکھن ہوا

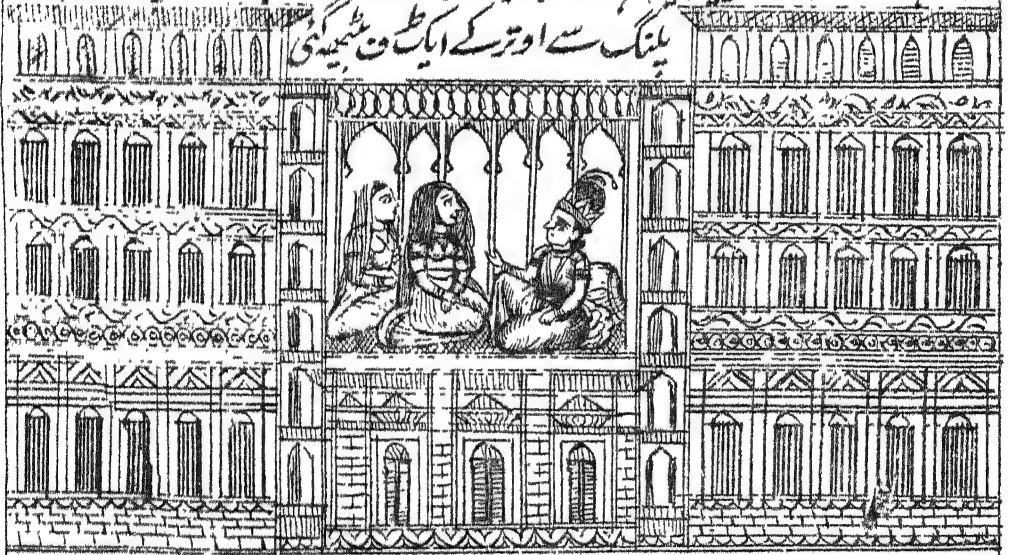
اب آگے تو یہ بیان بے قرار رہنے دیجیے اور کچھ حال اوس عروس شہزادہ سیاہ فام یعنی صنوبر کا کام کا
سنیے کہ قبل از سادی صنوبر شہزادی یہ خبر یا چکی تھی کوئی دلنہیز یہ قصہ سنا کر اوس کا دل جلا چکی تھی جس
شخص کے ساتھ یہ رابہا ہونے والا ہے وہ بیچ عیب شرعی اور ایسا کالا ہے کہ اگر دیو سفید بھی وہی
صورت پر کدورت دیکھے تو مارے خوف کے کالا ہو جائے مقابل ہونے کی تاب نہ لائے مگر شرم و
عیاد انگیز تھی اسلئے راضی برضا سے تقدیر تھی جب اوس صورت منحوس کا خیال وصال کرتی تھی
روتے روتے اپنا جزا حال کرتی تھی مگر لوگوں کے سامنے کبھی سہات کو زبان پر نہ لاتی تھی اس گفتگو
کے باب میں اپنے منہ پر گویا مہر خاموشی لگاتی تھی اکثر انیسین جلیسین اسے خاموش دیکھ کر کہتی
تھیں کہ اسے شہزادی سبب خوشی اور اندر دہ دلی کیا ہے جب رہنے کا منشا کیا ہے آج خدا
نے یہ دن دکھایا ہے گل امید کی شگفتگی کا روز آیا ہے منہ بولو کچھ بات کرو تو اوس نے کہتی کہ اگر
لوگوں میں کیا خاک مہنون کیا بات کروں خدا کی شان کو دکھتی ہوں کہ تقدیر کہاں لڑی ہے کس
مہیبت میں جان پڑی ہے کیسی بلا کا سامنا ہو گا بلا اور بھوت سے پالا پڑے گا دیکھ کر کیا ہو گا
اب تو ہماری جان اس عذاب میں پھنستی ہے غل جانی کی عقلمندی پر خلقت خدا کی سنستی ہے
اسے کیا سبکی سمجھ رہے پھر پڑ گئے ایسے آنکھوں کے اندھے ہو گئے کہ جان بوجھ کر ایک پلید سے
بیاد کرتے ہیں مجھے دین و دنیا سے تباہ کرتے ہیں یہ سن کر وہ سمجھاتی رہیں زخم دل پر مہم دلاسا
لگاتی رہیں القصد جب عقد سے فرصت تخلیہ کی صحبت ہوئی انھیں سیلیون میں سے اگر ایک
نے کہا کہ یکم دولہا اس وقت رنگ محل میں آرام کرنے گیا ہے بنے پنچم خود دیکھا ہے سب جان لیتے
وہ تو نہایت خوب صورت نوجوان رشک حور و غلمان ہے کون آنکھوں کے اندھے تھے
جسے اوس پر پیکی کو بصورت بنایا تھا کسکی شامت آئی تھی جسے یہ غفلت اوٹھایا تھا اور

حضور سے تعجب ہے کہ اون بدخواہوں کے کہنے کو سچ جانا بے دیکھے یقین آگیا یہ تو وہی مقدمہ
 مطابق ہے حکایت کہ کسی بستی میں ایک میانجی تھے علم فارسی اور کچھ عربی جانتے تھے
 مختصر مطول جانتے تھے درس و تدریس اور نکاح کا معاملہ کے پڑھانے کا شغل صبح شام تھا تقدیر
 جو لڑی ایک امیر نے اونکو فقیر جانکر اپنے فرزند کی تعلیم کے واسطے نوکر کرکھا اور نیک سمجھا کہ ایک
 بھلے آدمی کی لڑکی سے بیاہ بھی کر دیا میانجی نے جو نوکر ہی بیش قرار اور گھاتے میں جو روٹیکے
 پانی کمال خوش ہوئے غم ہائے دین و دنیا فراموش ہوئے جب مدعاے دل خاطر خواہ حصول
 ہوا پھر تو حضرت کا یہ معمول ہوا تمام دن نو لڑکے پڑھانا اور رات کو اپنی بی بی کے ساتھ عیش
 میں بسر کرنا مقرر رکھا ایک روز متب میں بیٹھے ہوئے بہار دانش کا سبق پڑھا ہے تھے بہن
 سادہ لوح کی حکایت سمجھا رہے تھے کہ ناگاہ کسی حریف ظریف نے آکر کہا کہ میانجی صاحب آپ
 کس خواب خرگوش میں ہیں عالم مجھ ہے یا کچھ ہوش میں ہیں آج دن دہائے آپ کے مکان
 کا قفل ٹوٹا ہے متاع تنگ و ناموس آپ کا ایک بد معاش لوٹتا ہے خبر لینی ضرور ہے آئندہ
 اختیار ہے بندہ مجبور ہے یہ سنتے ہی میانجی مارے غیرت کے بید کی طرح کانپنے لگے شرمندگی سے
 پسینے پسینے ہو گئے ہانپنے لگے بہار گلستان دانش چھوڑ خوشی بھول گئے حواس باختہ ہوئے
 سبق بھول گئے اور تو کچھ بن نہ آیا گھبرا کر فرمایا کہ بھائی ذرا شرح وقایہ لانا فلاںے ورق فلاںے صفحہ
 کی وہ سطر پھک سنا نافسیر بھی دیکھنی چاہیے ایسے بدکار کو تفریہ دینی چاہیے لوگوں نے دیکھا کہ
 میانجی سخت بے وقوف محض گدھے ہیں فقط کتابوں کے بوجھ میں لدے ہیں کچھ اپنے بیگانہ
 خیال نہیں کرتے تجویزی استفسار حال نہیں کرتے جو منہ میں آتا ہے کہتے ہیں ہر بات میں
 بہکتے ہیں آخر ایک بے باک نے کہا کہ میانجی صاحب آپ کو یہ جملہ فعلیہ کیونکر ثابت ہوا کہ خبر
 پر آپ ایسا کلام انشاء کرتے ہیں آپ نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے جو تفریہ دینے کا ارادہ ہے
 یہ تصور آپ کا محض باطل ہے تصدیق اسکی بہت مشکل ہے یہ جو آپ نے سوچا ہوا شکل کا نتیجہ
 برا ہر پہلے جا کر دیکھ لیجئے پھر جو چاہیے وہ بھیجئے اور بے دیکھے کسی پر گمان بد کرنا جلدی سے حکم حد کرنا
 نہ حدیث میں آیا ہے نہ قرآن مجید میں خدا نے فرمایا ہے یہ سنکے میانجی چونکے اور سرعت تمام اپنے
 مکان پر پہنچے دروازہ کھول دانا اندر چلے گئے دیکھا کہ بی بی نیکبخت اپنے میان کے انتظار
 میں کھانا کباب بیٹھی ہے میان کی شکل دیکھتے ہی سیلابی و آفتابہ لیکر دوڑی آئی ہاتھ منہ دھوا کہ
 کھانا رو برو لائی میانجی دیکھتے ہی تعجب میں آئے اور اپنی بیوی کو قوفی پر بہت شرمائے غرض اس وقت

اور صاحب اس بیان سے یہ سمجھ کر ہلکے گئے کہنے سننے پر اعتقاد نہ کیا ہے جو کہ اپنی ہون آواز
 سچے جانو نہیں تو ہاتھ نکلن کو آ رہی کیا ہے اب دیکھ لینا کہ وہ کیسا ہے جنوبیہ کے چپا ہون
 گر تھامہ وصال ایسے صاحب جمال کی بارہ کمال ہوئی طبیعت کو خوشگاری شاہدہ صورت
 کی فی الحال ہوئی دل سے مشورہ کر کے لگی کہ میں طبع شہزادے کو دیکھا جاتا ہے اگر فی الحقیقت
 خوب صورت ہو تو شک نہ ادا کرنا چاہیے گا، علی عنایت ہی مگر بھرتہ خیال کیا کہ کمال ہونے کے
 دیر نہیں ہو رہا ہے لوگ ایک دم نہیں چھوڑے لے انکی طبیعت میرے دیکھنے سے سیر نہیں ہوتی ہے
 جاؤں تو کیونکر جاؤں اور پھر یہی کہی نہیں مانا اس دل کو کس طرح سمجھاؤں غم و دو گونہ رنج و
 عذاب ست جان مجنون راہ بلا سے صحبت بلی و فرقت لیلایا اور یہ بھی سہی کہ میں وہاں گئی
 مگر کسی نے جو مجھے دہان بیٹھے دیکھا تو وہ اپنے ہی میں کیا کہے گا اسکا جو چہا ہمیشہ رہیگا اور موت
 کیسا مال ہو گا مارے غیبت کے کیا حال ہو گا یہ سب خام پلاؤ پکار ہی تھی دل سے سو سو تیر
 ہزار ہی تھی کہ حضرت عشق نے ہاتھ پکڑا اور مٹایا شرم و حیا کا پردہ رخ سے اوٹھایا حضور دار اور
 تشنہ کام کو آب حیاں پلائے لیلایا زلیخا کو دیست کی چاہ رنجدان میں گرانے لے چلائے یعنی جنوبیہ
 نے ایک سہیلی دلربا نام سے کہا کہ اسے دلربا بہر خدا شہزادہ کو کسی صورت مجھے دکھانے سے
 جی کا وسوسا شاد کے سدا اندرونی کوفت میں میری جان جا سے مرض خفقان طبع نازک پر
 غالب آئے دلربا نے کہا حضور میں تیرا صدق ہوں اگر کوئی خدمت عیسر ہو تو اسکی بجا آوری میں
 شایر ہو کر کوشی ٹہری بات ہے ابھی چلیے اور دیکھو آئیے بلکہ اگر کچھ میری گرمی طبع نازک پر ہو تو اسکو شہزادہ
 وصل پکڑ لیا ہے اور جو کسی کے دیکھنے کے لیے کا باس ہے یہی جی کو وسوسا ہے تو اس میں کیا کسی کا
 اجارا ہے یہ کچھ چوری ہے یا چھنا لاسے کچھ دھم و سنال دل میں نہ لاسے بلا تکلف چلیے خوب تر
 اور اسے جنوبیہ کے آرام دل کی عاشق زار غائبانہ ہوئی دلربا ہاتھ لیکر روانہ ہوئی قدم
 آگے بڑھاتے ہی عشق نے دامن اوٹھالیا اور شمل ہوا اس بلکہ کشور جن کے سر پر سایہ کیا نقیبوں
 کی طبع آواز لگائے لگا حضرت کے راہ بنائے لگا مشورہ ہو منتظر شرم کے مارے گھونگھٹ نکالے
 بانیچے اوٹھائے سر جھکا دئے پو سے ایک طرف دلربا بیخ میں آپ جانہ برباد و دوسری سمت عشق
 بدلا اس فن کو اپنا ساز پانچ یہ راہ لگا دیکھا زہرہ ایک سے پکاری شعر خدا جانے کر گیا جاک
 کس کس کے گزیراں کو ہوا اس اور کجا چلنے میں ہوا اوٹھالینا یہ دامن کا غرض بانہاراں کرشمہ
 ناز و غمزہ و انداز رنگ نعل میں داخل ہوئی خاطر مضطر کو تسکین ہوئی دل کی مراد حاصل ہوئی

اور جس مقام پر کہ وہ دلارام مانند مرغ نیم بسمل تھا خرامان خرامان آئی جوہن نظر ملائی تیغ نگاہ
سے گھائل چوئی طبیعت اور بچی مائل ہوئی غالب دل سے تری نگاہ جگرتک اور گری بہ دور
کو اک اور دین رضا مند کر گئی بہ دل نیاز منزل زلف پر خم کا طرہ بناتا قطر سے کمان ابرو میں چلے
بندھا آنکھیں نظارہ چشم جادو سے حیران ہوئیں مردم دیدہ کی شوخی دیکھ کر حجاب آیا پردہ عفت میں
پہنان ہوئیں سنان شرکان سے خوب نیرہ بازی ہوئی دلون کے پڑے اور سے جلا و عشق کی اچھی
فتنہ پر بازی ہوئی شعلہ رسارسے کاشانہ صبر و تحمل جگایا اشک نہ لے جو بجا نہ کا ارادہ کیا پنجد
شرکان آبلوں سے پھل گیا لب شیرین کی تہا میں زندگی تلخ ہوئی بیکاری سے آرامش گاہ جان نیز
تصرف کیا بے اختیار مضطرب ہو کر روئی جان بولن پر آئی غنچہ دہن کے نظارے سے عذیب
روح قفس تن میں گھرائی آہ سرد دل غم پر دروست کھینچ کر پشیمان ہوئی اوس شکل پر عفت تشا
کو دیکھ کر مانند آئینہ حیران ہوئی بازہ کو دیکھ کر تناسے وصال میں شانہ پھٹکا مرغ دل کو کسی
قبلہ رو کی تلاش میں بسمل جو پایا اور کچھ لگان ہوا جی و بھر کا مصنف یہ جو سامان ہوئے وہاں
لیکبار پتیر شرکان کے پل میں ہو گئے پارہ عشق نے آن کر سلام کیا نہ آہ و نالہ سے اپنا
کام کیا نہ پائے رنگین سے دل ہوا پامال نہ زلفین چہرے پہ ہو گئیں کج حال نہ سو کر لایا دیکھ
پیشانی نہ آئی پیش اوسکے تھی جو پیش آئی نہ تھا وہاں موتیوں کا بار پڑا نہ عشق یاں بھی گلے
کا بار ہوا نہ چشمہ چشم تھا جو دان جاری نہ یاں بھی تھی آستین ترساری نہ تھا جو مرغوب دل نہ
وان کوئی گل نہ یاں بھی دل اوسکا ہو گیا بلبل نہ القصہ صنوبر آرام دل کو دیکھتے ہی ام
دل کھو بیٹھی اوسکی عاشق زار ہوئی فطرت محبت سے نہایت بیکار ہوئی بھواس ہو گئی آگے نہ بڑھ سکی
یہ شعر پڑھتے ہی عشق آگیا زمین پر گر پڑی خواجہ وزیر رکھو سوا و خط رخ شگ قمر سے دور پڑتی
ہے جیسے شام آئی سحر سے دور نہ عشق فتنہ کرنے اپنا کام کیا معشوق کو بھی پابند اکام کیا کرتے
ہی داربانے شہزادی کو آغوش میں لیا ہر چند ہو شیار کیا مگر صنوبر نے کچھ جواب نہ دیا جب تو بہت
گھبرائی شہزادی کو گود میں لیے ہوئے شہزادے کے قریب آئی اور کہا غنچہ اور اٹھیں میری
صاحبزادی کو لیٹنے دیجیے خدا جانے آپ نے کیا جادو کیا ہے کہ میری ملکہ کا یہ حال ہو گیا ہوا
صاحب مصنف ہم کسی کا جو کوئی بھرتا ہوں یا کسی پر جو کوئی مرتا ہے نہ وصل میں کیوں جی
اسکے ساتھ بھلا نہ کوئی ایسی بھی بات کرتا ہے آرام دل کو اپنی مصیبت میں گرفتار تھا جان
سے نیز تھا یہ اشعار پڑھ کر اٹھا اور پلنگ سے اتر کر کند پر آ بیٹھا مصرعہ مصنف بر بند

مومن خان مرحوم دہلوی بہن میں تو کسی ابروی خمدار کا بسمل نہ کر لست سلسل کا گرفتار
 ہے یہ دل نہ سن لے مری جان اس میں تو کچھ بھی نہیں حاصل نہ اپنی تو طبیعت ہے کسی اور پہ ناکش
 کچھ کام نہیں چچ و خم وزن دوتا نہ کھایا کر کے بل سیکر دون یہ میری بلا ہے نہ رنڈ ہار ہے سرکین
 جدا ہووے نہ او کا خیر مرا لگا ہووے نہ دم نہ نکلا شب فراق میں بھی نہ نہت دانی ترابرا ہووے نہ
 دانا نے جیہ باتیں میں تھیر ہوئی لیکن گھبراہی ہوئی تھی کچھ عذاب نہ یا ہمنور کو پلنگ پر لٹا کر
 خواصیوں کو گرد پیش سے ہٹا کر ڈھولنے میں سے حامل قرآن نکال کر وادینے لگی عطر لاکر
 سونگھایا چہرہ گلبر پر کیوڑے کا چھیٹا دیا غرض سب کچھ کیا مگر کسی حیر کا اثر نہوا جب دوسرے میں
 دلدار شام جان تک پہنچی روح کو تازگی ہوئی فوراً آنکھ کھول دی اپنے تئیں دلدار کی جگہ
 لیٹے ہوئے اور محبوب کو نیچے بیٹھے ہوئے دیکھ کر ناتوانی کے ساتھ دلربا کا ہاتھ پکڑا دھکی اور
 پلنگ سے اتر کے ایک طرف بیٹھ گئی



مقابل ہوتے ہی آرام دل گیا دونوں طرف سے دل ملیا آرام دل نے کہا ناسخ کیا حسن
 کی جو کڑیچ و تاب میں نہ پیچ و تاب کب ہے بھلا سوج آب میں نہ یہ سکے صنوبر کو کچھ اپنے حسن و
 جمال کا غرور ہوا تیوری پر بل ڈاکٹر شہزادے سے آنکھ ملائی اوس وقت آرام دل نے عالم خیال
 میں اپنے پیار سے مخاطب ہو کر کہا رنڈ جلوہ حسن خدا داد خدا دکھلا دے نہ ستر دن کو بھی صدم
 شان خدا دکھلا دے نہ یہ لکڑا خاموش ہو گیا دیر تک یہی صحبت رہی صدم و کیم کی کیفیت رہی آنسو

صنوبر نے کہا کہ صاحب ہم تمھارے پاس آئے ہیں تم مجھے بات بھی نہیں کرتے ہو ہر دم دم سرور
بھرتے ہو کس پر مہر تے ہو یہ کیا آدیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے مزاج میں بڑی نخوت ہو گئی
تو آپ کا مزاج کیسا ہے فرمائیے تو کس واسطے حال ایسا ہے شہر کی طرف سے آج عبت تک جو آپ
سے بیچ کہہ ہمارے سر کی مٹم کیوں اور اس سے آرام دل نے جواب دیا جی صبح کیوں آؤ
ہم نگرین شب سے تاحرہ کیا تجو در دہو ترا دل تیرے پاس ہے پڑا ہے شہزادی بقول وقت
شوق نظر ہے جب اک رخ پر نور کا بند ہے مرا مرغ نظر پروانہ تن طور کا پڑا دینی خلعت میں
اپنے دخل کب ہے نور کا پڑا مھر اک شعلہ سا ہے وہ بھی چراغ دور کا پڑا جاتی ہے جس کا خلقت
شعلہ نار جہیم پڑا سو وہ پنیہ ہے مرے داغ دل محروم کا پڑا دل کا یہ احوال ہے فرقت میں اک محروم
کے پڑا جیسے مرجھا یا ہوا دانہ کوئی انگور کا پڑا اے شہزادی فوق میں وہ مجنون ہوں جو کنگوں
کنج زندان چھوڑ کر پڑا سیب جنت تک نہ کھاؤں سنگ طفلان چھوڑ کر پڑا میں وہ ہوں گناہم حبیب
دو قتر میں نام آیا مرا پڑا رکھیا بس منشی قدرت جگہ دان چھوڑ کر پڑا ہو گیا طفلی ہی سے دل میں ترازو
تیر عشق پڑا بھاگے ہیں مکت سے ہم اوراق میزان چھوڑ کر پڑا اضطراب دل نہ پوچھو گم مرغ فوجیوں
دیکھ لے پیچھے میں اے رشک گلستان چھوڑ کر پڑا اے جان جان ہم ایک غیرت گل کے بلبل
ہیں ایک پری کے دیوانے ہیں اوسکے فراق میں خواہ باشتہ بالکل ہیں نہ سر کا ہوش نہ باٹوں
کی خبر ہے در و جدائی سے حال اتبر ہے تصویر دیکھتے ہی محو حیرت ہو سے زلف بیجان کا خم دیکھ کر
گر قتر دام محبت ہوے اور حال مزاج ملال امتزاج یہ ہے کہ تپ فرقت کی شدت سے سینہ میں
در دہر جگہ ہے طبیعت مکر ہے بشاشت کو سون دور ہے ملالت کا دل پر اثر ہے لب پر آہ سرور
دل میں در دہر چشم ہمارے بیمار ہیں فرط جنون سے گریبان صبر کے تار تار ہیں مصنف
حال دل اشک آہ سے پوچھو پڑا میں غلط دو گواہ سے پوچھو پڑا لب گوہر میں کلیجہ چھلنی ہے دل
میں ہزاروں ناسور ہیں پڑا فوق آپ کی ہے سر گرداب فنا کشتی عمر پڑا ہنس با د مخالف کا سر چھوٹا
ہم کو پڑا اندون کچھ آپ ہی آپ خط ہے دل کو جنون سے ربط ہے بظاہر تندرست ہیں مگر دل مردہ
ہے گرجوشی کرتے ہیں مگر ٹھنڈی سانس بھرتے ہیں طبع افسردہ ہے غنچہ خاطر باد سموم غم سے پڑا مردہ
ہے اس حال نا توان کا اللہ نگہبان ہے دم سینہ میں کوئی دم کا سمان ہے بقول صبح کی لگی ہوئی
ہے ہر وقت دم شماری پڑا کیا حال پوچھتا ہے اے ہمنفس ہمارا پڑا یہ دل کھنت رات دن کراہتا ہے
وصل دلبر کا چاہتا ہے اسکے ہاتھوں ہم اپنی جان سے عاری ہیں تپ فرقت سے رنگ فوج ہے

اپنے جی کے ارمان کر رہی ہے ہاں ہاں صاحب ہم اسی لائق ہیں آپ کی جانی حسن و خوبی میں
 فائق ہیں اور ہم نے توفیق محبت سے تقاضا سے الفت سے آپ کی ملاقات کی جگر کی بقیاری جی کی میٹھی
 سے آپ سے بات کی اگر مزاج پر ہی میں دل عشق منزل رنجور ہوا تو معاف کیجئے قصور ہوا لغیر جی ہوں
 آپ کے کتنے ہی ستم اُف نہ کرینگے چپ بیٹھ کے ہم کھائینگے غم اُف نہ کرینگے چرتک بھی اگر کاٹا سکے
 پھینک دو گے ہمارا ہم آپ کے قدموں کی ستم اُف نہ کرینگے یہ کہہ کر و مال منہ پر کھکھار ڈال رہے ہیں
 سوزن شرکان سے تار نظر میں موتی پر وئے لگی تہذیب عشق جو لیلی کو نجد میں لایا تھا وہی جذبہ بل
 جس نے یوسف کو زلیخا تک پہنچایا تھا وہی الفت جس نے آرام دل کو آوارہ وطن کیا وہی محبت
 جس نے صنوبر پر پی پیکر کو غرق دریا سے رنج و محن کیا وہی غم جس نے یہاں بھی تاثیر دل دکھائی
 آرام دل نے طبیعت کے روکنے کی بہت تدبیر کی مگر کچھ بن نہ آئی ضبط نہوا اسکے رونے پر
 ڈاخیلا دریا سرشک آنکھوں نے جاری ہوا بخود کا عالم طاری ہوا پھر شاہزادے نے فرمایا کہ صفا
 اس قدر کیون روتی ہو کیون اپنی جان کھوتی ہو وصل کین روٹا تھا اسی کام ہے یہ کیا شکون بد
 ہے اسکا بڑا انجام ہے میں تو تھا سے بس میں ہوں منع نوکر قمار کی طرح نقش میں ہوں غلام بناؤ گا لین
 دو ہم تھا سے تابع ہیں جو چاہو سو کرو بقول حسن کبھی یوں بھی ہر گردش روزگار نہ کہ معشوق عاشق
 کے ہوا اختیار ہے اور ہمارا تو حال روشن ہے کہ ہر وقت اشکون سے تر دامن ہم تو کسی پر ہی کے
 دیوانے ہیں کبھی شمع وکے پروانے ہیں **سیم دہلوی** ہم کہے دیتے ہیں زحمت خوردہ ہے
 دل تو حاضر ہے وئے پڑمردہ ہے دربارے دیگھا کہ صنوبر کے جذبہ دل نے اثر کیا شہزادہ کچھ
 کچھ راہ پر آیا جلدی سے جام و صراحی صنوبر کے پاس لائی اور شہزادی کے کان میں جھجک کر
 کہنے لگی کہ اب ذرا اپنے ہاتھ سے شراب پیلائیے یہی وقت ہے ساتی نیچائیے صنوبر نے ساغر کا
 میں لیکر آرام دل سے کہا کہ بھلا اب جو کچھ ہوا سو ہوا ذرا اسپن سے دو ایک جرعه ہاتھ سے میرے
 پیچھے جھکے منوں منت کیجئے آرام دل نے کہا لا ادری شراب کیسی نشہ کمان کا کیسے میں انتظار
 میں ہوں چئی محبت جو مینے پی ہے اویسے اب تک خمار میں ہوں کیا تکلف ہو کہ بے آب و خویش
 جیتے ہیں چخت دل کھاتے ہیں اور خون جگر پیتے ہیں انکھوں میں ہر دم شراب محبت کا خما
 ہے جام و صراحی بیکار ہے اپنا تو دل نے عشق سے شراب ہے ایک قطرہ بھی بغیر اپنے یار کے
 زہر بار ہے بقول صلیح اوشاکے پھینک دے ساتی تو میرے آگے سے بغیر یار کے جام شراب
 کیا ہوگا صنوبر نے کہا یہ تو ہم خوب جانتے ہیں کہ یہاں آپ کا ناک میں دم ہے بغیر اوس نہ لکھو

شاہدست ناز کے یہ شراب آپ کے حق میں سم ہے مگر لہر آب کو اوی صنم کی قسم ہے اسے
اوش کر دیجیے اوسکی یاد میں ہمارے سامنے ایک دو گھنٹ پی بیجیے غرض آرام دل نے
شہزادی کے اسرار سے یاد دلدار میں وہ جام پیا پھر انکار کیا سبحان اللہ کیا شان کبریائی ہے
کہ آرام دل یوں مرے اوڑائیں اور وہ نوشاہ سیاہ فام یوں ہی ناکام رہ جائیں صنوبر کوادھ
میلان ہو سا فرخانہ بدوش باختم ہوش وطن آوارہ کی دلاری کا سامان ہو سچ ہے اس میں
کسی کا کیا قصور ہے آدمی بچارہ مجبور ہے عشق بد بلا ہے اس باغ کی اور ہی ہوا ہے حسن خوب
شکل محبوب کے سب خواہشمند ہیں حسین جہاں پسند ہیں ناسخ حق جمیل اور دوست رکھتا ہوا
خوبرویوں سے محبت خوب ہی بد خوب صورت کو اپنے ہمسر کی تلاش ہے یہی بات ہر دم حاضر
ہے پری کو آدم زاد سے نفرت ہے آئینے کو غبار سے کدورت کی صورت ہے شمع گل پر جانے
لبیل قمری کے بیٹھنا بار ہے سرور پبل کا چھپے کرنا گوار ہے القصہ صنوبر نے شہزادے سے
نام و نشان اور وجہ سفر کو باصرہ تمام پوچھا اسی وقت آرام دل نے احوال اپنا صنوبر سے تفصیل
سیان کیا اور کہا فرد گروش تقدیر و بخت نارسا لایا یہاں بڑے صنم اب یاد رکھو ہم کہاں اور
تم کہاں بد صنوبر جو اس کیفیت سے باخبر ہوئی بادۂ غفلت کا نشہ ہر آن ہوا مضطر ہوئی گھبرا کر
دلربا سے کہنے لگی کیوں تم نے جو پہلے کہا تھا وہی ہوا یا تمھارا کہنا صحیح ہوا پھر ایک آہ سر دھند
ویا س سینہ سوزان سے کھینچ اور رو کر کہنے لگی درو سینہ و دل حسرتوں سے چھا گیا بد پس ہجوم
یاس دم گھبرا گیا بد امی شہزادہ افسوس تجھے سا شیریں لب شکر گفتار سمے ہمکنار نہو دل ہجوم غم و الم
سے کیونکر بے قرار ہو اب آپ اودھر تشریف لیجائیے لوگ ہمیں اوس موعی کے پھندے میں
پھنسا ئینگے ہم مرغ نو گرفتار کے مانند قفس تنہائی میں پھڑک پھڑک کر مر جائیں گے خیر کنج خانہ سے
وہی پھر وہ اندھیری شب ہے پھر وہی ہم وہی تنہائی وہی یارب ہے بد دلربائے کہا بیگم ایسا نہ پھر
اتنا غم نہ کھاؤ دیکھو تو حضرت شہزادہ عالم کیونکر جساتے ہیں اور وہ سیاہ فام کیا رنگ لائے
میں صنوبر نے کہا اے دلربا بقول جبرائیل کہ سامان انکے رہنے کا نہ کچھ یہ طالع کہنے بد دل بیتا
کو کس منہ سے کیسے تک تحمل کر بد صنوبر کی آہ وزاری اور اوسکی بکیسی اور بے قراری سے آرام دل
کا آرام دل گیا کمال صدمہ ہوا اپنا سا بقرار پایا اپنے اوپر قیاس کیا چین ہو گیا آنکھوں میں آنسو
بھرا لایا اور صنوبر سے فرمایا کہ میں تمھارا ہر طرح سے فرمانبردار ہوں خوشی تمھاری مجھے بدل منظور ہے مگر
کیا کروں اس دل سے ناچار ہوں تم ہی ذرا خیال کرو الم و یس علی نفسہ اپنا سادل اور کا بھی دل

سمجھو تھوڑے دنوں اپنی خدمت سے معاف کرو آئینہ خاطر میں کہ ورت نہ لاؤ میری طرف سے دل نہیں
 کرو چند مدت اور غم کھاؤ مجھ پر کم کرو اگر میرے قول کا اعتبار نہیں ہے تو مجھے حلف اٹھواؤ کیا
 چاہو قسم لو فرد میرے کہنے کا نہ یا کرو ہو نوشتہ لے لو یہ ضامن انسان کے عوض چاہو ہوشہ لے لو
 صنوبر نے رو کر کہا اسے شہزادے مجھے یہ امید تھی کہ آتش محبت سینہ میں بکھر کا حرف مجھونی زبان
 پر لائے گا شعلہ رخصت کر دکھا کر آتش بھراں میں جلائیگا افسوس میری تھی مری مجھے توقع
 تھی سنگم نکلا، موم مجھے تھے ترے دل کو سو تھم نکلا یہ سب راز و نیاز سوز و گداز کی باتیں موری تھیں
 کہ مشاطہ صبح نے پیشانی غور شب پر سہرہ تار شاعی باندھا اور نوشاہ ماہتاب نے مسخ حجاب کا
 رخ انور پر ڈالا دلربائے کہا حضور دیکھیے سحر ہو گئی مگر آپ کو یوں ہی روتے ہوئے بس ہو گئی چلی افس
 بیان مٹھنا مناسب نہیں محل میں آپ کی تلاش ہو گئی یہ نہ صنوبر آرام دل سے رخصت ہونے
 لگی اور کوئی ایسی شہزادہ بہر خدا مجھ کو اپنے جی سے نہ بھولانا میری یکسی پر نظر کرنا پھر آنا نہیں تو یاد رہے
 کہ ہم اپنے جی سے گزر جائینگے آپ کو خبر ہوگی تو آپ بھی افسوس کریں گے پچھتاہنگے ہمارے ہم پر بہت
 ہے کہ خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے سنتے ہیں کہ قیامت آئیگی مگر ہمارے واسطے آج ہی قیامت
 حضرت نواب اسد اللہ خان غالب مذللہ العالی سے آہ کو چلیے ایک عمر سوئے
 تک نہ کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک نہ عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب نہ دل کا
 کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک نہ ہمنے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن نہ خاک ہو جائینگے ہم تم کو
 خبر ہونے تک نہ کیا کون پاس عزت اور والدین کی اطاعت ہے ورنہ تمھیں اپنے پاس سے ایک
 دم جدا ہونے دیتی اگر تم نہیں مانتے تو خود ہمراہ چلتی مگر اپنے دل پر جدائی کے صدمے نہوتے دیتی
 آرام دل نے صنوبر سے اپنے پھر آنیکا وعدہ کر کے عہد پیمان کیا بہت سمجھایا قرآن و میاں
 کیا صنوبر نے کہا اچھا اب تمھارا خدا حافظ اور نگہبان علی کی حمایت نبی کی امان دل آپ کے پاس
 کیا اور آپ کو خدا کو سوچنا یہ ہماری یاد دلاتا رہیگا اپنا قصہ سن کر غم و الم خاطر مبارک سے ٹھٹھاتا رہیگا
 مگر میر دل کی کچھ قدر کرتے رہنا تم نہ یہ ہمارا بھی ناز پرور تھا نہ یہ ککر دازار روتی ہوئی دلربا کے ساتھ
 چلی گئی اور موتی محل میں داخل ہوئی صنوبر کے جاتے ہی یاد دلدار نے شہزادے کو پھر لپک پر لایا
 ہنسی تھی اوس سے دو چند رو لایا نسیم سحر جو چلی یہ رات کا جاگا ہوا انگڑائیاں لینے لگا فلک تفرقہ پر
 نے اپنا کام کیا لینے آرام دل نے خیال جانا میں آرام کیا

لیجانا اون پر یوں کا آرام دل کو پھر اوسی بیابان میں اور روانہ

ہونا اوس آرام دل وجان کا تلاش ملک جہان میں سیر باغ بہشت نژاد کی اور ملاقات ملکہ سیمتن پر نژاد کی

بس اب سابقا جلد بیدار ہوئے ذرا خواب غفلت سے ہوشیار ہوئے پھر اک جام بی اور پکا دجھے
سہار گلستان دکھائے مجھے شہسواران عرصہ داستان ورہ نور دان کو چہ بیان شہب جہنم
قلم کو میدان صفحہ قرطاس میں یوں جولان کرتے ہیں کہ جب سچ قریب ہوئی صنوبر مضطر کو فرقت لدا
نصیب ہوئی اعلیٰ پری اور سبیری کہ اوس وقت تک مصنوعی ملازم سہر کا تھیں فاضل میں سہ گرم
کار و بار تھیں آرام دل کو تلاش کرنے لیکن رنگ محل میں جوائیں دیکھتی کیا ہیں کہ شہزادہ ایک
جواہر نگار ملینگری پر جو ان کی اُمنگ میں شبنم کا دویٹہ تارے مسور ہا ہے نا تو اتنی پانٹوں دبا رہی ہے
نسیم سحری کا پنکھا ہو رہا ہے پر یوں نے شہزادے کو غافل پا کر اوسی تخت پرستہ سے لٹایا جس کرٹ
سوتا تھا اوسی کرٹ سولایا پھر آپ سوار ہوئیں اور تخت کو لے اورین اتنا ہے راہ میں فتا آرام
کی آنکھ کھلی پر یوں پر نظر پڑی سمجھا کہ سب انھیں کی مجلسازی اور شعبہ بازی ہے خوف سے
پھر آنکھ بند کر لی پر بیان جہان سے آرام دل کو لائیں تھیں وہاں جا پہنچیں شہزادے کو اوس
زین پوش پر لٹا کر آپ اور طرف روانہ ہوئیں یہاں شہزادے نے آنکھ کھولی دیکھا کہ گھوڑے طیار
کھڑے ہیں اور محمود کیسی جستجو میں زار زار روئے ہیں جان سے بیزار کھڑے ہیں آرام دل نے
محمود کو پکارا وہ شہزادے کو دیکھ کر دیوانہ وار دوڑ آیا دیکھا کہ شہزادے کے ہاتھ پانٹوں میں منہدی
لگی ہے گلے میں بھولوں کی تہ بھی پڑی ہے پوشاک شاہانہ زیب بدن ہے ہاتھ میں لنگنہ بندھا
عطر کی خوشبو سے جنگل غیرت گلشن ہے متحیر ہو کر پوچھنے لگا حضور خدا کے واسطے بتائیے کہ آپ کہاں
تشریف لے گئے تھے مجھے داغ مفارقت دے گئے تھے فرمائیے تو یہ کہاں فرے اور اے کیا
رات بھر میں ملکہ حسن افرور سے شادی کر آئے آرام دل نے تمام ماجرا ابتداء سے انتہا تک
محمود سے بیان کیا صنوبر کی آہ وزاری اور بیکاری کے ذکر ملین اشکوں سے ترومان کیا محمود نے
کہنا حضور مبارک ہو شگون اچھا ہوا لیکن جب خداوند کریم آپ کے مطالب برلائے روز فراق کے
شبصال کی سحر آئے اوس وقت اپنے عہد و پیمان کے مطابق کیجیے گا اس سوختہ آتش فراق
کو کہیں دم نہ دیجیے گا آرام دل نے کہا اے محمود فردیسر ہو وصال یا رہو بھلا ایسی کہاں
تقدیر میری ہاں اگر خدا مجھ کو در دلہا تک پہنچائیگا میرے جی کا مقصد برائیگا تو انشاء اللہ تعالیٰ

ایسے وعدہ کرونگا اپنے قول پر ثابت رہو نگاہیہ کنگر گھوڑے پر سوار ہوا رہبر محمود و فادار ہوا اکیلا روز
چلتے چلتے دوپہر کے وقت آرام دل شدت گرمی سے آب آب ہو گیا تمازت آفتاب کی تاب
نہ لاسکا مٹیاب ہو گیا اتفاقاً اوس بیابان میں ایک باغ کا دروازہ نظر آیا شہزادہ گھوڑے سے اتر آیا
اور محمود سے فرمایا کہ اس وقت گرمی کی بڑی شدت ہے مارے پیاس کے بڑی حالت ہو چلو اس باغ
میں جی سہلا میں تھوڑا پانی پیکر تشنگی سمجھائی میں محمود نے کہا حضور اس رنگدروشت پر خوف و خطر میں
خدا جانتے کسے یہ بلوغ بنوایا ہے کون اسکا مالک ہے کسے اسے تعمیر کروایا ہے واللہ اعلم کسی دیو
یا جن کا یہ سکُن ہے یا کچھ طلسم کی رخنہ ہے جلد یہاں سے گزر کرنا چاہیے آپ کو ابھی مسافت لمبی
طے کرنی ہے ایسے ایسے مقاموں سے حذر کرنا چاہیے سعدی درمیشہ گمان مبرکہ خالیست
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد اور جو تشنگی غالب ہے دل فردوس منزل پانی کا طالب ہے تو آگے
آبادی کا نشان ہے بستی کا گمان ہے وہاں چکر مقام کیجیے گا کھانا کھائے گا پانی پیجیے گا غرض محمود
نے ہر چند دم دیا سمجھایا مگر شہزادے کے مطلق خیال میں نہ آیا بے تکلف باغ میں داخل ہوا
محمود نے بھی ساتھ نہ چھوڑا قدم اندر رکھتے ہی دروازہ باغ کا بند ہو گیا محمود نے آرام دل کو جھک
سلام کیا اور کہا کہ شہزادہ دیکھ آگے نجا اب بھی پھر حل ہو ہونا تھا سو ہوا حافظ شیرازی
علیہ الرحمۃ نصیحت گوش کن نادان کہ از جان دوست تر در اندر جو انان سعادتمند پندیر دانا
آرام دل نے کہا کہ مجھ کو یاد آتا ہے بڑھاپے میں تیری تو عقل ماری گئی ہے مجھے بھی کیا حقائق
ہوئے جو تیرے کسے سے ایسی سیر تھوڑوں اس فضا کی جگہ سے منہ موڑوں محمود نے کہا حضور بہت
خوب چلیے اور تماشے دیکھیے آرام دل آگے بڑھا دیکھا کہ باغ بہت عمدہ ہے ہر روش پر سبزہ نو
سے فرش زمردین بچھا ہوا ہے ہر جگہ ہر درخت اپنے اپنے موقع سے لگا ہوا ہے ایک طرف تختہ
یا سمن شاہدان سیمت کی یاد دلانا ہی مقابل اوسکے لالہ زار اپنے سینہ بے کینہ پر ہزاروں دانغ کھاتا
ہے ایک طرف نرگس شہلا بلبلوں سے آنکھیں ملارہی ہے ایک جانب سنبل زار اپنے بل میں
آپ ہی بیج و تاب کھا رہی ہے کہیں نافرمان کی شوخی پر صبا نے بارے طمانچون کے منہ نیلا کر دیا
ہے کسی جگہ نیرنگ ساز عشق نے گل اشرفی کا رنگ زرد کیا ہے لطم گلون پر اس و ش سے بیج
سنبل کہ جیسے عارض جانان پہ کاکل ہر اک سو جلوہ گر تھے سرو شمشاد کہ جیسے جمع ہون خوش
پریزادہ تروتازہ ہفتشہ اور ریحان ہر رنگ خط مشکین عنبر افشان ہر رنگ چشم قتال چشم نرس
بہ از چشم غزالان چشم نرس اور مرغان خوش اسحاق کی صدا بلبلوں کے چپے جا جا باغ کے

چاہے۔ دل کو فون پر چار ہرچ ہمسر گردون دوارا دل میں جھڑنا جاری سانوں بھادون کی بہار وسط باغ میں
ایک تاناب بیچ میں اوسکے بیچ حقیق یعنی کا سعد بالعلی بے بہا اور ہزار ہا دریکتا جڑا ہوا فرش طلسم و کجوب
سے قریب سجا سجا یا اسباب ضروریات سے مرتب یہ کیفیت دیکھ کر آرام دل کے کما مرزا بیدل
خوش است سیر و لیکن دل و دماغ کجاست دل از گاہی کہ تسلی شود بباغ کجاست پھر آگے بڑھا ایک
بارہ دری سنگ مرمر کی نظر آئی زلفیت کے پردے گنگا جمنی چلمین سمنخ طلسم کا ساٹھان کھچا ہوا پتھر
اوسکے ایک تخت سنگ مرمر کا بہت عریض و طویل کھچا ہوا اگر فرش فروش کے تکلف سے بہتر جو کچھ
فرش طلسم مقرر آرام دل بارہ دری کے اندر گیا دیکھا کہ ہر ایک والاں رفیع الشان ہمسر آسمان آسمان
شیشہ آلات سے آراستہ یا قوت ہیرا سنگ پھر اچ زمر و لعل بد نشان سے ہر در و دیوار پر بہتہ ہر نقش و نگار
میں ہر رنگ غیر نقش از رنگ گل اور ابو۔ لٹ کی صفائی پر عقل مانی و بہزاد رنگ گلہ ستہ ہائے
گلاب طاقتور پر قرینے سے دھڑے ہوئے شیشہ ہائے شراب کشتیوں میں نے انگور سے جھرے
ہوئے مسند زنگار گرد او سکے سلک و ریشوار صدر والاں میں کھچی ہوئی ایک طرف پلنگاری مرصع پر
ستہ بنم کی چادر کھینچی ہوئی عطر دان پاندان خاصدان طلائی کشتیوں میں اپنے اپنے موقع سے رکھے
ہوئے دواوین اور قصہ ہائے دلچسپ دیا دگار زمان کتاب دالون میں چنے ہوئے یہ سب سامان
تھا مگر کسی انسان کا کہیں نہ نشان تھا آرام دل بارہ دری کی طیاری دیکھ کر ششدر ہوا ایسے
باغ و دکشا اور مکان اسے کو خالی دیکھ کر سحر ہوا پھر وہ بنہ زار بغیر دل اردل و جگہ میں نشتر ہوا تھوڑی دیر
"دھرا و دھر کی سیر کر کے عازم سفر ہوا اور یہ شعر پڑھا چار منہ سیر کی خوب چنے پھول بہت شاد رہے پتھر بجا
جائے تہن گلشن ترا آباد رہے پتھر گھوڑے پر سوار ہو کر تادرباغ آیا دروازے کو اسی طرح بند پایا حیرت
زور کیا مگر نہ کھلا جب تو بہت گھبرا یا محمود سے فرمایا کہ دروازہ کھولنے کی جلد کوئی تدبیر کرو اب تاخیر نہ کرو
محمود نے کہا حضور میں تو پہلے ہی عرض کیا تھا کہ آپ ایسی سیر پر رخصت ہزار بار پڑھیں اس باغ کے گل و
بوٹے کو بہتر از خار سمجھیے آگے نہ بڑھیں مگر آپ نے نہ مانا جو میں سمجھا تھا وہی سانسے آیا اب اس وقت
میں کیا کروں کہا جاؤں کس سے التماس کروں کہ یہاں کسی کو تلاش کرنا چاہیے یونہی بے آب و دانہ
اور بے گور و غضن نہ مرنے چاہیے الغرض آرام دل اور محمود ہر چار طرف سیر کر سیمہ و حیران اوس باغ
کے باغبان کی جستجو کرنے لگے راہ طلبات میں خضر کی تلاش چار سو کرنے لگے آخر اسی دوا و دوش میں
قریب وقت شام آیا مگر کہیں انسان کا نشان بھی پایا یا جب شہزادے نے دیکھا کہ اب کہیں گریز
کی راہ نہیں کیجیے تو کیا کیجیے کوئی مقام پناہ نہیں سمجھا کہ پناہ عمر شراب حیات معوہ ہوا یہیں زندگی کبھی

رنج و اہم صدمہ درد کہ ہر وقت ہمدرد تھا شکر خدا کہ دل سے دور ہوا مگر انہوں نے کہ وصال یا رکنی دل
 حسرت ہے آئینہ دل میں ہی کہورت ہے حضرت اوستا داغالب طلعہ العالی بیان
 ہون دل کو رعون کہ پڑوں جگر کو زین ہر مقدور ہو تو ساتھ رکھوں ہونہ گروین ہر پھر بخود ہی ہر پھر
 راہ کو سے بار ہر آن سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کہ بھر کو میں ہر آخر تا چاروہ دل نگار اور مجھ غمسا
 ایک درخت کے نیچے مایوس غم و اہم سے مایوس ہو کر بیٹھے آرام دل جب بہت بیترا ہو اتو
 فرمایا اور شہکبار موصوف فرقت میں یاں لبون پرمی جان زار ہے ہر آسے اہل کہ تیرا
 فقط انتظار ہے ہر القعہ دونوں اوسی درخت کے نیچے بیٹھے رو رہے تھے رہائی کی فکر میں غلطان
 ہر پھر ہے تھے کہ ایک طوفان عظیم منور ہوا سیاہ آندھی گردش میں گردون دوار ہوا دفعتاً
 وہ باغ اور مکان ہلا اور ہوا کے زور میں سوے آسمان چلا ہر سانحہ دیکھ کر محمود گھبرا آرام دل نے
 آنکھیں بند کر لیں غشی کا عالم ہوا کلیجہ پھر گیا تھوڑی دیر میں وہ باغ پھر دیر میں ہوا دھن کوہ قاف
 میں جا کر میں ہوا شہزادے نے آنکھ کھولی دیکھا وہی مکان اور باغ ہے مگر صدا دیوا اور پرزاد
 اپنے اپنے کنارے میں مصروف ہیں کوئی روشنی کی طیاری کر رہا ہے جھاڑ فائوس میں لال
 سنبھریان لگاتا ہے کوئی فرش درست کرتا ہے کوئی دیوار گیرون پر کنول چڑھاتا ہے دیوغل
 مچاتے ہیں کوونے اور اوجھلتے ہیں اور میوے کھاتے ہیں آرام دل کو جو اس آئے
 نظر بجا کر محمود کو تو روں ایک تختہ میں گرا دیا اور خود بچا لاکی ایک درخت پر چڑھ گیا دیکھا کہ پہلے
 چند پرزاد شیشہ ہارے گلاب لیکر آئے اور تخت سنگ مرمر جو بارہ درے کے صحن میں بچھا ہوا تھا
 اوپر وہ گلاب چھڑکا پھر فرشتوں نے آکر اوپر فرش بچھایا جا بجا بھولوں کے ڈھیر لگا دیئے ایک
 سمت صدر میں مسد تکیہ لگایا خادون نے کشتیان شراب ناب کی رکھیں قریب اور کے قابین
 گزک اور کباب کی کھین شاہان دل نواز اور مطربان خوش آواز آگرن جمع ہوئے اپنے اپنے
 ساز درست کرنے لگے تمام دیوا اور پرزاد اپنے اپنے موقع اور مراتب سے جا بجا دست بستہ
 کھڑے ہوئے فقط آمد سواری چھوٹے بڑے ہوئے کہ دفعتاً ایک تخت تخت روان ہوا ہر
 ہزار ہا پریان آسمان پر سے صحن باغ میں نازل ہوا اور بیٹھے ہی سب پر یوں نے گھیر لیا چاروں
 طرف سے صدائے لبم اندہ باند ہوئی طبیعت ہر ایک کی خرمند ہوئی اس تخت پر سے ایک
 پری سنایت کم سن از سر کیا جاوہر میں جڑی بڑے ناز سے اوتری ممشوے
 ناز و انداز تازہ کرتی ہوئی چلی ہر کام کل کرتی ہوئی جو نہیں منہ اوٹھائی تھتبا کھل گیا قہر حسن کا اک باب

سکو دھوکا مچا کر چلا دیا | چاند بھی دیکھو اور سکو ماند ہوا | اسخ بننا جب نظر آیا | لاری نے دانغ شکست کھایا |
 اقتصاد اوس بلقیس ثانی نے سخت پر جلیوس فرمایا بزم عشرت کو غیرت کا شانہ عروس فرمایا زعفری پری
 کا طائفہ کھڑا ہوا نایاب گمانے کا همان بندہ تھا اوس وقت اوس شہنشاہ حسن و خوبی نے اپنی نو جوان
 سے ارشاد کیا کہ ہمارا مہمان کہاں ہے جلد جاؤ اور ہاتھوں ہاتھ لادو دیکھو تو اس پرستان کا سلطان
 کہاں ہے یہ سنتے ہی پریوں کو اوس یوسف ثانی کی تلاش ہوئی بڑی جستجو سے جان تلاش ہوئی
 آخر جہاں شہزادہ بیٹھا ہوا تھا اوس درخت کے نیچے پہنچیں شہزادے کو دیکھتے ہی انفرات
 دریافت کر لیں کہ بیشک یہی شخص ہماری شہزادی کا مہمان ہے ورنہ اور آدم زاد کا اس مقام میں
 گزر ہونا کیا مجال ہے کیا جان ہے یہ سمجھا جلد تر آرام دل کو اوس درخت سے اقرار زیر قدم
 آنکھوں کا فرش نچایا | مثل گل بازی ہاتھوں ہاتھ اوس گلبرگ کو بتظیم تمام انجمن میں لاٹھایا
مثنوی نظر آیا جب وہ مہر چاروہ | اوٹھی بیوا کی کو وہ رشک مہر | کہا اس کو صاحب بس اب
 کیا سے ویر بکرا دینے دیدار سے محو | سیر نہ رہی آج تک میں بہت حسنتہ حال | پریشان و
 حیران و گمشتہ حال | مگر خوش ہوا اب دل بے قرار | پکار پکار کر دنشکرا حسان پروردگار | تہ وقت اگر
 اور ہوتا کہیں | تو میں آپ لاریب آتی و میں | یہ کہہ اور جلدی پکڑا | سکھا ہاتھ نہ برابر بٹھایا | اوس
 اپنے ساتھ نہ یہ سنا | **آرام دل** | سچو و ہوا چارون طرف دیکھنے لگا | اور دل میں کہنے لگا کہ یہ تو
 عجب ماجرا ہے | کچھ سمجھ میں نہیں آتا | کیا قدرت خدا ہے کہ ابھی تو ایک بندے رہائی ہوئی | پھر
 قید و زنجیر کا سامنا ہے | الہی بھی میں اس قید سے رہائی بھی پائوں گا | یوں ہی پریشان و سرگردان
 ہو کر اس کشمکش میں مر جاؤ لگا پری نے شہزادے کو دیکھ کر حال استفسار کیا پریشانی کا سبب پتہ
 کرنے میں بہت اصرار کیا | **آرام دل** | نے کہا صاحب مجھ کو سخت حیرت ہے کہ آپ کو یہ تو معلوم
 ہوا کہ ایک شخص اس باغ میں ہمارا مہمان ہے مگر یہ نہ سمجھا کہ کس جگہ کا رہنے والا ہے کون ہے
 کیون خستہ جان ہے پری نے کہا کہ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ آپ شہزادہ والا تبار میں شاہ چین
 آپ کے والد بزرگوار میں سرزمین چین آپ کا مقام ہے شہزادہ | **آرام دل** | آپ کا نام ہے
 مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کا حال پریشان کیون ہے چہرہ گلبرگ سے عشق کے آثار نمایاں ہیں
 ہر دم حتم گریان کیون ہے بہر خدا اس ماجرا سے حیرت افرا | سیر جلد خبردار کیجیے حال اپنا | کچھ نظر آ رہی
 میں بھی تو لیٹوں اگر کوئی مرض ہو تو اوسکی دوا کروں | **آرام دل** | نے جواب دیا | حیرات دل
 کی خبر نہ پوچھو کچھ آجکل غریب و بیکار کیا جانے دل کہاں ہے دو چار دن سے اپنا بچہ صاحب باجر ہے

دل قابل بیان نہیں ہے فقرہ رویم بین عالم ہیرس : یہی ایک جملہ ہے زیادہ بیان کی کیا
 و تو ان نہیں ہے اور رونے کا حال کیا پوچھتی ہو سو وہاں کچھ اپنی چشمہ کا دستور ہو گیا
 دی تھی خدا نے آنکھ سونا سو ہو گیا : ہر سب باغ و بہار اپنی آنکھوں میں بد از غار نظر آتا ہے
 حال دل بیان کرنے میں خون ہو کے منہ کو جگہ آتا ہے وروگل و گلزار خوش نہیں آتا : بلخ
 بے یار خوش نہیں آتا : اسے جنون حبیب میں ترسے ہاتھوں : ایک بھی تار خوش نہیں آتا :
 یہ کمر خاموش ہو گیا یا چشم میگوں جانان میں تھوم کمرست اور بد ہوش ہو گیا پری بے شہزاد
 کے خواہے کلام سے دریافت کیا کہ بیشک کسی کا عاشق زار ہے کسی کے تیر نگاہ کا دگار ہے
 جی کو سنبھال کر کہنے لگی کہ اسے شہزاد سے میں پردہ قاف کے بادشاہ کی بیٹی ہوں ملکہ یسمن میرا نام
 ہے حسن و خوبی میں لاثانی ہوں راجہ اندر بھی تابع فرمان بلکہ ایک اونے غلام ہے ایام طفولیت
 میں اپنی بڑی بہن کے ہمراہ تخت طاؤس پر سوار ہو کر واسطے سیر ملک چین کے گئی تھی ایوان شاہی
 میں تجھے گل اندام کو خاص محل کے باہم پر دیکھا کہ زمرہ کے چھپر ٹھٹ پر عجب انداز سے خواب ناز میں پڑا
 سوتا ہے اب میں کیا کمون جو اوس دم میرا حال ہوا عشق نے دل میں گھر کیا جی تڑھال ہوا
 بڑی بہن کے سبب سے کچھ بس نہ چلا خاموش ہو رہی مگر دل پر جو صدمہ زیادہ ہوا تو وہیں بیہوش
 ہو گئی مصنف مجھے جو تو ماہ مقابل ہوا : مثل کتان ٹکڑے مراد ہوا : سیر جو کی لالہ خسار
 کی : داغ جدائی مجھے حاصل ہوا : میری بہن مجھے بیہوش دیکھ کر گھبرا ئی : ٹری کہ شاید کسی نے جادو کیا
 ہوا : اسلے جلدی سے انگشتی سلیمانی میرے ہاتھ میں پھانی جب مجھے گونہ افاقہ ہوا : بخود ہی کا سبب
 پوچھنے لگی میں نے بہانہ کر کے کہا کہ اس وقت ہوا ٹھنڈی چل رہی ہے مجھے نیند آتی تھی میں سو گئی خسار
 وقت کی بات تو رفت گزشت ہو گئی جب مکان پر آئی دن بھر جی بے چین رہا طبیعت بہت گھبرا
 وہاں سے اگر باغ میں ٹہلنے لگی گل و گلزار کی بہار سے کچھ طبیعت بہلنے لگی آخر خدا خدا کر کے شام
 ہوئی دعا میری قبول بدرگاہ ملک العلام ہوئی اوس وقت میں تنہا بذات خاص صرف ہمراہ
 ایک خواص تخت پر سوار ہو کر پھر اسی طرف روانہ ہوئی وہاں پہونچ کر اسی محل کے باہم پر اوتری
 چارون طرف تیری تلاش کی کہیں نیایا بہت جستجو کی لیکن تو نظر نہ آیا ناچار مایوس ہو کر بادل
 داغدار یہ شعراستمانہ مبارک پر قلم شرکان اور شجر تخت دل سے لکھ کر ونبو سے خانہ ہوئی
 مصحفی اگر ت حسیب باشد بدت رسیدہ باشد : چو تراندیدہ باشد چہ قدر طیبیدہ باشد : انھیں
 تجھ کو نہ دیکھا تو دل کو صدمہ کمال ہوا باغ ارم میں پہونچی پھر توبہ حال ہو کہ ہر روز بیتابی دل ستا

بہر ساعت موت اپنے منے چکھانے لگی ایک روز تنہائی میں بیٹھی رو رہی تھی تیرے فراق میں
 سب سے بڑا قرار یہی تھی ایک خواص نے عرض کی کہ حضورؐ کسی طرح کا رخ و اطم نہ کریں بیشہ کرہ شمع سیا
 سے دریافت کیا ہے کہ جس شخص کی آپ عاشق زار ہیں جسکے واسطے حضورؐ نے قرار یہاں انشاء اللہ
 تقاضاے چار برس میں اوس سے اور آپ سے ملاقات ہوگی جس امر کی حضورؐ کے دل میں تمنا ہے
 وہ بات ہوگی لیکن حضورؐ فلاں مقام پر ایک باغ اور مکان کی تعمیر کا حکم دین اور بعد طیار ہی کے
 اوسکو عیال بات اور طلسمات سے مرتب کریں وہ شخص چار برس کے عرصے میں سرگشتہ باد یہ غربت
 اور آوارہ صحرے کربت ہو کر اس باغ میں آوے گا خوب سیر کر کے جب ارادہ جائیگا کہ اسے گا
 سیر کر جانے پناوے گا غرض اسے شہزادے یہ کلام جب سنا اوسی وقت باغ اور مکان کی
 تعمیر کے لیے مین نے حکم دیا جب باغ اور مکان میرے حسبِ نخواستہ طیار ہوا دل بے قرار ہو کر کچھ تر
 ہوا اوس روز سے مینے تنہائی اختیار کی امید وصال میں ایک ایک دن گنتے لگی رات دن
 صدمہ فراق سے جان کھویا کرتی اور عالم تنہائی میں یہ اشعار پڑھ کر رونا کرتی نسیم لکھنوی
 عالم کا ترے جان بیان ہے بیانی دل جہان جہان ہے نہ زنجیر جنون کڑی نہ بڑا یو نہ
 دیوانے کا پانوں درمیان ہے نہ فرے کا بھی چلے گا ستارہ نہ قائم جو زمین و آسمان ہے
 جو دل ہے کہ مہر ہے فلک پر نہ دل میں مرے اب تک نہان ہے نہ اسے شہزادے آخر خداوند
 کریم نے تجھ نے وفا کی صورت دکھائی خدا خدا کر کے آج جی کی مراد پائی اب میں دیکھتی ہوں کہ تو
 بھی کسی گامبدن کا بلبل زار ہے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا عشق سے سینہ فگار ہے حضرت
 اوستاد غالب ہوئی جسے توقع خستگی کی دوا دیا ننگ ہے وہ ہم سے بھی زیادہ کشت تیغ تھکے
 اب ہر خدا چند روز بیان کر م فرمائے پرستان کی سیر کیجیے یہاں کی چیزیں کھائیے بالتفصیل حال
 بیان کیجیے اور جب تک ہم تکمیل تک بیان سے نہ جائیے پر یوں کے ساتھ فرے اور آئیے

وصل سے کامیاب ہونا یہ متن جان جہان کا اور رخصت طلب
 کرنا آرام دل عازم کوی جانان کا

پا سا قیام آتش لباس ہے کہ دل کو ہے میرے ہوس بے قیاس نہ عروج طبیعت دکھان
 تجھے نہ نیا ایک قصہ سناؤں تجھے نہ محران جادو نگار وراقمان منو کار لعل قرطاس پر نقوش
 بیان و بہتان یوں مرستم فرماتے ہیں کہ جب آرام دل نے یہ قصہ سنا نہایت تیران ہوا

جو نہ کہنے لگا کہ انشاء اللہ یہ تو بلا کی طرح چبھنے پڑی اب میں کس طرح اسکے دام سے رہا
 پاؤں لگا لگا فارس تک کیونکر جاؤ گا سوا اسکے یہ پری میں انسان دیوا کے تابع نہ رہا اب سوا
 سچ بولنے کے چارہ نہیں بنے مرغی اسکے بیان سے رہائی غیر ممکن ہے کوئی سہارا نہیں سمجھا
 تمام و کمال احوال ماضی و حال اپنا آرام دل نے اوس بدر کمال سے ظاہر کیا اوس وقت
 آتش بخت کو ملکہ حسن اس روز کے عشق سے ماہر کیا سیتن پری جب سب حال سن چکی تو مخاطب
 ہو کر بولی کیونکہ حضور فرما انصاف کیجیے تمہیں میری معاف کیجیے کہ ہم تو آپ پر اپنی جان فدا کر
 اور آپ بے ویکٹ اور بے دام بہرین صاحب ہنر پارہیں کمال تمہارے فراق میں مدد ہے
 اور ٹھکانے رات دن دنیا میں ناگین اور مختار یہ کلیجہ کہ ایسا کارنامہ بان پر لائے افسوس اگر ہم جانتے
 کہ آپ ایسی بیوفائی کی اورائی کرینگے تو کیا دن آپ پر جان بننا کرستے و بدر خاک چھانتے پھر آئے
 ہر اُس جستجو میں دل کے بہلاسنے کے ہی کھونا پڑا ہے جو ہمیں کی بات تھی سوا و سکا اب رونا پڑا
 سچ تو یوں ہے بے جا یہ ربط انہ یوں پیدا کیا ہے صبح ہر دم ہے یہی کہا کہ ہنر کیا کیا ہے آرام دل
 نے کہا صاحب کیا دشمنوں پر صید بخت پری ہے جو بھنڈی بھنڈی سانس بھرتی ہو ہر گھڑی تباہ
 کرتی ہو سیتن نے کہا لا اور سے ہم ترے واسطے مجنون بھی ہو سے پد مور گردش گردون بھی
 ہو سے بد ظلم کے گریہ سزاوار تھے پد پر ترے غم میں ہم یوں بھی ہو سے بد تو ملے غیر سے اور یاں
 میرے پد مفت میں دیدہ و دل خون بھی ہو سے پد اسے شہزادے تو جانتا ہے کہ میں اس
 پرستان کے بادشاہ کی دختر ہوں مجھے سب طرح کی قدرت ہے اگر میں اپنی سخن پروری کر دن
 تو تجھے ہرگز جانے نہ دن لیکن کیا کروں کہ تو میرا محبوب ہے ہر ادیتیری میرے دل کو فرعون ہے
 اور دنیا میں سبھوں نے اپنے عشقوں کی ناز برداری کی ہے دین و دنیا دونوں سے گذر گئے ہیں ظلم
 ستے ستے مر گئے ہیں اس لیے تیرا جو رستم اپنے نزدیک کرم سمجھتی ہوں تیری رضا اپنی جان شیریں پر
 مقدم سمجھتی ہوں بہر کیف آج کی شب میں آرام کر میرے زخم دل کا مرہم وصال سے التیام کر صبح جو
 کہیگا سجا لاؤنگی یا تنجو وہاں پہونچاؤنگی حسن! فرور کہ جسکا تو دیوانہ ہے یہاں نے آؤنگی اس گشت
 سے آرام دل کے چہرے کا رنگ اڑ گیا خوف سے ڈرا اور سوچا کہ مبادا یہ پری طیش میں آکر
 مجھے گرفتار بلا کرے ایسا نہ ہو کہ جادو کرے پھر یہ خیال کیا کہ آخر یہ بھی تو شہزادی ہے بھولی بھولی
 شکل وضع سادی سادی ہے علاوہ اسکے تہہ مرتی ہے تمہارے اور اپنی جان فدا کرتی ہے
 آؤ آج یہیں گیز کر دھونی ہو دھوا جکی شب اسی جاسو کر دیکھو کہ سیتن پری سے کہا کہ صاحب

میں بھارتا بعد رہوں چار شاہ و بوجھ لالوں مگر اتنا امیدوار ہوں کہ صبح کو مجھے زوکیے کا جاتے
 وقت نہ ٹوٹے گا یہ کہا اور قبول حسن کپڑ ہاتھ مست پکھنچا اٹھتے نہ محبت کے رشتے میں ایچھا
 اٹھتے نہ ملکہ سیتن کہ پہلے ہی شہزادے کی ہر ایک ادا پر فدا تھی اس میں ایک اور بھی مگر گئی تنہا سے
 وصال اور بھی زیادہ ہوئی چادر شرم و حیا کی سر سے اتر گئی مسرت بہار بلاتین لینے لگی سینہ بینہ
 لب بلب ہو کے بے شمار بے دست و پائی

حالت شوق و ذوق میں آرام دل کا ہاتھ بڑھانا پری کی طر



خواجہ حیدر علی آتش مرحوم بے گنتی بوسے لینے دلیسند کے پڑ عاشق ترے پڑے نہیں
 علم حساب کو پڑ یہ کیفیت دیکھ کر سب پر بیان وہاں سے ہٹ گئیں کچھ نہ رتھوں میں جا کے پھیندیں
 کچھ لڑے کے دروازے میں چپٹ گئیں فقط ایک خواص باقی رہی جو اس حال سے خبردار تھی
 محرم اسرار تھی وہی ساتی رہی یہاں تو یہ صحبت تھی اور وہاں یہ کیفیت تھی کہ سب سے مجھ و گرا تھا
 اٹھتے کچھ خبر تھی بیوسش پڑا تھا چند پران جو اس طرف جا نکلیں و کھیتی کیا میں کہ ایک شخص بوڑھا
 ستراسی برس کا سن و سال سراوریش کے سفید بال سبز عمامہ سر پر عباسی عنانی در بر خضر صورت
 پیشانی پر نماز کا گھٹا بظاہر مردے کی شکل مگر اچھا ہٹا کتا ایک درخت کے نیچے بے ہوش پڑا ہوا
 دیکھ کر تعجب ہوئیں باہم کہنے لگے کہ اسے اس باغ میں سواے شہزادے کے اور کون ایسا ہے
 جبکہ گدہ ہوا یہ انسان بھی کیسا پیر نابالغ ہے کہ اسکو کچھ اپنی جان کا نہ خطر ہوا آخر ایک جواون سیتن

کڑے دل کی تھی آگے بڑھی اور مجھ کو کا ہاتھ پکڑ کر اڑھاٹھانے لگی اور سنا جو ہوش آیا آپ کو ملک الموت کے
 سینے میں پایا سمجھا کہ قضا آن پہونچی شہزادے کو خدا جانے کیا کیا اسب ہماری مٹی جان نہیں سچی سمجھ کر
 ساجر مٹی سے کئے لگا کہ میں اوس شہزادے کا نوکر ہوں جو اس باغ میں آیا ہے غرض سب پران
 محمود کو بیچ میں گھیرے ہوئے جہان آرام دل اور ملکہ سیتن بیٹھے ہوئے اختلافا کر رہے تھے لیکن
 آئین سیتن محمود کو دور سے دیکھتے ہی شہزادے کے تنہیے چھپ گئی اور پوچھنے لگی کہ یہ کون ہے
 آرام دل نے کہا صاحب یہ ہمارا یا رنجوار جان تیار ہے اس مصیبت میں اسے ساتھ دینا
 یا رونما رہے یہ کہہ ہاتھ کا محمود آیا پہلے تو ملکہ سیتن کے حضور میں آداب بجالایا پھر آرام دل
 کو تسلیات کر کے قدموں میں ہوا اور ایک طرف لب فرش ہو کر بیٹھ کر یوں نے حال مجھ کو بتائی ہوئی
 اپرا بخرو فرموشی کا حضور میں ملکہ سیتن کے عرض کیا پر مٹی اور سکی باتوں کو سن کر زلیبا سکرانی اور
 دیر تک اوس سے ہنستی رہی جب ات بہت گزری محفل رقص و سرود برخواست اور بزم عیش و
 آراستہ ہوئی ملکہ سیتن نے خواص کو اشارہ کیا اور فرمایا سحر ساقی نہ رکنے دو یہ موسم ہے غنیمت
 پریری میں جوانی کے فرسے یاد کر کے بھجوا دیا مے ملکہ اوس پر مٹی نے ایک جام بادہ گھام سے
 لبریز کر کے شہزادے کو دیا آرام دل نے وہ ساغر سیتن کو پلایا اور دوسرا جام اوس کے ہاتھ سے
 آپ یا محمود کو ایک ہی پیالے میں ہوش ہو گیا پھر تو یہ کیفیت ہوئی کہ سیتن اشد شرب سے بخود ہو کر
 آرام دل کی گود میں لپٹی شہزادے نے جی میں کہا کہ واقعی پریری مختاری عاشق ہے اور
 تو یہ ہے کہ صحبت کے بھی لائق ہے عالم شباب ہے اور بختی جوانی ہے چلو فرسے کر دیوی لطف زندگانی
 ہے الغرض آرام دل نے پریری کو گود میں اڑھا لیا اور بارہ دہری کے اندر جا کر چھپر کھٹ میں
 لٹا دیا جگانے کے لیے گدگد بان کین آوازیں دین چٹکیاں لین آخر جب خوب ملا دلا گدگد لایا تو ذرا
 ملاکہ ہوش آیا آنکھ جو کھولی وصال یار سے بغل گرم پانی یاوری بخت اور فطرت محبت سے باغ باغ
 ہو گئی پھولوں سنہالی پھر اوسنی حالت سستی و سرور میں آرام دل سے کہنے لگی کیون جی میں اگر سچ
 کو تمہیں نہ جانے دون تو تم کیا کروع ذرا اسکاٹے جواب تو دو وہ آرام دل نے کہا صاحب اگر
 مینی ارادہ ہے تو اسہیں کیا چارہ ہے کسا اجارہ ہے عہدہ آید بر سر فرزند آدم بگذر وہ تہر و شیر
 بر جان درویش اور اسکا میں کیا جواب دون بگڑا سب سمجھ لو کہ اگر عہد شکنی پر کرنا نہ ہوگی تو ہمیں زندہ
 نپاؤگی یا دوسرے کہ بہت سچاؤگی یہ کہتے ہی خیال جانان میں آنکھوں سے آنسو گر پڑے سیتن پریری
 نے ہامیں لیکر کہا کہ میں تو ہنستی تھی تمہیں محک امتحان پر کستی تھی کہ دیکھوں تم کہتے ہو دل کے کڑے

یا بودے ہوشہر فراسی بات میں بخجیدہ ہو گئے صاحب بدعشرت ہے روزا جی دیکھو وہ نہی
آئی یہ کہ کمریم آغوش ہوئی شہزادہ الفت سے بیوش ہوئی جب ہوش آیا سر اپنا آغوش دلدلار
میں پایا یا درمی طالع و مسامتہ نجات یہ سخت عجب ہوا غایت مسرت سے اوس وقت یہ شہر
زیب وہ کام دل ب ہوا غالب وہ آئین گسرین ہمارے خدا کی قدرت بہت ہے کہ جیسی ہم اونکو
کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں غرض اس طرح سے غمزدہ ناز و گداز و نیاز کی باہم باتیں رہیں
حسن و عشق کے جلوہ ہائے نیرنگ سے عجب لطف کی ملاقاتیں رہیں دونوں اسی لطف میں تھے
کہ بعد اربعہ نمودار ہوا سین کا دل بقرار ہوا آرام دل نے محمود کو بگایا مجھو نے کہا خدا آپ کا
تو پری سے وصال ہے فارس جا اماں ہے سجان اللہ جنت بھی کیا پزیرین یا تو باہن شہزادہ
یا باہن بے نیکی خیر خدا کہ اب آپ کی طبیعت کچھ کچھ بھل گئی ایک شغل پیدا ہو گیا نور آبل
گئی آرام دل نے کہا محمود مصلحت تمہاری تھی جو میں نے کیا ہے اسے غریب اوس نے
رخصت کے لیے تم کھائی ہے مجھے قول دیا ہے اگر تم ایسا کرتے تو تم یہ ان قیدیہاں
سے گذر جاتے کبھی اپنی تنہائی ٹپ ٹپ کر جاتے یہ کہ شہزادہ ستمین کے پاس آیا او کو
اب رخصت پری نے جواب دیا صاحب رخصت چہ معنی دارد تنہا نہیں سیم لکھنوی
آتا ہو تو ہاتھ سے نہ بکے بد میرا اس مصرعہ پر عمل ہے مختار سے دماغ میں تو غافل عرشہر دے فی
کہا لیسیم لکھنوی جاتا ہو تو اوس کا غم کیجئے یہ مصرعہ عمل کے لائق ہے اوس سے اتفاق ہے
سیمین بولی کہ چہ خوش میرے آپ کے جو عہد بیان ہوا ہے اوسکو دفا کرتی ہوں اکین تم وقت
ملکہ حسن افرور کو بیان لا کر تھارا کیجئے اگر کرتی ہوں آرام دل نے کہا بس خدا کے واسطے
آپ اتنی تحلیف نہ کیجئے مجھ کو جبکہ اپنی دود و گوش بیان سے رہائی دیجئے صاحب ذرا خیال کرو کہ یہ
جو اپنا گھر بار چھوڑ کر سلطنت کو خاک میں ملایا تو کیا اس واسطے کہ آپ کے پاس بیٹھیں رہوں اور میرے
کروں جبکہ واسطے سرگردان ہوا ایک عالم کی خاک چھانی خستہ و پریشان ہوا اوسکو اس
حکومت سے بلوالون یہ تو عاشقی نہ ہوئی زندگی بازی ہوئی محبت نہ ہوئی مجلسازی ہوئی سیمین
نے کہا ناحق اتنی مشقت اوٹھائے ہو منزلوں بیکار جاتے ہو اگر کو تو ابھی یہیں بیٹھے بیٹھے ٹھہرا
معتشوق کو بلوالون آرام دل نے کہا ذرا اتنا تو سمجھو کیا ہم اتنے نہ تھے کہ شاہ فارس
سے بذریعہ نامہ و پیام درخواست اپنی شادی کی کرتے مگر اپنا جی ہے اس پر حکومت نہیں
چلتی یہ عاشقی ہے بیان کیسی دال نہیں گلتی اب میں مختار سے رو کے کہ کتا ہوں ہزار کو

میں کب سنتا ہوں مجھے اپنے معشوق کو یہاں بلانا منظور نہیں سمجھتا آپ کو اس میں تحلیل کرنا
 کچھ ضرور نہیں ہے یہاں پر ہی نے دیکھا کہ شہزادہ بگڑ بیٹھا اس کی کسی طرح نایکا میں کرانگی تو خوب
 چپنے لگی زیادہ کچھ بولانگی تو دشمنوں کی جان پر ہے گی مصنف مشغولی ہو کر بس اس کے عشق کا آواز
 تپ فرقت نے کر دیا ہے تزار پڑا اب نہ کچھ تم زبان سے کہتا دکھ جو ہوں ہجر کے وہ سب سنا بہ عقل
 زائل ہے ہو گیا ہے خط بہ آج کل ہے اسے جنوں سے رہا پڑ گیا وہ ان کہیں نہ چاک کرے نہ
 نہ کہیں آپ کو ہلاک کرے نہ خدا تو ہو ہی رہی تھی عاشق تھی علاوہ اس کے اپنے قول میں بھی صادق تھی
 کہنے لگی اچھا ہم آپ کو اس شرط سے جانے دیتے ہیں ایک بات کی قسم کھاؤ تو یہاں سے قدم اٹھا
 دیتے ہیں کہ جب آپ اپنے ملک کی طرف مع اخیر والہافیت مراجعت فرمائیں تو ہم سے پھر اسی باغ
 میں ملاقات کریں اور یہیں بھی اپنے ملک کی وجہ میں لائیں آرام دل لے لیں یہاں یہ بات ہے
 بدل و جان قبول ہے اس امر میں آپ کا اتنا سبب محض فضل ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ جب
 میرا مقصد حاصل ہوگا تو انشاء اللہ تعالیٰ تم بھی فائز المرام ہوگی اگر میرے جی کی آرزو برآئے گی
 تو خدا نے چاہا یہ بات بھی بخوبی انجام ہوگی یہاں نے کہا کہ دیکھو تم قسم کھاتے ہو خدا کو شاہ دریا
 لاتے ہو ذرا اپنے قول پر ثابت قدم رہنا ورنہ وعدہ خلافی کی سزا خوب پاؤ گے میرے ہاتھ سے
 بچکر بچاؤ گے اچھا سید محمد خاں رند بس اب آپ تشریف لیجائیے نہ گزرنی ہو جو چھ
 گزر جائیگی بد طبیعت کو ہوگا قلع چنر روز پڑھتے پھرتے پھرتے پھرتے جانیگی مگر محمود کو میرے پاس
 چھوڑ جائیے کہ یہی شخص بلکہ حسن افروز پر عاشق ہونے کا باعث ہے اور اس وقت بھی بگو
 ترغیب دیکر لے چلا ہے اسکی ہی سزا ہے کہ یہاں باغ کے ایک گوشے میں بیٹھا ہلاکے اپنی
 جورو کے فراق میں جا کر رہے تا اسکو بھی معلوم ہو کہ فراق محبوب اسے کتے ہیں اور عاشق اپنے
 معشوقوں کے اس طرح دکھتے ہیں یوں بے قرار رہتے ہیں قطعہ معلوم تو ہو ہجر کے بعد ہون
 کی حقیقت نہ گزری ہے بہت عیش سے اب یاد کرینگے پتہ جاؤ بس اب سے نہ اس میں کہ وہاں
 چھوڑا ہے تھیں انکو نہ آزاد کرینگے نہ مجبور یہ غضبناک گفتگو پر ہی کی سزا کر گیا جی کو کر کے کہنے لگا
 کہ حضور اگر فدوی کو پہلے سے آپ کے عشق کا حال اپنے شہزادے کے ساتھ معلوم ہوتا تو اپنے
 آقا کو آپ ہی کی ملاقات کی ترغیب دیتا اس خدمت کے صلہ میں حضور سے خوب انعام لیتا مگر
 افسوس میں بڑا بے نصیب ہوں کہ اس مضمون سے نہ خبر دار ہوا آج اپنے آقا کا ساتھ کر کے
 حضور کے نزدیک دشمن ٹھہرا تقدیر کا سزاوار ہو ایسا متن لے لیا کہ جو کچھ ہو ہو مگر تجھے اب سزا دو

تو جتنا چاہے غل مچا لیکن میں ایک سنو کی محمد سے کہا حضور ہے نصیب اور خدایا اللع تیرے
 کہ آپ مجھ کو اس التجا اور خنات اپنے پاس رکھیں اور رہے تقدیر ہی کہ حضور مجھے اس باغ میں
 رہنے کی اجازت دیں اس محبت پر بھی اگر میں درخواست جائے گی کروں تو بڑا بد نصیب ہوں
 گستاخی معاوہ بقول شخصہ لا اعلم جب کہ ہم تیرے آستان سے گئے نہ ہنسنے جانا کہ دو جہان
 سے گئے نہ ملکہ ستین محمد کی دن کرکون اور سحر کی باتوں سے دل میں مارے ہنسی کے لونی
 جاتی تھی مگر ہنسی کو ضبط کر کے کہنے لگی کہ یو صاحبو اور سنو چو نچلے کی خوبی دیکھو ان شیریں باتوں پر
 کوچہ عشق میں آپ کا بھی فراد نام ہوا ائمہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت حضرت بھی ہماری محبت
 کا دم بھرتے ہیں شوق تاکہ مشہور ہوں ہزاروں میں نہ ہم بھی ہیں یا نچوین سواروں میں نہ
 ارے لوگو عین کی کو بھی لوز کام ہوا نہ ہاں کوئی ہے کہ اس نامعقول کو اس بے ادبی کی
 سزا ہے یہ سننے ہی دس میں دیو محمد کی طرف جھپٹے پری نے اشارے سے منع کیا اور نظر گرم
 سے دیکھ کر دفع کیا آرام دل نے کہا صاحب ہم سنا کرتے تھے کہ لیلی کا کتابھی پیارا تھو
 عاشق کو اوس کی دیکھ لینے کا سہارا ہوتا ہے مگر یہاں تو ہم نئی رسم دیکھتے ہیں کہ اس غربت میں ایک
 ہمارا آدمی ہے اوس کے سب دشمن ہیں یہاں تک کہ جب آپ کا اشارہ پاتے ہیں تو دیو بھی ایک
 ایک کر آتے ہیں سیمن نے کہا صاحب سزا یہ تھاری خاطر ہے کہ میں اسکو چھوڑ دیا ورنہ یہ اس جیہا
 اور گستاخی کا خوب نرا چکھتا کچھ بھی ایسا نہ بہکتا یہ کہ اگر انگشتی حضرت سلیمان علیہ السلام کی آرام دل
 کی اوٹلی میں پہنا دی اور کہنے لگی کہ اب تمہاری طرح کا جادو اثر کرے گا پھر سفید دیو کہ سر دا
 سب دیو و نکار و برود دست بستہ کھڑا تھا اوس کے سر میں سے پانچ چار بال توڑ کر ہنزا دے کو
 دیے اور کہا کہ جس وقت تمکو کوئی کار مشکل یا کوئی امر ایسا پیش ہو کہ جسکے انجام کے لیے پس
 ہو اوس وقت تم ایک بال کو اس میں سے دو نوں سرے پکڑ کے کھینچنا یہ دیو تمہارے پاس حاضر
 ہو گا جو حکم دو کے سچا لائیگا اگر کچھ غدر کرے گا تو یہ بولنا لائیگا القصہ آرام دل کو یہ سب بات
 سمجھا کر پری نے دیو سے فرمایا کہ جہاں سے اس باغ کو لایا ہے پھر وہاں پہنچا ہے اور یہ غل
 پڑھی مصنف اے مرے دربار خدا حافظ نہ چھوڑ کر مجھ کو جا خدا حافظ نہ تیرا ضامن ہو ضامن
 نہ اسن + سایہ مصطفیٰ خدا حافظ + پیٹھ جیسے دکھاتا ہو مجھ کو + یوں ہی منہ بھی دکھا خدا حافظ +
 مجھ کو بتیاب چھوڑے جاتا ہے + اے مرے ملقا خدا حافظ + تیری فرقت میں دیکھ کر کیا ہو
 آئے کیا کیا بلا خدا حافظ + تو نے مجھے توبہ و فانی کی + خیر اے یو خدا حافظ + جس جگہ جاے تو

معبود اللہ بن گھرمین برین سا خدا حافظ بنی اسحق بن اب گنگا کے مجھے پتہ تو بھی کہیں نہ لیا خدا حافظ
 شہزادوں نے بھی کہا خدا حافظ اور دیوؤں نے آسمان کی طرف اٹھ کر کہے ایک آواز دی کہ سا
 مکان الیکٹریسیٹا کی اور طوفان ہوا کا زور شور دی سب سامان نظر آیا مگر جہاں پر بی راز و مل
 اور محنت تھے وہاں یہ سب آثار نہ موجود تھے تھوڑی دیر میں وہ باغ اور مکان جہاں پہلے تھا قائم
 کیا گیا اور شور و غل موقوف ہوا ہیمنت پر پی نے شہزادے سے کہا کہ جنو اب اس ملک میں بھیجے دیر
 نہ لگائے جس طرف سے آپ آئے تھے وہی راہ موجود ہے پھر ملایو والا وہ معبود ہے جسے جانتا ہے
 تجھے یا خدا پھر لائے بتجھ کو ابد سب راہ لقا پھر لائے پھر پر پی نے شہزاد کو لے لگا کر رخصت کیا اور
 محمود سے کہا کہ اچھا تم بھی جاؤ مگر خبردار میرے شہزادے کا ساتھ نہ چھوڑنا ورنہ خوب نرا چھوڑے گا
 خوب سمجھ لینا محمود نے دونوں ہاتھوں سے سلام کر کے عرض کی کہ حضور کیا مقدر جو بھی اپنے آقا سے
 جدا ہوں اگر ایمین ذرا خلافت ہو تو بیشک لائق شہزاد ہوں یہ لکھ گھڑے حاضر لایا آرام دل سوا
 میرا وہی محمود و فواد و اموا ہیمنت پر پی تا دریاغ پہنچانے آئی جو بنین شہزادے نے پیچھے چھوڑی
 آنکھوں میں آنسو بھر لائی مگر کیا کرے مجھ کو تھی کہ خاطر محبوب بہر نفع منظور تھی غرض آرام دل پر پی
 سے رخصت ہو کر ملک فارس کو روانہ ہوا یہاں محفل کا تمام برہم کار خانہ ہوا ہیمنت او سی وقت ہاشم
 گریان و دل بریان تخت پر سوار ہو کر کوہ قاف میں داخل ہوئی شب روز غم کھا کھا کے بسر کرنے لگی
 شہزادے کے عشق میں مثل ہلال کا ہیدہ وہ بدر کمال ہوئی تمام باغ سنان ہو گیا مسکن باغ و
 بوم و مکان ہو گیا یا تو وصال طالب مطلوب سے ہر جن و انس بھولوں بنین سماتا تھا نہال تھا پھر غم
 کے جو دیکھا تو گویا خواب تھا یا خیال تھا دنیا جاے دید ہے کبھی وصال یا کبھی فراق دلدار دونوں
 تو امین مگر شب وصال گویا تھا تنگ صبح عید ہے فراق کے نام سے صدر ہے ہوتا ہے دل پرالم میں سیر
 اگر نہ نہایت جاگزا ہے مگر سچ پوچھیے تو کچھ ایسے ہیں کہ اسلم جو نرا انتظار میں پایا پتہ
 کبھی وصال یا مین پایا وزیر صد چاک ہو وہ دل کہ جو در آستانہ پہنچے وہ آنکھوں سے آنسو گرا

دہتان بیکاری صنوبر شہزادی اور اوشا شاہ بدطن کی ستمگاری پھر چند سوال صنوبر
 خستہ جگر کے شہزادہ سیاہ فام اور لا جوابی نا اوسکا اوس کل مری اور آشکار ہونا حال آدم کا

اوٹھا سا قیاسا غریب کشتان پتہ کچھ چھڑون گزری ہوئی دہان پتہ پادے پھر ایک ایک طام شراب پتہ
 بیخود ہوں سب اور بنین کچھ جواب پتہ وہ کیسی تھی شادی کمان کا وصال پتہ نہ حاصل ہوا پتہ پتہ

انتقال ہو مصنف خاکسار اور خانہ جلاکار حال صنوبر عاشق زاریوں رقم کرتا ہے کہ جب صنوبر پری
 شہزادہ آراہم دل سے جنت ہو کر دلہا کے ساتھ محل میں تشریف لائی وہ آنا کیا تھا گویا او
 سیر کیا آئی آتے ہی نہ لپیٹ کر چھپر کھٹ میں لیٹ رہی مگر چپکے چپکے روتی رہی آنسو سے منہ دھوتی
 رہی واربا کہ محرم راز تھی خیر خواہ جاننا تھی چھپر کھٹ کے پردے کے پاس بیٹھ گئی اور نکلیا تھیلے
 لگی جو کوئی پوچھتی کہ دلربا وہن کہاں ہیں تو اونٹے کہتی کہ اسے چپ رہو بیگم صاحب تمام رات جاں
 بہن جی اچھا نہیں ہے رات بھر راحت نہیں ملی ہے ابھی آنکھ لگی ہے دو گھنٹری سو رہے دو آنکھ
 گئے کا نام جب صنوبر کے گوش زد ہوتا ہے اختیار کیلجے میں درہو تا اپنے حال کو خیال
 کر کے چنچن مارا کے رونے کو جی چاہتا مگر کیا کرے افشاے راز کے سبب ضبط کرتی تھی جو زیاد
 بے چین ہوتی تھی تو درپردہ آہوں سے ربط کرتی تھی فرد جہا کسی سے کیا غرض حبیب نہو چہ داغ
 وہ ہر کہ دشمن کو بھی نصیب نہو چہ بیان تو اسکو اتنی ہی بات غنیمت تھی کہ سونے کا ہانہ تھا وہاں لوگوں کو
 ریت رسم کی ٹپری تھی اور ہی کا خانہ تھا مٹنے زانی مجلس محل میں آہستہ ہوئی سہدین اگر مجلس میں بیٹھیں
 ڈومنان گانے لگتے تھے میں غل ہوا کہ دولہا محل میں آتا ہے یہ سنکے جتنی چھپنے والیاں تھیں جا رہی
 طرف کو ٹھون پر پڑھ لگتیں کچھ پردے میں چھپ چھپ کے دیکھنے لگتیں جو ذرا بھی تھیں وہ وہیں آگئیں دیکھتے
 کیا ہیں کہ ایک لڑکا جیشی کی سورت سینچر کی سورت سرگنجا ہاتھ ٹنڈا پانوں سے لنگڑا سر میں بڑے بڑے
 گرٹے عمیق انسان تھا یا بچہ شیطان غرض لطفہ بے تحقیق شعر شرب غول منتظر خوک دندان خرس
 پیشانی پہ تصدق می شود ہر دم برا و غول بیابانی پس لکھنوی دانت اسکے گور کن قصا کے
 دو نکتے رہ عدم کے نہ کے پڑنہو رسیاہ خال اسکے پڑ برگدگی جٹا میں بال اسکے پڑ دو چار خوبصورت
 کے بیچ میں کہ خاص اوسی کی طرف کی تھیں جریب کے سہارے سے زمین پر پانوں سے اتو کرتا ہوا اس
 لنگڑے میں پر لنبے لنبے قدم رکھتا ہوا اگر مسد پر اپنی مان کے پاس بیٹھ گیا اس ماجراے حیرت افزا
 اور سانحہ موتس باسو مارے محل میں ایک تملکہ عظیم واقع ہوا کسی نے زانو پیٹ کر کہا کہ ہے ہے لوگو بھی
 ہماری شہزادی کا دولہا ہو کوئی بولی نہیں رہی دیوانہ معلوم ہوتا ہے رستہ بھولا ہے کوئی رو کر کہنے
 لگی کہ بڑے یہی گنجت ہماری بیگم کے نصیب میں لکھا تھا کسی نے کہا کہ اس میں کسکا اجارہ ہے اونکی
 تقدیر میں یونین ہونا تھا ایک نے کہا بہن ہم تو سنتے تھے کہ حضرت جہان پناہ بارات کے روز
 دولہا کے بیان تشریف لے گئے تھے اور دولہا کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے
 مگر ماشا اللہ وہ تو برعکس اسکے ظہور میں آیا سب لوگوں کو کیا خیال تھا اور کیا ہو گیا ادھر تو یہ غوغا

تھا اور دھڑے ساتھ ہر پاتھاکہ سلیم صاحب نے جو داماؤ کی شکل و طبعی پہلے تو خوف سے ڈری پھر سہج سے پونچنے لگی کہ کیوں بی بی بی بی آپ کے صاحبزادے میں جنکے ساتھ میری لڑکی کی شادی ہوئی ہے کہ وہ یہی شہزادے میں پھر کہا لوگو بتاؤ کہ میری بچی کہاں ہو دلربا نے کہا حضور یہاں چھپ کھٹ میں آ رہا کرتی ہیں بادشاہ بیگم نے کہا مجھے ہرگز اعتبار نہیں تم لڑکی کو کمرے میں لے جاؤ اور دلالان میں قفل رکھا دلربا شہزادی کو دوسرے کمرے میں لے گئی دو چار خواصوں کو حفاظت کے واسطے اپنے پاس رکھا اور مکان کو قفل کر دیا حضور جب تک باہر رہی جان دینے پر مستعد رہا یہی اپنے جی میں سمجھی ہوئی تھی کہ اگر دلربا بھی اوس مردود کی طرف سے کسی امر میں بے وقت ہوئی تو فوراً آپ کو بلا کر ونگی اس کو بیٹھے کو پاک کر ونگی کہ نہ ہم ہونگے نہ فلاک کے جو رستم ہونگے مگر جب باسے محفوظ میں آپ کو دیکھا شکر خدا کیا اور کہا کہ دلربا دیکھیے کیا فتور برپا ہوتا ہے اما جان آؤں بد بختوں سے اس قدر اونچھی تو نہیں لیکن خدا خیر کرے دیکھیے کیا ہوتا ہے اور ہماری آبرو کا تو خدا قضا و نگسان ہے کیونکہ ہم تو پہلے ہی اپنی جان اوس جان جہان پر تصدق کیے بیٹھے ہیں مگر افسوس یہی ہے کہ جب تک یہ بخت دم ہے فراق محبوب وصال نامرغوب ہمارا جہم ہے جرات خدا کے واسطے سینہ کو کوئی چاک کر دے کہ جان بلب میں بہت دل کے اضطراب سے ہم بے ولہ مضی عشق کو تھوڑا نہ سمجھنا ایل ڈا کیکن کام کرے کا یہی اہل تمام ہے یہ کہتے ہی سیل اشک آنکھوں سے جاری ہوا پھر وہی رونا اور عشی کا عالم طاری ہوا دلربا نے ہر نیند سمجھایا خاطر آشفستہ کو بھلایا کہ بیگم برائے خدا تھیں اپنے اوس محبوب کی قسم جسے چاہتی ہو ڈرا اپنے دل کو ٹھہراؤ اور کسی خیال میں بھلاؤ کسی اور شغل سے تسکین نہ وگر بھلاؤ کسی کون سنتا تھا لا اور کے حسبہ گذری ہو یہ وہی جلنے ہے جو کہ بید رہو وہ کیا جانے یہ عشق کا مزعاشق ہی خوب جانتا ہے اس تنگاری تیغ جفا کے سامنے وہی سینہ سپر کرتا ہے کلیجہ تانتا ہے خواجہ وزیر دشمن بھی اپنے دوست یار رب جہاں ہونا آشنا کو بھی الم شتنا ہونا قصہ بادشاہ بیگم نے ایک خواجہ سر کو حکم دیا کہ اس پلک کا ہاتھ کپڑے کا لالہ منہ کو خواجہ سر کو چپ کلم دو لکھا قریب کر دستہ عرض کی کہ خداوند ہم حضور کے کندے اور فرمانبردار ہیں مگر کیا کرین حکم حکم مرگ مفاجات اس سے ناچار ہیں اب عرض یہ ہے کہ حضور یہاں سے اونٹیں اور باہر تشریف لے چکین شہزادہ ایک تو غصے میں بھرا بیٹھا ہوا تھا یہ سب باتیں سنکر اونٹ بھی جھلکیا ایسا طیش میں آیا کہ جانے کے باہر نکل گیا پھر وہی چھڑی جو جلنے کے وقت بار تھی پاشی سکتہ کی مددگار تھی اونٹنا کو خواجہ سر کے سر میں اس زور سے ماری کہ سر دو ٹکڑے ملا فرق ہو گیا دیا نے خون میں سرے پاؤں تک غرق ہو گیا اس واردات سے محل میں ایک قہقارہ بول گیا سارا کھیل بگڑ گیا

لو خبر ہوئی وہ سنتے ہی گھبرا گئے ہوئے محل میں تشریف لائے ساتھ وزیر اعظم بھی آئے بادشاہ نے محل میں جا کر دیکھا کہ بسنت خواجہ سرا خون میں ڈوبا ہوا ہے عجیب حال ہے کہیں ہستاکہیں جو کہمیں رہا مال ہے طرفین کی خواہشیں آپس میں پیچیدگی میں ہیں طعن و تشنیع کا بازار گرم ہے نفسانیت پر ہوا ہے یہ سب صاحب نے بادشاہ سے کہا کہ حضور ذرا اپنے داما و فرزندہ ہناد کو ملاحظہ کریں پہلے پہل دیکھا ہے کچھ اوسکے ہاتھ میں دین جو نہیں بادشاہ نے اوس رنگی شہزادے کو دیکھا حیرت سے نگشت ہوا ہوا دیر تک اسی طرح عالم تحریر میں رہا مال کا سوچکر نہایت تفکر میں رہا آخر اوس بادشاہ کی جاسازی پر ایسا غصہ آیا کہ اگر وہ اس وقت وہاں موجود ہوتا تو بیشک نیست و نابود ہوتا مگر بادشاہ نے وقت بگاڑنا مناسب سمجھا غصہ کو ضبط کر کے اپنے سدھی کو بلوایا وہ آیا دونوں نے کرسیوں پر جلوس فرمایا بادشاہ نے دولہا کے باپ سے کہا کہ درمیان سلاطین عظام اور شاہان ذمی الاحتشام کے ایسی دعا بازیان اور افراتریدانیاں ہنسنے تو کسی تواریخ میں دیکھیں اور نہ کبھی سنیں بھلا یہ کیا حرکت تھی کہ آپ نے اپنے لڑکے کو تو چھپا دیا اور ایک شخص غیر کو دولہا بنا کر نکاح پڑھوا دیا پھر ارادہ ہے کہ دولہن کو میان سے زبردستی لیجائیں گے حکومت کو کام فرمائینگے دولہا کے باپ نے جواب دیا کہ صاحب آپ کیا فرماتے ہیں یہ میرا دہی لڑکا ہے جبکہ آپ نے رات کے روز دیکھا ہے بادشاہ نے کہا سبحان اللہ شاید آپ نے مجھ کو اندھا بنا یا بھولا سمجھا یہ فقرہ سنایا یہ گفتگو دوبار ہو رہی تھی کہ دربار نے اپنے بادشاہ سے عرض کی خداوند چھوٹی بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ میں اپنا مقدمہ آپ فیصلہ کر لوں گی آپ کسی طرح کا تردد و فرمائین مگر امیدوار ہوں کہ آپ دونوں صاحب مع شہزادہ بلند اقبال ذرا پردہ کے قریب تشریف لائیں جو میں سوال کروں شہزادے اور صاحبہ کا جواب دین اور حضور غور فرمائیں اگر فی الحقیقت یہ وہی شخص ہیں جنکے ساتھ میرا نکاح ہوا ہے تو پھر اسکا تردد کیا ہے جو تقدیر کا لکھا تھا وہ ہوا ورنہ بصورت خلاف جیسا ہوگا سمجھا جائیگا یہ کلام شہزادی کا دولہا کے باپ نے پسند فرمایا بیٹے کا ہاتھ پکڑ کے قریب والاں کے آبا شاہ عالم پناہ نے بھی بموجب درخواست شہزادی وہیں جلوس فرمایا دلربائے صنوبر کی طرف سے اوس رنگی ملوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ صاحب آپ نے بعد نکاح کل شب کو کہا آرام کیا تھا کس جگہ سوئے تھے کس مکان میں مقام کیا تھا پہلے اس سوال کا جواب دیجیے تو پھر آگے جو مسئلہ کیجیے شہزادہ پہلے تو سنکر خاموش رہا پھر اپنے باپ کے اصرار سے کہنے لگا کہ میں تو اپنے خیمے میں روز جہان سوتا تھا وہاں سویا تھا یہ منکر بادشاہ نے کہا کہ بس کیجیے اسی بات پر ختم ہے سے زیادہ گفتگو طول کلام ہے مگر خوب معلوم ہوا کہ آپ وہی شہزادے ہیں زیادہ کہنے کے

ماق ارادے میں پھر اس کے باپ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بسم اللہ اب دیر نہ لگا ہے بہت جلد
 یہاں سے تشریف لیجائیے نہیں تو خدا جانے کیا ہو جائیگا یا درجیے کہ حشر برپا ہو جائے گا یا شاہ
 یہ سکرٹے غصے میں اٹھتا اور بیٹے کو ہمراہ لیے اپنے فرودگاہ میں آیا آتے ہی فوج میں طبل جنگ
 بجوا دیا افسروں کے لڑائی کا حکم سنا دیا اور کہا کہ اگر زندہ ہوں تو اس قلعے کو توڑ کر کھائے مجھے ذلیل کیا
 ہے میں بھی اسکی بیٹی لے ہی گئے چھوڑ کر نکلیاں وزیر یا تدبیر نے اپنے بادشاہ کے تیور دے ہوئے
 دیکھ فوج کو راستگی کا حکم دیا تھا بوجہ برقیوں چڑھا دیں تھیں تمام قلعے کے آگستہ کیا تھا جب وہ
 بادشاہ کو مغلوب ہنسیب جاتے دیکھا اپنے کمان کا شگ جاتا رہا تین ہوا پھر تو اسے شہر اور
 قلعے کا قراوقعی بندوبست کر لیا لاکھوں من غلہ قلعے میں بھر لیا ہر چیز کا ہر جگہ بٹا رہا کسی نہ کی کمی
 تھی فقط اسی بات کا انتظار تھا کہ پہلے او دھڑ سے سبقت ہو تو پھر ادھڑ سے مار دھا کی نوبت ہو
 بیان بادشاہ صنوبر کے پاس آیا اور بہت ساریا کر کے پوچھنے لگا کہ بیٹا بیان تو کر یہ کیا قصہ ہے
 کیا واردات ہوئی حیران ہے کہ تو اس قدر ملول کیوں ہے یہ کیا بات ہے صنوبر اس کلام کو سنکر
 اس قدر رولی کہ چکی بندھ گئی آخر ضعف سے غش آگیا بادشاہ کی گود میں گر پڑا ہی مشغولی
 مصنف عشق کی ہے عجیب فسون کاری ہے یہاں سوزا سکی جنگاری پد کین طرہ ہے یہ جینو دکھا
 کین غارہ ہے مہ جینوں کا بیہی کرتا ہے عاشقوں کو تباہ پد اخذ راخذ معاذ اللہ پد خوف آتا ہے
 نام سے اسکے پد دل لڑتا ہے کام سے اسکے پد بیہی مجنون کا دستگیر ہوا بیہی فرما د کا شہر
 بیہی وجہ فغان بلبل ہے پد بیہی پیوستہ رگ گل ہے پد بیہی سر و پاں گلشن ہے پد بیہی قمری کا طوق گرد
 ہے پد بیہی عاشق کا دل جلاتا ہے پد بیہی نیرنگیاں دکھاتا ہے پد بیہی باغ جہان میں خار ہوا پد گلخون کے
 گلے کا ہار ہوا پد الغرض رہتا ہے بیہی دل میں بیہی ہے سکے آب اور گل میں پد بادشاہ صنوبر کو
 چھاتی سے لگا کے بے اختیار رونے لگا دامن و آستین اشکوں سے بھگونے لگا دیر تک بیہی حال
 رہا دلیر صدمہ رہا مال رہا آخر بادشاہ نے کہا کہ بیٹا بتا تو سہی کہ تیرے دل پر کیا گزری ہے تو کیوں اسقدر
 بیتاب ہے اور رور و کے اپنی جان ہلکان کر رہی ہے میں بھی تو سنوں اگر کسی نے کچھ کہا ہوا اسکی زبان
 نکلا ڈالوں جو کسی سے کچھ خدا نخواستہ اور طرح کا صدمہ ہو چکا ہو بیان کر کہ او سکونزدادون غرض بادشاہ
 نے ہر چند صنوبر سے پوچھا گردان تو خیال میں کوئی اور ہی پیارا تھا اظہار مطلب کا کب یا راتھا سکتا کا
 عالم نہ گنیا کچھ جواب نہ دیا جب تو بادشاہ اپنے دل میں سمجھا کہ حضرت غالب بخودی بے سبب
 نہیں غالب پد کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے پد پھر دلربا سے فرمایا کہ تم بتا یہ کیسا معاملہ ہے نہیں تو

ابھی زندہ دیا رہا میں پتو اوگنا نام و نشان تیرا حرف غلط کی طرح صفحہ رو دنیا سے مٹا دو گنا دلربا اب
گھٹک سے لڑان ہوئی ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی کہ حضور اسے اسٹان کے ابتدائے استہکاک سنیں اور بیگم کے
سخت کی کچھ تدبیر کریں کہ جب شادی کی دھوم ہوئی تھی تو ہماری بیگم کو یہ خبر اڑتے اور تے معلوم
ہوئی تھی کہ دولہا بہت بد شکل ہے یہ سنکر بدرجہ کمال الم ہو اچھل شادی خانہ ماقہ نظر آنے لگا لوگوں
کی بخیری پر بہت غصہ آیا دل ہی دل میں پتیاں کھایا شرم سے کچھ کہہ نہ سکیں اندر ہی اندر گھٹنے لگیں
سرزد چہرہ زرد ہونے لگا سند پر سوا میاں اڑنے لگیں مینے ٹھگین دیکھ کر سبب رنجش کا پوچھا جسے
حال دل ظاہر کیا راز نفقہ سے اس کثیر کو ماہر کیا مینے دل بہلانے کی بہت تدبیر کی مگر اونکا وہی
حال اتھیں سب باتوں کی طرف خیال رہا میرے افہام و تفہیم نے کچھ نہ تاثیر کی آخر جب نکاح
ہو چکا دو لہارنگ محل میں گیا اوس وقت سبھوں نے اگر دولسن کو گھیر لیا اور کہنا شروع کیا کہ حضور
کتنی طرح کا تفکر اور ترو و خاطر مبارک میں نہ لائے صورت ٹھگین بدل ڈالے مینے آپ کے دولہا کو
دیکھا ہے ماشاء اللہ نہایت خوب صورت نوجوان میں چشم بدور بہت حسین رشک خوبان جہان
میں نظر فرماو سکی جہین سے داغ کھائے نہ نہ تو پیش ابرو سر جھکائے نہ حضور بخداے لایزال زند
زیادہ برگ گل سے اوسکے چہرے پر صفائی ہے پد میں اون ہاتھوں کے صدر سے جسے وہ صورت
بنائی ہے نہ جناب عالی جس قدر تعریف اور توصیف میں اوس شہزادے کے وہ لوگ مبالغہ کرتے
تھے اوسی قدر ہماری بیگم صاحبہ جھوٹ جانتی تھیں ناز ناز روتی تھیں اور کہیں کہنا نہیں مانتی تھیں
آخر جب لوگوں نے دیکھا کہ انکا شک کسی طرح رفع نہیں ہوتا ناچار کہا کہ اچھا اگر ہمارا کہنا آپ کے نزدیک
ناست نہیں ہے تو آپ جیکرا بی آنکھ سے دیکھ لیں اس میں کچھ مضائقے کی بات نہیں ہے سنکر
ہماری بیگم کے کہنے سننے سے گئیں خواصوں کے ہمراہ بجا طت تمام رنگ محل میں گئیں اور دیکھتے ہی
بیک نگاہ اوس حور شائل غارتگر کشور دل کو دل دے بیٹھیں سووے عشق مول لے بیٹھیں اور
بے چین ہو کر قصد اوسکے پاس جانیکا کیا اس ارادے سے ہم سب نے اونکو منع کیا مگر اونھوں نے
کسی کی نہ سنی اور بے خوف و خطر شوق ملاقات میں اوسکے پاس جا بیٹھیں جسے منع کیا اوسکو وہ
چار سخت سست سنا بیٹھیں اور جا کر پہلے اوسکا نام ملک کا پتا اور احوال دریافت کیا عندالہ
معلوم ہوا کہ شاہ چین کا فرزند ارجمند ہے ملکہ حسن افروز شہزادی ملک فارس کے عشق میں دردمند
ادنی کی تلاش میں مسافرانہ چلا جاتا تھا اتنا سے ماہ سے کوئی اوس گم کردہ کاروان صبر و قرار اور
روسے نادیدہ یا رکوبیاں لے آیا اور جبراً قہراً دولہا بنا کے ہماری بیگم کے ساتھ نکاح پڑھوا دیا

جناب عالی جب یہ حقیقت ہماری بیگم کو معلوم ہوئی تو گویا عسکری سہل و سہوار ہو کر اوتا نیا نہ ہوا
 دشمنوں کی اور بری حالت ہو گئی ایک تو اپنی خوبی قسمت کا غم دوسرے عشق کا غم و ستم تیسرے عشق
 کو اپنی طرف سے انصاف کم از کم سپر خاقت محبوب کا الم طرہ یہ کہ وہ بھی عشق کے ہاتھوں کبتا کے اندر
 و غم یہ سب خیالات اور کتاہت ہو کر تو ام ہو کے دم بخود ہوئے غشی کی نوبت ہو گئی یہ حال دیکھ کر اس
 بت بیوفا کے دل پر فوراً عشق کا اثر ہوا لیکن اس نے ہماری بیگم سے وعدہ کیا کہ انشاء اللہ تھکے میں
 عنقریب فارس سے فائز المرام ہو کر آتا ہوں اور تم کو اپنی سلک زوہیت میں لاکر اپنے ملک کو لیجا تا ہوں
 از بسکہ عشق ہماری بیگم صاحبہ کا صادق اور وعدہ بھی اس غیرت ماہ کا واقع معلوم ہوتا ہے تو
 کیا عجب کہ عنقریب ہماری صاحبزادی کی تمنا سے دلی برائے شب فراق کے روضہ وصال لکھی
 آئے لا اور کے یارب اندر دل آن حسرت و شیرین انداز یہ کہ بر جہت گزری برس فرما کر کشت
 بادشاہ اس حال کو شکر آب دیدہ ہو گیا اور صنوبر غمیدہ و مضطرب کو کہ اس وقت تک اسکی چشم زری
 سے قطرات اشک شبنم آسا ٹپکتے رہے تھے گلے لگایا اور بہت تسکین دیکر فرمایا کہ بی بی اپنے دل کی
 غمگین نگر وین تھارے کو دلغا کو خیس طرح سے ممکن ہو گا تلاش کر کے بلواؤں گا اٹھوس سوئی بند
 البلیں صفات کو خوب ٹھیک بناؤں گا یہ کمکر محل سے بآمد ہوا وزیر اعظم کہ دست بستہ حاضر تھا تسلیم
 سجالایا اور ہاتھ جوڑ کر یہ کلمہ زبان پر لایا کہ خداوند اس بادشاہ روسیہ کے زلیخہ دیوار شہر نیا و ج
 سامان لطائی کا کیا ہے اور اپنی فوج کو آج کی رات ہمارے شہر میں شیخون مارنے کا حکم دیا ہے
 لیکن خاکسار نے سب سامان جنگ و جدال واسطے سزا دی اس بد جنجال کے طیار کر رکھا ہے
 تمام فوج کو آمادہ جنگ و پیکار کر رکھا ہے اب اس باگاہ سے جیسا حکم نفاذ پاوے وہی عمل میں
 آوے بادشاہ وزیر بادگیری و کش اور ہوشیاری پر بہت مسرور ہوا اور اسی وقت تخت پر جلوس
 فرمایا پھر اسی وزیر کو خلعت فاخرہ اور جواہرات ہمیشہ سہا سے سرفراز فرما کے ساری فوج کا سپہ سالار
 کیا اور حکم دیا کہ ابھی جاؤ اور اس روسیہ کو گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ وزیر اعظم نے حکم کو ادب
 سجالایا اور تلوار کر سے لگا بے غم خوزری روانہ ہوا اب آئندہ بیان کیا جائے گا کہ وہاں کا راجہ
 پہونچنا آرام دل کا ملک تیر زمین و مبتلا ہونا جاوے زن فتنہ انگیز میں
 پھر آوارہ ہو مجھ و دار کا اور سب نیا نام آرام دل شیفہ و دل شکا کا
 لاساتی وہ شراب کہ جبین ہوں ستیان | پیکر جسے یمن توڑوں سبوا و ملا بیان

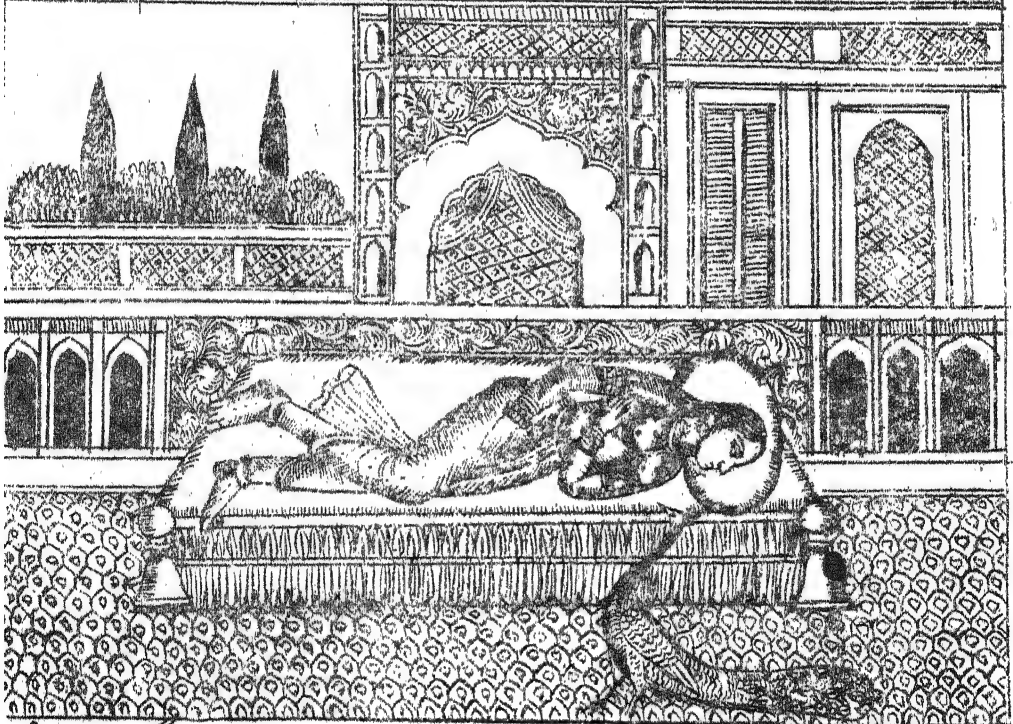
اور منت میں اوسکی اب مری حالت سیکم ہے پھر جوروں سے اس فلک کے عذاب الیم ہے
 ایسا ہوا جون زار کہ حالت نہیں رہی بد حالت تو کیا کہ پہلی وہ صوبت نہیں رہی بد خیران ہوگا
 بہہ و غما ہے جادو نگار حال آرام دل عاشق زار بے قرار کو با چشم اشکبار شمشہ تھریں یوں
 منسک کرتے ہیں کہ وہ باد یہ پھارے مراحل جان بازی اور وہ نور وادی جاگدازی ہمارا منہ و فاد
 کے اوسی سہند باد رفتار پر سوار ہر روز دنیا دانہ نیابی کھاتا پیتا چلا جاتا تھا فراق یار اور شوق دلدار
 میں ہر دم زار زار روتا تھا محمود لتکین دیتا تو کتا چراگت عزیز کیا کمون رونامین اپنی چشم گریان کا
 بسین کتنے ہی دریا گر نچڑوں پاٹ دامان کا پھ جنون سے دیکھو رتبہ مرے حال پریشان کا چہرہ
 کو آیا چاک تا دامن گریبان کا پھبتنگ آئے ہیں ہم وحشی کہاں دل کھول کر روئیں پھر کہ وحشت پر
 ہمارے تنگ ہے عرصہ بیابان کا پھ غرض ہر وقت لب پر آہ کلبے میں دروختا دنیا کو خاک جانتا تھا
 سب طرف سے دل سر دھتا ایک دزاسی طح رفتہ رفتہ بعد خرابی بسیار ایک شہر قطعہ دار اور خوشگوار
 میں اوسکا گزار ہوا فلک کچھ فترا اور زمانہ ناہنہ ہار کی خاش سے طرفہ ماجرا ہو جا آرام دل شہر
 اندر گیا اور سرے میں اوترا گو کون سے پوچھا کہ اس شہر کا کیا نام اور حاکم اس ملک کا کون فی چشم
 سے اونھوں نے جواب دیا کہ اس شہر کو تبریز کہتے ہیں حاکم بیان کا سلیمان شکوہ قندز نام ہے اور
 آپ کس ملک میں رہتے ہیں محمود نے کہا بھائی مسافر میں پریشان خاطر ہیں آرام دل نے
 محمود سے کہا کہ تقدیر بیان تک تو لائی ہے بعد مدت شہر کی صورت نظر آئی ہے چلو ذرا اسیر کر لیں دل
 بھلے غرض گھوڑے سرے میں چھوڑ دیا نہ چوک کی طرف روانہ ہوئے اتنا سے راہ میں ایک
 عورت ضعیفہ سے ملاقات ہوئی اوستے پہلے تو جھجک کر سلام کیا اور پھر یوں کلام کیا کہ حضور مجھ کو آپ
 مسافر معلوم ہوتے ہیں اور ایسا خیال میں آتا ہے کہ شاید ابھی کوئی دور و دراز کا سفر کیے چلے آئے ہیں
 محمود نے جواب دیا کہ ہاں نیک بخت بیشک مسافر ہیں اور توجہ کہتی ہے ہم بھی چلے آئے ہیں پھر او
 ضعیفہ نے کہا صاحب حکم ہمارے سردار کا یہ ہے کہ جو کوئی مسافر اس شہر میں آئے وہ پہلے ہمارا مہمان
 ہو جائے اب میں امیدوار ہوں کہ آپ دونوں صاحب ہمارے آقا کے مکان چلیں محمود نے کہا
 واہ جان نہ پہچان بڑی خالا سلام صاحب ہم تمہارے آقا کو کیا جانیں وہ کون ہیں ہم اپنا سرچ کرین
 جو تمہارا کہنا مانیں عورت نے کہا حضور خفا نہوں شہر میں اگر یہی گاتورات بھر آرام فرمائیے گا صبح
 سہان جاتے ہیں وہاں پہلے جائیگا پھر اس سے بہتر کیا ہے رات بھر سر زمین نہ رہے ہمارے ہی
 مکان پر چلکا استراحت فرمائیے اس شہر کے ایک میس اعظم سے ملاقات کیجیے انکے خلق و مروت اور

باتون سے لطف اٹھائیے سینے جو آپ کو بااخلاق پایا تو یہ کلمہ میری زبان پر آیا **مگر** تو مارا کرو گستاخ + وگرنہ این قدر طاقت کجا بود اب احوال اوس سرور اور شہزادے کے لیے
 میں اس قدر اصرار کا باعث سینے کہ شاہ قندار کی ایک بیٹی تھی بہت خوبصورت نازنین مہر بیباں آیا
 طہولیت میں دوااوسکی اوسے علم سحر چھایا کرتی تھی اور جادو کا فن سکھایا کرتی تھی تھریسے عہد
 میں وہ شہزادی اس علم میں طاق اور اس فن میں شہرہ آفاق ہوئی جب سن شعور پایا تو شہزادے
 کا شوق ہوا ماہر و یون کی کلمت نشینی کا ذوق ہوا اکثر چھپ چھپ کے لوگوں کے گھر جایا کرتی اور کبھی
 پاتی تو اپنے معشوقین کو پوشیدہ محل میں بلوایا کرتی شدہ شدہ اس بیباں اور سلطنت کی
 کی خبر بادشاہ کا سپہنچی بادشاہ نے اپنی اڑکی سے استفسار کیا اوسنے کچھ جواب نہ دیا
 حساموشی کو اختیار کیا بادشاہ اس بیباکی سے نہایت غصہ میں آیا اوسکے چپ رستہ سے جہنم
 باتون پر لگان تھا صاف یقین لایا سحر کے خوف سے کچھ کہہ نہ سکا مگر ہاتھ کر کے اپنے محل سے
 نکال دیا اس شہزادی نے شہر میں ایک سمیت بہت بڑا احاطہ گھر واکر اوسمیں مکانات اور باغات
 طلسمات کے تعمیر کروائے جب مدعا سے دل خاطر حصول ہوا پھر قویہ معمول ہوا کہ سرشار اور
 کو کہ صبح پیری سے اوسپر لایا تھا جستجو میں کسی مسافر کو کہہ راہ کے بھیجا کرتی اور جب کوئی دم
 میں آجاتا تو اس سے رات بھر چٹین کیا کرتی القصہ بارگاہ مہر بہر مطلب کہ اوس بڑھیا قمر کی ٹریا نے
 ایسی چٹنی چٹیری باتیں کیں اور دام مکر پھیلایا کہ وہ گھات میں کیں کہ آرام دل نے اوس سے انتظار کرنا
 بعد از اخلاق جانا اور رد و دعوت نامناسب سمجھ کر اوس عورت کے ساتھ ہو لیا وہ ولایت شہزادان کی
 خالہ آرام دل اور محو کو ایک مکان میں لے گئی حدود الان میں مسند پر بٹھایا اور پھر اگر باہر کے
 دروازوں میں قفل دے گئی نیم لکھنوی صبا و فی لالی پھانس کر صید بکر سی بٹھائے نقش
 پھر دوسرے مکان میں گئی آرام دل اس مکان کی عمارت جو اسات اور سنگ مرمر کی لطافت
 رہا تھا مقابل اوس مکان کے ایک باغ تھا نہایت خوش قطع ہر چار طرف سے مربع اگر وہ باغ
 میں خامہ دستان سرسے شہہ بیان اوسکا اپنی زبان پر لائے تو محفل مراد و اور نہ قصہ و نہ ہی
 ناتمام رہ جائے قطع نظر اوس بہار کے عجائبات اور طلسمات ایسے عجائب اور
 غرائب تھے کہ دیکھنے والوں کے ہوش باختہ حواس غائب تھے اندر بارہ درمی میں زبان آرام دل
 اور محو بیٹھے تھے یہ کیفیت تھی کہ کبھی تو سارا مکان مع فرش فرش اور سب سامان سرسبز گلابی
 ہو جاتا کبھی روم کبھی نر کبھی آبی ہو جاتا کبھی تمام روشنی ایک بار گل ہو جاتی کبھی اوس سے دو چہرہ روشنی

پھر اوی شمع بالکل بجاتی کبھی یہ معام ہوتا تھا کہ درخت شمل آدیوں کے چلنے میں بھی یہ نظر آتا
تھا کہ شعلہ اسے آتش ہر درخت کے برگ و بار سے نکلے میں غرض وہ شہزادی دوسرے مکان میں
بیٹھی ہوئی یہ کمال کی گہاری تھی ان حرکتوں سے اوں دونوں کو ڈراری تھی تھوڑی دیر کے بعد وہ
شہزادی اوی پرین کے ہزار ہا نانا نانا سے اگر آرام دل کے برابر سندریٹھ گئی اکثر یہی سلیمانی
پر جو نلڑی پہلے خوف سے ڈی بھری میں کہنے لگی کہ کسی طرح اس انگوٹھی کو لے لیجئے بغیر کشتہ کیجئے
یہ سمجھا کہ اس پر پی پکڑنے آرام دل سے کمالا اعظم آہ شوق تیرے منت مومے ہمارے ہیں ہر اک نظر
بھولے سے بھی ہو تو پیچھے جاتے ہیں نہ بھلا وصال جہانم نہیں تو ذرا مصافحہ تو ہو یہ کہہ کر ہاتھ آگے
بڑھایا آرام دل نے بھی جلدی سے ہاتھ ملایا عورت نے ہاتھ پکڑتے ہی دینیا پکڑا لیا اسے اونٹنی سے
اس نے بصورتی کے ساتھ انگوٹھی اتار لی کہ شہزادے کو سطلق خبر نہ ہوئی جب انگوٹھی کی طرف سے
جمہیت نہ نظر ہوئی آرام دل سے کہنے لگی کہ صاحب جو کوئی اس شہر میں مسافرانہ وارد ہوتا ہے
وہ پہلے ایک شب ہمارے پاس سوتا ہے پس آج تم آئے ہو ہمارے پاس یہ آرام دل نے کہا
صاحب رہنا کس جانور کا نام ہے ہم نہ سمجھے یہ کیسا کلام سے عورت متکارفتہ روزگار کے کہا ذرا وقف
کر دینے کے معنی بتا دو نگلی ذرا دم لو میں خود رہے دکھا دو نگلی محمد اوس کے خرب پر چلیا تاک بھون
چڑھا کے شہزادے سے کہنے لگا حضور یہ عورت متکار ساحرہ معلوم اور ایوں کچھ خوبصورت بھی نہیں ہے
اگر غربت میں ایسی ہی آپ کو رنڈی بازی سوچھی ہے تو اور کسی خوب صورت بانہا عورت عاشق مزاج
مشتوق وضع کے پاس چلیے مصنف حسن یوسف جہانم لیسایا ہے نہ بہر نظارہ زلیخا باید
اور یہاں توجہ تک بھیجے گا یونہی افسردہ خاطر ہے گا عورت سنتے ہی غضب میں آئی تھی
گفت منہ میں جھلانی اور رخاہ گرم سے محمود کی طرف دیکھا زمین پر ایک ٹھوکر ماری کہ زمین شق ہو گئی
حل دیکھا آرام دل اور محمود کی رنگت فتن ہو گئی زمین پھٹتی ہی ایک جہشی سیاہ ست شمشیر
نکل آیا ساحرہ نے آرام دل کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ پہلے اس شخص کے پانوں میں زنجیر ڈال پھر
اوس موڑی ہرقات کو جلد ہمارے سامنے سے لپکا کر قتل زنجیر حکم شہزادی کے اوس جہشی نے ایک
زنجیر طلائی شہزادے کے پانوں میں ڈال دی اور محمود کا ہاتھ کر کے وہاں لے گیا ایک شعلے پر رکھ کر کہے
چاہا کہ ایک ہی وار میں اوس غریب کا کام تمام کرے محمود نے رو کر کہا کہ اسے شخص مجھے بیگناہ محبت
ضمیمت گوار کر کیا تیرے ہاتھ آگیا جگہ نیکی کی دنیا سے کیا یہی خون ناحق کا الزام مواخذہ تیرے
جایگا مصنف چھوڑ گز بندہ خدا دیکھا نہ اجا سا کتنے خدا دے گا جہشی کو اوسکی ضمیمی اور بیٹی

رحم آیا قتل ناحق سے سردست ہاتھ اوٹھایا اور کہنے لگا کہ خبردار کچھ کچھ اس طرف رخ نہ کیجیو جہاں نے تجھے چھوڑ دیا مگر کچھ شہزادی کے پاس جاے میرے اور آفت لائے ایسا غضب کیسی لا اور کسے بھاگتا ہے تو بھاگ یاں سے دور نہ دیکھ پائے لگوئی پیل ہو دور نہ محمود نے سلام کر کے کہا لا احم اگر بر وید ارتن صدر با ہم نہ ادا سے شکر کردن کے تو اقم نہ مصنف خدا تمکو دلنا اور کسے مدام کیا تو نے احسان مجھے سلام نہ یہ کہنے وہاں سے ایسا بھاگا کہ پھر پیچھے پھر کے نہ کیا سراسے میں اگر دم یا شاہزادے کی بیگمسی اور گرفتاری پر رو کے تردد اسن و آستین کرتے لگا اپنی بے وقوفی اور یا وہ کوئی پرہیزاروں لعنت اور نفرین کرنے لگا یہاں جہشی نے اگر اس شہزادی سے عرض کی کہ خانہ زاد اوں بد نہاد کو مار کر ایک کوئین مین ال آیا ہے ساحرہ نے کہا جالس ہی کام تھا جہشی تسلیم کر کے غائب ہو گیا آراحم دل نے جو احوال پر اختلاف محمود کے مارے جانیکا سنا جو ہم غم سے کلیجہ پھٹنے لگا او سکی رفاقت اور جانبازی پر بہت افسوس کیا وصال یا سے بالکل مایوس ہوا اس اوستادی پر دور سے پیر فلک کا قد سوس ہوا اور کہا مصحفی اے فلک آپ کو اتنا جو پھرایا تو نے نہ کوئی ہمشوق بھی عاشق سے ملایا تو نے نہ شہزادے کو جنت کا محمود و وفاداری صحت رہی دل کو ہر طرح تقویت رہی اب تو ساحرہ کے دامن زویر میں پانچیر ہو یا اے گزنیکی شکر ستہ ہو گیا صوت تصویر ہو اپنی خوبی قسمت اور گردش فلک پہلے تو بہت ہنسنا پھر انہی بیگمسی اور بے بسی پر بے اختیار رو دیا ساڑ کے خوف سے آنسو باہر نہ آنے دیے چپکے ہی چپکے گھونٹ گھونٹ کر پیے اور فرمایا صفیہ بلکہ رومی ہجر دلدار میں گرائے اُنکدرا آنسو نہ راز دارا سے مین ہم پی گئے لیکر آنسو نہ بد مزاجی سے مین اوں نہیں رو سکتا ہوں نہ اور کہتے مین یہاں جوش سمندر آنسو نہ چشم گرم او سے دکھائی جو سر رو رہ گئے دامن شرکان سے لپٹ کر آنسو نہ ہو گیا خشک لہو ہلے سرے جسم کا سب پ خون دل آتا جو اب آنکھوں سے نہکرا آنسو نہ اے صفیہ او سکے نہ آگے کبھی رونا ہرگز نہ پی لو آئے بھی اگر آنکھوں کے اندر آنسو نہ رقت کو جو ضبط کیا دل پر بڑا صدمہ پہونچا ضبط ہوا بکائی کے ساتھ منہ سے خون ڈالا دھڑا رعب ہوا سوزش غم نے دل کو پانی پانی کر ڈالا خوب دل کا بنجار نکالا آرام دل کے پھرے کا رنگ زرد ہو گیا غش پر غش آنے لگے تمام بدن دفعہ سرد ہو گیا عورت اس حادثے سے سخت چران ہوئی شب وصال مین یار کا یہ حال دیکھ نہایت پریشان ہوئی جلد جلد گلاب کیوڑہ بیشک چھڑک کر ہوش مین لائی اور کہنے لگی کیوں جی یہ ہم سے دعا بازی کرتے ہو یا سنا یہ حال ہنا کر جہنم ڈراتے ہو ہم سے نہیں ڈرتے ہو بس خیر اسی مین ہے کہ روئے دھوئے کو موقوف کرو

اور ساغر متنا مجھ سے صاحب جمال کا شربصال سے بھر دینے کے آرام دل کے تن بدن
میں آگ لگ گئی ایک تو پہلے ہی بیٹھا سوخت ہو رہا تھا اور روکے اپنی جان کھو رہا تھا دوسرے اور
بھی آتش غضب سینے میں بھڑک گئی اپنی جان سے تو بیزار تھا سو چاہت کر لگی مار ڈالے گی
بہت خوب ہو گا میرا کھیرا چلیگا وہ بھی اپنے ہی کی حسرت مٹائے گی یہ سمجھ کر اور یا علی لکڑی بھیر میں
اس زور سے جھٹکا مارا کہ ہر بند اسکا مثل ہوئے آئندہ علیہ علیہ ہو گیا اور زنجیر کو پھینک یہ
کہتا ہوا چلا کہ دیکھیں بھلا اب تو ہمیں کس طرح روکتی ہے منہ تو دیکھیں کس منہ سے تو کہتی ہے
آتش مرد وہ ہے کہ جو ہر کو سر میدان روکے یہ عورت یہ کیفیت دیکھ کر غصے سے لال ہو گئی تمام
جسم میں لرزہ اگیا جان و بال ہو گئی اور تو کچھ نہ بن آئی تھوڑی خاک زمین سے اٹھا کر اوپر کچھ پڑھتی
ہوئی آئینہ دوسے کے پیچھے دوڑی اور دروازے کے قریب جا کر آرام دل کے اوپر وہ خاک ڈالی
خاک پڑنا تھا کہ آرام دل جا بھہ انسان چھوڑ شکل مور گیا سامرہ نے کھٹ پٹ اس مور کو پکڑ لیا
اور والان میں لاکر چھوڑ دیا پھر کہنے لگی کیوں چلے نہ گئے سر جھٹکے اب تو مر جاؤ گے دن رات
پڑے یاں روکے پھر ایک زنجیر پاؤں میں ڈال دی اور آپ باسائش تمام ملنگ پر حالیت



شہزادے نے اپنے دل میں کہا کہ ابی بے طور پھنسنے ہو اوس سے دو چند روؤ گے جتنا تمام عمر
ہو پھر تھک کر چھاتی پر نعم کا پتھر لکھ کر ایک طرف کو نے میں ہو بیٹھا اور بعد حسرت و یاس یہ شعر

چہرہ سحرہ کی جان کو روپیٹھا اور دروندے سے نقش پاکِ طرح خلق یاں مجھے ہرگز نہیں چھوڑی
 تو کمان مجھے بہ حب لطف شب اسی پنج وقتہ میں کٹ گئی فراق یار میں سحرہ کی نیند اُٹھ گئی
 بیتاب ہو کر پلنگ سے اٹھی اور کچھ بڑھکے شہزادے پر دم کرنے لگی دم کرتے ہی آرام دل سے
 حیوانی سے ہریت انسانی میں ہوا اور اپنے تئیں مجمع الوجہ صحیح و سالم پایا شکر خدا سے بے نیاز
 کا بجالایا سحرہ نے کہا کہ تو نے معلوم کیا کہ میں نے پھر تجھے انسان کیوں بنا دیا آرام دل نے کچھ
 جواب نہ دیا اور پیوری چڑھا کے سر نیچے کر لیا عورت نے جلدی سے ہاتھ بڑکے پلنگ پر بھینچا اور
 کہا صبر کرتے ہیں دیکھو آؤ ہمارے پلنگ پر ہم لوٹتے ہیں درودوں کے مارے پلنگ پر رات آئی
 اتنی اور نہ ہوتی یاں نفل بھی گرم پڑے ہر ایک آن میں سارے پلنگ پر آرام دل نے بھی طوعا
 و کرہا ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر دیے جو وہ کتنی تھی یہ کرتا تھا وہ ساغر اسید وصال میں پیش کرتی تھی یہ شہ
 آتشین سے محمی دو آتشہ بھرتا تھا غرض اوس شہزادی نے آرام دل سے بھنی کام دل حاصل
 کیا سبب کا میاب ہوئی تو لطف زندگی پایا جان و دل شہزادے پر ہنسا کر عاقل ہو گئی جی میں اور
 فراسیاسا مسکرا کر کہنے لگی کیوں جانی اب بھی سمجھے رہنا اسے کہتے ہیں اور عاشقوں کے پاس مشق
 اسی طے رہتے ہیں آرام دل نے کہا اچھا اب ہنسنے تھا را کہنا کیا تھا سبب کے گناہ اڑاؤ
 اپنی جان پر لیا اب تم بھی اپنا وعدہ وفا کرو کہ صبح کو ہمیں رخصت برضا کرو شہزادی یہ سن کر بہت ہی
 اور کہنے لگی واہ واہ کیا خوب ارے دیوانے جب تک میں تیرے وصال سے محروم تھی جب تک
 صرف ایک پاس سخن تھا کچھ حقیقت نہ معلوم تھی اب وصال سے سینے اپنے جی کی مراد پائی ہے
 طبیعت کو اور ہی لذت ہاتھ آئی ہے میں سرگرم بنانے دو گئی اور جو زیادہ گفتگو کرے گا تو میری ہی
 سر کی قسم شکوہ بھی مار ڈالوں گی اور آپ کو بھی ہلاک کر دوں گی یہ سن کر آرام دل غرق ہر قہقہہ ہوا اور
 دل میں کہنے لگا ع اے روشنی طبع تو برہنہ بلا شادی نہ ہاے میں اس ساعت کو نہیں پاتا جب
 میں اوس بڑھیا کے ساتھ یہاں آیا تھا افسوس وہ وقت ہاتھ نہیں آتا جس دم میرا نصیب مجھے
 یہاں لایا تھا مثنوی عشق کیا کیا نہ جی جلائیگا خاک کیا کیا نہ یہ اڑا لے گا نہ جان پر اب تو ابی
 افسوس پڑے کیوں رے دل تجھ پر کیا بنی افسوس پڑا چاک دامن ہوا دسینہ عشق بن رنگ چہرے کا
 ہو گیا ہے فق نہ جان لبون پر ہے بیکراری ہے پڑ دم ہے جب تک یہ آہ و ناز می ہے پڑ نزع
 میں ہوں اب آہے پیارے نہ صورت اپنی دکھا رہے پیارے نہ دل سہا رہے وہ محبت اشت
 دیدہ آئینہ دار طلعت است + آخر اسی غلابی اور پریشانی میں ساری رات کٹ گئی حال انرا

بقیہ رستم رسیدہ روزگار کا دیکھ کر صبح کی بھی چھاتی پھٹ گئی اور صورت سحرہ نے پھر شہزادے کو اسی طرح مودہ بنا دیا اور بانٹوں میں وہی ریختہ طائی ڈال کر باغ میں چھوڑ دیا غرض اس شہزادے نے مدام ہی دستور کیا معشوق صاحب جمال پاکر صال سے دل مسرور کیا شب کو آرام دل کو صورت اصلی میں لا کر نہرت کرتی اور دن کو مودہ بنا کر پھر وہی ریختہ بانٹوں میں بھرتی کیا یہاں محمود اپنے سر میں آیا تھا ڈراؤنا کچھ کچھ بھی اوس کو دیکھ میں جاتا باہر سے شہزادے کا سرخ لگتا تاج کچھ تیار نہایتا چار پھر کر چلا آتا آخر اسی گردش اور دوا دوش میں چند مہینے کا عرصہ گذر جب محمود ناجا ہو گیا اور کوئی تدبیر آرام دل تک پہنچنے کی بن نہ آئی تو یہ دل میں ٹھہرائی کہ اب اس سماں اوج حسن و خوبی کی خبر اوس شہنشاہ کشور رعنائی پروردہ ناز و نعم مدہوش شراب زیبائی کو پہنچانی چاہیے یہ سمجھ کر باخاطر فکر و دینہ دار غذا ملک رس کی طرف روانہ ہوا تیریداد فلک تہا سجا کا ہدف ہوا ششما نہ ہوا

پہنچنا محبت کا اپنے ملک میں اور باریاب ہونا دربار ملکہ حسن افروز
میں نذر دینا تصویر شہزادہ آرام دل کا اور عاشق ہونا اوس ماہ کامل
کا اور جلنا شعلہ رخسار کے سوز میں

مراجی تو بس سیر ہے قفا کسی اور کو اب ساغر ناپا کہ جس طرح میں ایک ن بادہ نوش و اوس طرح سبکو
ہو جوش و خروش و میکشان خانہ خمار و بادہ نوشان انجمن دلدار شراب و ستان کوشیشہ ریان
میں یون بھرتے ہیں کہ محمود و مہینے کے بعد شہزادان صیدا اور مصیبتیں اوٹھا کر باجیم پر آب و جل گیا
حشتہ و خراب ہوتا ہوا اپنے ملک میں پہنچا شب بھر اپنے گھر پر صبح دم بادشاہ کے کوربا میں حاضر
ہوا دیکھ حاضر دربار ہا ملکہ حسن افروز کی ملاقات کے لیے از حد لیے قرار رہا جب دربار برخواست ہوا
محمود نے ایک خواجہ سرا سے کہا کہ حضور میں ملکہ آفاق چھوٹی بیگم صاحبہ کے جا کر عرض کر کہ خانہ زاد قدیم
مور و عنایات عمیر یعنی محمود تاجر جدت دراز کے سفر دور و دراز سے آیا ہے اور تمنا ملازمت اور قدیم
کی از بس رکھتا ہے ملکہ حسن افروز اوس دم اپنے مصاحبوں اور پیلیوں کے ساتھ کھیل میں
مشغول تھی نہ کچھ فکر تھی نہ کسی طرح نازک ملول تھی خواجہ سرا نے آکر بعد شکر و سپاس محمود کی خدمت
کو بعنوان شایستہ التماس کیا ملکہ خسرو افروز نے فرمایا محمود میرے واسطے ابا اچھ را اچھ خیرین

لایا ہو گا بان جلد حاضر ہو خواجہ سرا باہر آیا اور محمود کو بلایا ملکہ حسن افروز دالان میں سنذرین
 پر حیا بیٹھی اور محمود کے واسطے ایک پلنگری جو اس پر نکاحیوادی و سپر سفید اطلس کی چادر کچھادی محمود نے
 اگر پہلے آداب و ربا رشا باز ادا کیا پھر موجب حکم شہزادی کے تسلیم کر کے بیٹھ گیا شہزادی نے فرمایا
 محمود کہو کہان کہان کی سیر کی استے دن کہان رہے کب آئے کس کس ملک میں پھرے ہمارے واسطے
 کیا کیا سوغات لائے محمود نے کہا حضور کیا عرض کروں میرا قصہ بہت دراز اور ماجرا ہے جاگہ از ہے
 خلاصہ یہ ہے کہ غلام اب کے مرتبہ ایک چیز خاص حضور کے واسطے لایا ہے شہزادی نے کہا محمود بھلا
 دیکھیں وہ کیا چیز ہے جو بھلا ایسی غریبے محمود نے کہا وہ چیز ایسی نہیں ہے جو کے سامنے دیکھا
 اگر حضور سیکو مٹا دین اور تخلیہ کریں تو البتہ سامنے لاؤں دکھاؤں شہزادی کو او کے دیکھنے کا
 کمال شوق ہوا عشق فتنہ انگیز کو دل لگی کا ذوق ہوا مثنوی عشق ہے قہر عشق ہے بیاد
 عشق ہے ظلم عشق ہے جلاوین بہان دیکھو اسی کا چرچا ہے جہان سینے اسی کا غوغا ہے
 ایک اندھیرے زمانے میں بد دخل اسکا ہے ہر گھرانے میں بد الغرض کچھ عجیب حالت ہے
 اسکا ہر فعل جاے حیرت ہے بد ملکہ نے حکم دیا کہ سب لوگ یہاں سے چلے جائیں اور جب تک حکم
 نپائیں نہ آئیں جب تنہائی ہوئی محمود نے موقع پا کر تصویر آراہم دل کی کہ اپنے ہاتھ سے
 کھینچی تھی ملکہ حسن افروز کے حضور میں حضرت عشق کے ہاتھ بھیجیادی اور یوں عرض کی
 کہ خداوند لغت خاکسار نے بڑی جان لڑائی ہے جب یہ تصویر بے نظیر ایک بدر منیر کی ہاتھ آئی
 شہزادی نے تصویر جو ہاتھ میں لی تصویر لیتے ہی تمام بدن میں رعشہ بڑ گیا دل دھڑکنے لگا سر پر عضو
 وجد میں آکر پھرنے لگا سچ ہے نظامی دل را بدل رہیت دین گنبد سپہر از سوے کینہ
 و از سوے مہر مہر تصویر کھو لکر جو بلا خط کی ہوش و حواس جاتے رہے طاقت سلب ہو گئی بدن
 سننا گیا سکتا ہو گیا ابر غم مزعہ دل پر چھا گیا سو و احیران نہو کیوں دیکھ او سے چاہنے والا
 تصویر ہے وہ سلسلہ اللہ تعالیٰ بد دل نے بے اختیار چاہا کہ اس تصویر کو کچھ میں رکھ لیجئے لیکن
 نے اشارہ کیا کہ اسکو ہماری پتلی بنا پئے یہاں جگہ دیکھیے زبان نے زبان درازی کی کہ پہلے دعا
 تو دیجیے غرض سب کا کہنا کیا پہلے تو چھاتی سے لگایا دو ایک بوسے لیکر آنکھوں سے ملا پھر بلا میں
 لیکر جان و دل او سے قربان کیا دل نیاز منزل میں حضرت عشق کا گھر ہوا آگے عیش آباد تھا اب
 غم نگر ہوا دریاے محبت جوش میں آیا شہزادی کے جذبہ دل نے خوب اثر دکھایا شعر خون رگ
 مجنون سے ٹپکا قصہ لیلے نے جولی بد عشق میں تاثیر ہے پر جذب کامل چاہیے بد خیال شرکان یار کا

میں نشتر جو چھیا آنکھوں سے خون کی ندی بہنے لگی بیتابی دل کو بہت ضبط کیا مگر نہ سکی رو کر کہنے لگی
 مصنف دل کسی شمع پہ آیا ہر خدا خیر کرے بے بے جا اسے پھنسا یا ہے خدا خیر کرے + خوب
 میں جب کانہ آیا تھا کبھی مجھ کو خیال + وہ ان آنکھوں نے دکھایا ہر خدا خیر کرے + دیکھتے تھے تیری اس
 سراوج اقبال + اور عالم نظر آیا ہے خدا خیر کرے + اب تو یہ حال ہے کیا ہو گیا آگے آگے + تو
 یہ خوف سما یا ہے خدا خیر کرے + میں نے بھلائے سخن عشق قیامت زمانے + ایک اندھیر نکایا
 خدا خیر کرے + آخر مجھ سے کہنے لگی کہ بے خدایہ کیا یہ تصویر ہے تجھے میرے سر کی تم جلد کہہ یہ کون
 شمشاد حسن اور سپر خوبی کا ماہ میرے نہیں تو اس عشق سے موم کے مانند پھیل جا گیا کہ کھنا کہ کبھی
 دم نکل جا گیا مجھ نے اپنے جی میں کہا کہ نشانہ تو کا گر ہوا شہزادے کے عشق کا اس کے دل پر اثر
 ہوا مگر ایسا نہویہ راز افشا ہو جاے جلد اسکو تکلیں دو مبادا کوئی فتنہ برپا ہو جاوے شہر عشق
 اور شک چھپائے سے نہیں چھپتے ہیں + برسر راہ ہی پٹیا ہر ڈھنڈھوڑا انکا یہ سمجھ کر کہنے لگا
 حضور یہ کیا غضب کرتی ہیں کہ رنج و الم بے سبب کرتی ہیں رونے دھونے کو موقوف کیجئے
 اور ذرا دو باتیں میری سن لیجئے شہزادی نے کہا اسے مجھ سے عشق میں اپنی جان کو بیٹے تم
 ابھی کیا رونے اور روٹنے گم نہ یہاں تو خیمہ چشم سے ایک دریا بہتا ہے تجھے اس بات سے کیا
 مطلب تو اپنی کہہ کیا کہتا ہے مجھ نے کہا حضور یہ کتنی ترادہ آرام دل خلف شاہ چین کی ہر
 جسکے دیکھنے سے ماہ چار دم اپنی پیشانی پر داغ ندامت اوٹھاتا ہوں یہ شبیہ اوس نازنین زہرہ
 کی ہے فرد تو بلقیس ہے گر سلیمان ہے وہ نہ تو زہرہ ہے گراہ تابان ہے وہ نہ یہ سنے زیادہ تر
 بیتاب ہو گئی بقول شخصے گفتگوے یار بھی حیدر سے کچھ کم نہیں + آرزو وصل وصل یار سے
 کچھ کم نہیں + اور کہنے لگی کہ مجھ کو تجھے کس بات کا پردہ ہو واسطے خدا سے لایزال کے بیان جدا
 اس کے حال سے مجھے اچھی طرح آگاہ کر + در سر گذشت اپنی کہہ سنا مجھ کو اندر گیا ملک نے مجھ کی صورت
 دیکھتے ہی ایک آہ سینہ سوزان سے بھری اور رومال سے آنسو پونچھ کر کہنے لگی کہ مجھ کو بہر خدا جلد بتا
 کہ وہ شہزادہ کہاں ہے جسکی یہ تصویر ہے دل اب قابو میں نہیں ہر دم اندوہ کثیر ہے مصنف
 خدا کے واسطے اوسکا پتا بتا قاصد کہان سے وہ نہ تابان بتا بتا قاصد + مجھ نے کہا حضور
 اس آہ و زاری اور بیقراری سے تو کام نہ نکلے گا اگر کوئی دیکھے لیگا میرے واسطے ضرر ہے جان
 خطر ہے اس سے یہی بات بہتر ہے کہ فلاں دم لیجئے مبادا کہیں دشمنوں کو صدمہ پہونچے ایسا
 نہ سمجھ کر جو میں عرض کروں پہلے اوسے سینے صحرائے بیخودی میں تنگ نہ چنیے عرض مجھ نے



سب حال اپنا ملک چین میں جانا آرام دل سے ملاقات کر کے تصویر لکھنا پھر شہزادہ کا شہرت
 ہو کر دیوانہ و اطلب صال میں آورہ ہونا سب علماں کیا مگر صنوبر شہزادی اور سیتن پری کے حال کو نہایت
 نہ بیان کیا اور کہا کہ شہزادہ ایک ساحرہ کے بیچ میں آگیا ہے دیکھیے خاکب اوس مکار عورت مجہ فوک
 سے اوسکو نجات دیتا ہے بے طور حکم کھا گیا ہے ملکہ حسن افرور شراب محبت سے ایک تو شہزادہ
 ہو رہی تھی اس حال کو سن کر اور بھی مہوش ہو گئی ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے ہا شاعر پڑھتے پڑھتے بیہوش
 ہو گئی حضرت اسد اللہ خان غالب دل مرا سوز بہان سے بے محابا جل گیا باد آتش خاموشی
 کے مانند گویا جل گیا دل میں ذوق وصل یادیا تک باقی نہیں ہاگ اس گھر تین لگی
 ایسی کہ جو جھٹکا جل گیا ہر محمود نے جلدی سے گلاب کیوڑہ چھڑکا ہوش میں لایا ملکہ حسن افرور نے
 آنکھ کھولی اور فرمایا چرات حال یہ کچھ تو ہے ابل کی توانائی کا کہ یہ طاقت نہیں لون نام کیسی
 کا ہر محمود ہاتھ ہو کر قدموں پر گر پڑا اور بولا کہ صنوبر واسطے خدا کے ایسا بیخہ غم نہ کھائے یہ کیا غضب ہے
 اس طرح صدر نے نہ اٹھائے دیکھے پہلے بھی کہ چکا ہوں اور اب بھی کہتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہین رفتہ رفتہ
 شاہ کو خبر ہوئے دوست دشمن ہر جگہ ہین دیوار ہم گوش دارد میری جان مفت جائے آپ کا کیا
 نقصان ہو بیٹھے بھانے مجھ پر آفت آئے اب توقف کیجیے دل کو تسکین دیجیے دیکھیے تو میں کیا کرتا
 ہوں اور کیا تماشا دکھاتا ہوں پھر وادی تلاش میں قدم دھرتا ہوں بھول اللہ المستعان تھوڑے عرصے
 میں محبوب کو پہلو میں لا اٹھاتا ہوں یہ سب بایں عشق آمیز اور فتنہ آگیز ہو رہی تھیں کہ ملکہ کی مافی جیسے آو
 و وہ وہ پلایا تھا والا ان میں آئی اوسکو دیکھتے ہی محمود کی روح بدن میں تھرائی ہوش جاتے

زندگی ہے عذاب ہے اور مرنا ثواب ہے تجھ بن کہ کوئی مونس نہ کوئی ہے غمخوار ہے میری مٹی خراب ہے
 تجھ بن پتھر ابر غم خوب گھر کے آیا ہے چشم ہر دم پر آب ہے تجھ بن پتھر برق نشان پہ خندہ زل
 ہے آب پتھر دل کو وہ اضطراب ہے تجھ بن پتھر ناکوں نے زرد کو کیا ہے خجل پتھر شور و غل بھیجا ہے
 تجھ بن پتھر اب فنا ہو گئے ہم کوئی دم میں پتھر جان شکل جاب ہے تجھ بن پتھر اسے شہ حسن القاتات
 کشور دل ہر آب ہے تجھ بن پتھر آتشین رخ دکھا سخن مجھ کو دل مرا آب ہے تجھ بن پتھر دل میں
 مطلق تاب و توان نہیں حال دل کیا کون قابو میں اپنی زبان نہیں ہر وقت جان دینے پر مستعد
 ہوتی ہوں بیقراری سے زار زار روتی ہوں جب یہ خیال آتا ہے کہ بے تیری ملاقات کے مر جانا اور
 حسرت اپنے وصال کا تیرے دل پر دھرجانا دل قبول نہ کر گیا الزام اسکا مجھ پر دھرجا گھر جاتی ہوں
 دل کا پاس کر جاتی ہوں اویس تو یہ ہے کہ سید محمد خان زند فرقت میں تیرے جان تلف کی
 نہیں جاتی پتھر او جان جان جان تو یوں دی نہیں جاتی پتھر اب اگر تم ہمارے شیدا اور معشوق بادشاہ
 ہو تو ہر خدا ایک نظر مجھ پر نہ جان مجھو خاطر پریشان کو جمال جان آلا اپنا دکھا جاؤ اور ایک مرتبہ مجھ
 بیمار اجل گرفتہ وقت صد آزار کو شربت دیدار ملا جاؤ زند دست قدرت پہ جان و دل صدقے
 تیری صورت پہ جان و دل صدقے آ جاؤ بس اب راہ نہ اسے پار دکھاؤ پتھر مشاق ہوں شیدا
 ہوں دیدار دکھاؤ پتھر یہ کہہ کر کچھ جی میں جو آگیا لیٹے لیٹے قلم او کھایا با چشم اشکبار یہ چند اشعار نامہ
 لکھے اور محمود کے حوالے کے نامہ ملکہ حسن! فوراً مصنف

گل گلزار حسن و رعنائی	بلبل شاخسار زیبائی	ششوار سمنہ ناز و ادا	نوبہار حدیقہ زیبا
میرے دلدار میرے عاشق	میرے غمخوار میرے جان نثار	اجد صد شوق وصل جہانی	بعد صد ذوق وصل وحانی
تیری تصویر جیسے آئی نظر	محویت ہوں کہم نے لہر	اللہ اللہ زایہ حسن و جمال	چشم بد دور روز شوبہ سال
رخ پر نور مہر عالم تاب	رنگ خنجر رخ پر شہ تاب	نسب زلف کی حفا کی پناہ	یہ وہ کافر کہ حسن کی پناہ
چشم ہمارے کیا بیمار	نگہ مست نے کیا سرشار	دل کو باندھا کنگہ گیسو	دیکھ کر ڈالا تیغ ابرو نے
دہن تنگ کیا تنگ	رنگ چہرے کا دیکھ کر گیسو	سینے پہل کا کیا طالب	ہو میرے گمان سے غلب
ہاتھوں نے خوب تھاپائی کی	شکر ہوش کی صفائی کی	جیسے دیکھی تیری کمر کی چمک	بیکلی ہو مجھے صنم اب تک
قد قیامت بکرا آفت ہے	جیوتون میں عجب شہر ہے	ہو غرض سے پانوں کی	زید اللہ حسن رنگ رخت
اب بناوین تھیں ہم اس کام	جسکو عشاق کی کیا سلام	کون وہ عشق خانان پر	ظالم و قاتل و ستم اسباد
عشق کو کیسے جمع آقا	عشق مودی بکرا اور فدا	عشق ظلم و ستم ہے آفت	عشق ہمیر و بے مروت ہے

عشق رہتا ہوں میں کرنی	اس غم آباد کا یہی چہ پہنچ	تلخ کامی اسی سہی حاصل ہے	ذائقہ اس کا سم قائل ہے
رشتہ عمر کو زبانہ ہے	تو سن جان کو تازیانہ ہے	دل ہی سب کا خون کرتا ہے	یہی پیدا خون کرتا ہے
میرے دل میں بھی گھر کیا ہے	آخرا پنا اثر کیا اسنے	تپ فرقت سے جسم جلتا ہے	دل سے جرم دھواں نکلتا ہے
خون ل چہ تر سے جاری ہے	زخم دل پر ہمار کا یہی ہے	سخت پچھن ہون الی تم	تیرے ہی چشم سر کی شہم
ہجر میں تیرے اب تو نے ہیں	کوئی دن زندگی کے بھر ہیں	نالو اتنی سے اب لیتا ہے	بات کرنا بھی اک تو کیا ہے
کبھی ہوتے ہیں جان بزار	کبھی رہتے ہیں آہ زار و زار	کبھی لیل کس طرح نالان ہیں	کبھی سبیل صفت پشیمان ہیں
کبھی خوش جنوں و شہت ہے	کبھی کچھ آپ ہی آپ ہے	کبھی شبنم کس طرح گریان ہیں	کبھی زکس کس طرح حیران ہیں
کبھی دیا دکھایا آنکھوں نے	کبھی سرتک ڈویا آنکھوں نے	کبھی دل آبلہ سا کیا ہے	کبھی آنکھوں کو خون پکیتا ہے
ایسے جینے سے کاش مر جانا	جان اپنی ہم گزر جائیں	مگر ہم کیا کریں کہ میں مجبور	ہر زمین سخت آسمان ہوں
اب جدائی بہت ساتی ہے	آمری جان کہ جان جاتی ہے	قہر کر دے گا انہی میں سخن	برای آفت ہے یہ زبان سخن

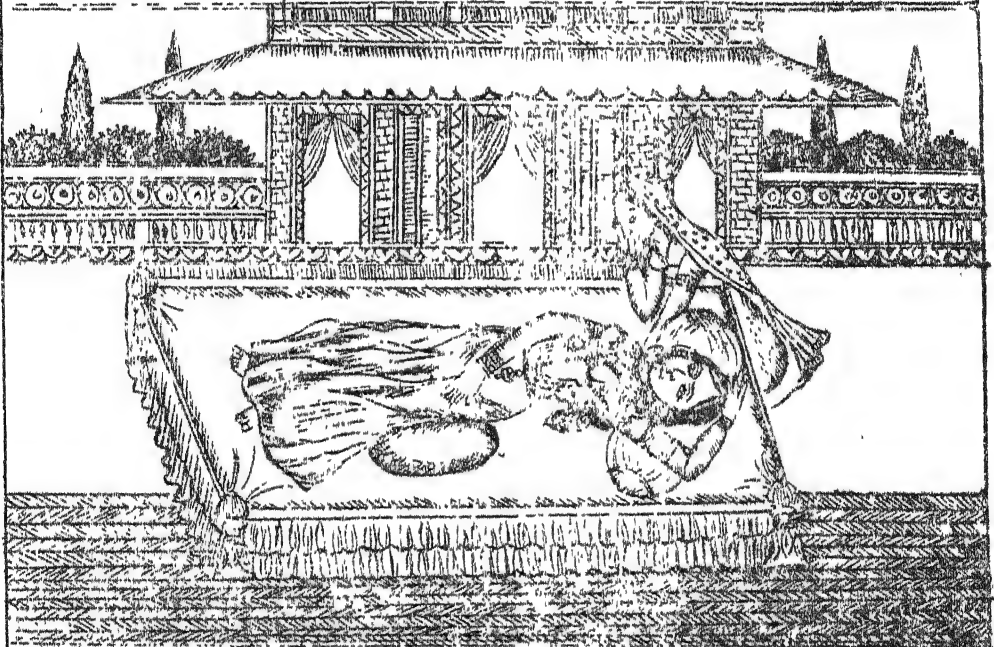
اور نامہ کو لفظ کر کے یہ شعر منجھڑا ہوا ہم ذوق کا لہو ذوق و شوق لکھا اور محمود کے حوالے کیا اور وہ
مرحوم یہ چاہتا ہے شوق کہ قاصد بجائے ہر ذائقہ اپنی ہوں فاقہ خطر لگی ہوئی یہ محمود نامہ لیکر
ملکہ سے خط ہوا وقت رخصت شہزادی نے کئی کشتیاں زور و جواہر معر محمود کو عنایت کیں اور
خاص سے مہر فراد کیا محمود آداب بجالایا نصر من اللہ و فتح قریب لکھ رخصت ہوا اور صبح دم ملک تبریز کی طرف روانہ ہوئے

دہستان بیکراہ ہونا ملکہ حسن افروز کا فراق دلدارین اور آگاہ ہونا
شاہ تہارن کا شہزادی کی بے قراری سے اور جان دریافت کے
لیے آنا اسی حالت خط دراز میں

سب ساتی نے دمی شراب سخن پہ بھر گئی عشق سے کتاب سخن پہ کین عاشق پڑے سکتے ہیں
آہیں عشق بھی پھرتے ہیں آداب ذرا اور بھی ہے اک اک جام پہ کہ یہ مفضل بخیر ہوا جام پہ شہسوار
عہد عشق تباری و فارسان مہنار جان گدازی مسافران بارنا کامی بردوش باختر ہوش از خود
فراموش لکھتے ہیں کہ جب محمود ملکہ حسن افروز سے راجہ گداز و بہمن سوز سے رخصت ہو کر شہزاد
آرام دل کی تلاش میں نکلیا یہاں طیش دل خود دس منزل میں زیادہ ہوئی بسمل کی طرح
ترپنے لگی جان دینے پر آمادہ ہوئی جب حشت خاطر زیادہ پائی عقیدہ تو تھی اپنے دل کو سمجھاتی

رنمادی دل نہ تڑپ اتنا گیا ہے مراقصہ آج آئی خبر یار کی یا کل خبر آئی نہ رنمادی دل بیتا شباب
 آریگا قاصد نہ تڑپ نہ راہ میں دیر لگے گی فقط آتے جاتے نہ سمجھاتے سمجھاتے جب خیال یا پور
 کرتا آنسو نکل آتے پھر وہی نقشہ ہوتا بیتابی زور کرتی بقراری دل میں شور کرتی مانی نے کہا یہ
 خدا کے لیے ایسی بے قرار نہو آہ و زاری کو موقوف کرو ڈرتی ہوں کہ اس حال سے کوئی خبر دار
 نہ ہو ملکہ نے کہا اے جیا جرات شعلہ و برق و شر بھی ہمنے دیکھے پر کوئی نہ بقراری میں نہ پایا اس
 دل بیتاب سا نہ دل ہے کافریا خدا جانے کہ کیا آفت ہے یہ نہ تلملتا ہے پڑا پہلو میں اک سیما ب
 سا نہ جیا میں کیا کروں دل کو کیونکر سمجھاؤں جو شہزادے کا بومین نہ تو پھر او سپر کسکا بس نہیں چلتا
 ہی درو دل دے دیا ہے اک بت کافر کے ہاتھ میں نہ اب حق میں دیکھیے مرے اندر کیا کرے
 مانی نے کہا مانی بی یہ خط ہے ذرا سنبھلو یہ مقام ضبط ہے خدا کی عنایت سے نا امید نہو اسی کو یاد
 کرو فرودہ لا القسطوا سن رحمۃ اللہ سے جی شاد کرو اب اوٹھو ہاتھ نہ نہ دھو ڈالو دل کو سنبھا لو دیکھو
 خاصہ کا وقت آیا لوگ اس حال میں دیکھیں گے تو کیا کہیں گے یہ کیا بیوہ پن جی میں سما یا ہی
 کچھ سمجھ میں نہیں آتا پس ہر دم روناسی بی بی اللہ حافظ و نگہبان ہے جو ایسا رونادھونا ہے
 خیر وہ بھی اک بات تھی ہو گئی اب دیکھو محمود کیا ہے کیا جواب لیکر آتا ہے ملکہ نے کہا مانی نہ تم اس
 مقدمے میں دخل نہ دو مجھے نہ ستاؤ تم نہیں جانتی ہو میں جس حال میں ہوں مجھے اسی حال میں
 رہنے دو میرا مغر نکھاؤ میری تعقی انداز وہی سمجھے مرے دل کی چاہ کا نہ زخمی ہو کوئی ہوئے کسی
 نگاہ کا نہ یہ ککر اوٹھی اوچھو کھٹ میں جا لیت رہی تصویر کو چھاتی سے لگا کر ایک شور مچایا اور بصد
 حسرت و یاس رو کر فرمایا فیہم دہلوی نہ تم برہین نہ دل پہلو میں روئیں آہ کس کسکو نہ مقام شکر ہے
 دیکھیں فلک کیا کیا دکھاتا ہے نہ اس عرصے میں قمر النساء وزیر زادی جو شہزادی کی عمن تھی بلکہ
 شہزادی سے بھی کم سن تھی شیش محل میں آئی ملکہ کو جو نہ دیکھا بہت گھبرائی مانی سے کہنے لگی کیوں
 مانی بیگم صاحب کیا ابھی تک سوئی ہیں کیا سبب ہے جو میدان نہیں ہوتی ہیں مانی کہ انجام کار کے
 فکر میں غوطے کھا رہی تھی دل سے سو سو تدبیریں بنا رہی تھی کچھ نہ بولی قمر النساء چھپر کھٹ کے
 پاس آکر پردہ اوٹھا کر دیکھتی کیا ہے کہ شہزادی کی آنکھیں نرگس و ارکسی کے انتظار میں وہاں ملکہ
 آنکھوں سے دو دریاؤں میں گویا لنگا جتنا ہین رنگ چہرے کا زعفرانی ہے لب خشک ہین ل
 میں سو رہنا ہی ہے گرمی عشق سے پیشانی عرق آلود ہے کیسے تصویر میں سکتے کا عالم ہے
 چین دل کا مفقود ہی جب بیتابی دل زیادہ ہوتی ہے یہ غزل پڑھتی ہی اور روتی ہی

حال دل دار ہو کیا ہوئی سخت ہمارے کیا ہو ماؤں
 راتہ رات وہید ویرا طلب سیدہ سیدہ کی ماؤں
 لکھنؤ کے الم سے جھک رہی ہوئی جان دار اس کے دل کو
 بے لعل عذرت میں شرم لکھنؤ کے الم سے جھک رہی ہوئی
 رشتہ انتقال کوٹ کے جوت سے دوار شد ہوئی گھبرا کر کہنے لگی بیگم مزاج کیسا ہے
 خدا کے لیے فرمائیے تو یہ کیا ہے کہ میں آفر ورنے منہ پیر کر جواب دیا کہ ان بہن ابھی ہیں فرما
 فرط محبت سے بقیار ہو کر مانی سے کہنے لگی کہ مانی دیکھو تو متھاری بیگم کے دشمنوں کا کیا حال ہے



تھیں کچھ خبر بھی ہے کیا بھیر پھر پائے عقل پر زوال ہے مانی گھبرا کر کہنے لگی کیوں بی بی خیر تو
 قمر النساء نے کہا بھئی والدہ تھے بھی لال کیا کہ ہر دم پاس رہتی ہو اور پھر خیر تو ہے کس منہ سے
 کہتی ہو یہ کس گھبراہٹ ہوئی بیگم صاحبہ کے پاس گئی جا کر سب حال بیان کیا رو رو کے تر داماں کیا
 بیگم صاحبہ اور سب خواہنیں سسرال میں پریشان اقدان و خیران شہزادی کے پاس آئیں بیگم صاحبہ
 بھائیوں کی فکر ملک سے کہنے لگیں کہ میری جان کو تو جی کیسا ہے میں تیری داری کیوں تیرا حال ایسا ہے
 ملک نے کہا اتان جان کیا کون دل میں درد ہے تمام بدن میں اعضا شکنی ہے دیکھیے چہرہ زرد ہے
 کلیجہ مند کی راہ نکلا آتا ہے کچھ ایسا درد اوٹھتا ہے کہ جی بیٹھا جاتا ہے روئے کو بے اختیار
 دل چاہتا ہے مگر اب تک تو ٹھیکے ہوں آگے دیکھیے خدا کیا دکھاتا ہے حضرت غالب

پہرے کی طرح کہ دل کو بے قراری ہے بد سہیل جو ایسے نرم کاری ہے بد یہ سر گذشت سنگرم صاحبہ
 کی تہ پائوں پہ چل گئے اور تو کچھ بن نہ آیا کچھ کر فرمایا کہ اس کے کوئی حضور کو خبر کرو یہ سنتے ہی ایک خوش
 سارے تیار بادشاہ کے حضور میں سب حال گزارش کیا بادشاہ کہ اس وقت بیچ خانہ میں مشغول
 رہا وہ آئی تھے شہزادی کی عیالات کی خبر سنگرم محل میں تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ بیٹا کو کیا سب
 سب جو کچھ اس قدر بچ و لقب ہے ملکہ نے کہا جناب عالی میں بھی حیران ہوں کہ اس بخود ہی کا باعث
 کیا سب ہو گیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل خود بخود نکلا آتا ہے تمام بدن سنسناتا ہے لوگوں کی کثرت
 اور آمد و رفت سے ہم کرتا ہے تن بدن میں آگ لگتی ہے تمام جسم جھکتا ہے خدا جانے کیا
 آفت آسانی اس دل کی جست پر نازل ہوئی ہے کہ اس قدر رونی ہوں مگر کچھ تک سنگین نہیں حاصل
 ہوئی ہے بادشاہ باخاطر پریشان روتے ہوئے باہر تشریف لائے اور سچ الزام حکیم
 احسن اللہ شان کو خان کے واسطے بھیجا جب حکیم صاحب آئے مانی نے ملکہ کو ہوشیار کیا
 حکیم کے آگے دستہ خبر دیا کیا ملکہ نے کچھ جواب نہ دیا مگر ایک آہ سینہ سوزان سے بھری یہ کہا اور پھر
 انکھنے لگی لا اعلیٰ فیض نہ کیجھ اے طیب ہاتھ لگا اور مواہ میری تو یہ شکل ہے باپے
 پچھا اور مواہ حکیم نے کہا حضور یہ کیا فرماتی ہیں ناحق رورو کے اپنے مرض کو بڑھا
 میں ذرا ہنس دیکھا لیکن پھر تاجدار جو دوا میں دے اسے توش فرما دینے تو کیا جلد آرام
 ہو گا اور یہ کہ تین مہینے ملا دو دوا میں دیکر یہ مرض کھوتا ہے ملکہ نے خفا ہو کر جواب دیا کہ حکیم صاحب
 کہہ دیا آپ نے ہمارا مرض کیا تشخیص کیا جو آپ دوا بھی اپنے ساتھ لیتے آئے ہیں تاج
 ہا میں مطلق صحت نہ تھی آپ ناحق دوا دیتے آئے ہیں حسرت و اندر سر بالین من برخیز احوال
 بدیہ بد و دروند عشق زوار و بجز دیدار نیست بد قمر اللہ کہ نہایت زیرک اور دانائے شہزادی
 کے کلام سے فوراً دریافت کر گئی کہ ہونہو یہ مادہ سوداوی عشق کا رجوع ہے آفتاب
 محبت کا مشرق کسینہ سے طلوع ہے مگر ابھی شرف ہے بقول شخصے کہ عشق و مشک اتوں
 نفقہ تین بدول میں تو سمجھ گئی مگر اس وقت کچھ نبولی بیگم صاحبہ بھی اس کلام سے ہوشیار ہوئی
 مانی کو الگ لیا کر کہنے لگیں کہ مانی تمکو تو معلوم ہو گا کہ تو یہ ماج کیا ہے وہ کیا چیز ہے جو اندری
 اس کے دل کو ستاتی ہے مانی ہونہو مجھے تو لوگوں کے کلام سے عشق کی بو آتی ہے جب مانی نے دیکھا
 کہ راز آشکار ہو ابھرا ہی اب چاہ نہیں حال ظاہر ہوا بیگم صاحبہ کا ہاتھ پکڑ کے شہزادی کے قریب
 لائی اور تصویر ملکہ کے سینے سے لگی ہوئی تھی آہستہ سے اٹھا کر دکھائی بادشاہ بیگم تصویر دیکھتے ہی

شہزاد جان سے اوس جان جان پر نشان ہو گئیں صورت دیکھتے ہی بیقرار ہو گئیں مسکرا کر فرماتے
 لکین کہ مانی یہ کس یوسف ثانی کی تصویر ہے اور یہ کون شہنشاہ والا جاہ صاحب غر و توقیر ہے
 مانی نے از اجہ آتا تھا حقیقت حال پر اتمال محمود کا آنا اور تصویر دیکھنا شہزادی کا عاشق ہونا
 اور تملش شہزادہ پھر محمود کا جانا سب بیان کیا بیگم صاحب نے جب حال شہزادی کے عاشق کا سنا
 نال کار سوچ کر غمگین ہوئی مگر وامراض کی طرف سے کسب شک ہوا دل کو ذرا تسکین ہوئی مانی
 کو لگا کہ کیا کر بھلا یا کہ تم جان دیدہ ہو ذرا لڑکی کی دلداری کرتی رہنا عشق کجست نے اس کے دل
 پر زنگ لگ کر لیا یہ تم مدام غمخواری کرتی رہنا اور کہنا کہ بی گھبراہٹین خاطر جمع رکھو جبکہ تم نے تصویر دیکھی
 سے تمہارا ہی آمان جان اوسی شہزادے کے ساتھ بھاری شادی کر لینی ذرا اپنے دل کو تسکین دو
 صاحبہ نے بھی یہ ہوا نشانہ افتخار بہت حلہ لگا اسے مقصود سے بھاری گود بھر لئی یہ لکھ بیگم صاحبہ
 مگر حسن اخروے کے پاس آئیں اس طرح کی گفتگو تو زبان پر نہ لائیں مگر آغوش میں لیکر لیا گیا
 پشانی پر بوسہ دیا اور کہا میرے جان بھون اللہ کی آمان ہے کچھ بات تو کرو بیگم یہ جبری بات ہے
 دیکھو یہ ہم ٹھنڈی ٹھنڈی سانس نہ بھرو ملکہ نے کہا آمان جان شہزاد کی باتوں سے یہ اور بھی
 دل کو کھتا ہے نہ جالیے بہر خدایا نے کہ دم کرتا ہے نہ بھلا ہم کیا بات کریں آپ بزرگ ہیں آپکو
 اس بات کا کیا جواب دین ورو کسی سے کیا بیان کیجے اس اپنے حال اتبر کو نہ دل اوس کے
 ہاتھ دے بیٹھے جسے جانا نہ پہچانا نہ آخر جب بیگم صاحبہ نے دیکھا کہ بات کرنے سے طبیعت
 پر جوش آتا ہے آدمی کی صورت سے نفرت ہے کلام سے دم گھبراتا ہے ناچار خاص محل میں تشریف
 لائیں ہمراہ اپنے وہ تصویر بھی لیتی آئیں بادشاہ جو محل میں آئے بیگم صاحبہ نے تخلیہ کیا اور شاہ
 سے طلب مشورہ کیا جب حضور آکر بیٹھے بیگم صاحبہ نے وہ تصویر بادشاہ کو دکھائی شاہ والا جاہ
 بیک گاہ حیران انگشت بدندان دست قدرت کے قربان ہو کر رہ گئے اور فرمانے لگے بیگم یہ کون
 حجتہ نہاد ہے آدم زاد تو نہیں معلوم ہوتا شاید پرزاد ہے بیگم نے کہا حضور میں پہلے آپ سے یہ
 پوچھتی ہوں کہ اگر یہ شخص آپکی صاحبزادی کے ساتھ شادی کی درخواست کرے تو آپ کو منظور ہے
 بادشاہ نے کہا صاحب اگر یہ کوئی شہزادہ عالیہ اذان والا دو دمان ہے تو خیر کیا مضائقہ منظور ہے
 ورنہ ابھی ان باتوں کا کیا ذکر ہے بیگم صاحبہ نے کہا سنیے یہ تصویر شہزادہ آرام دل شہزادہ میں
 کی ہے جو آپکی ملکہ کا حسن و جمال سنکر عاشق ہوا ہے یہ تصویر اوس نازنین مدحین کی ہے محمود
 سوداگر متاع خوبی سمجھ کر لایا تھا اور آپکی صاحبزادی کے حضور میں نذر گزارنا تھا پس دیکھنا کیا تھا

گویا قیامت کا آنا تھا جب یہ تصویر دیکھی ہے لڑکی، اسکی عاشق زار ہے فرط محبت سے بے قرار ہے
 نہ تو دشمن بیمار ہیں نہ خدا انکو استہ گچہ کیسب ہے مگر حضرت عشق پڑھے جن سوار ہیں یہ سب اوجہ
 کا فریب ہے اور فی الحقیقت صورت اچھی جہان کو پسند ہے معشوق با وفا کمان لٹا کر ایسی سبک
 دل عاشق درو مند ہے خوش نصیبوں کو ایسے بھی ملجاتے ہیں کہ جذبہ محبت سے یحییٰ بن ہو کر آپ ہی
 دوڑے چاکے تھیں لب آپ کو اختیار ہے چاہے اسنے فرزند کو خوشی کیجیے یا نہ کیجیے بندہ کی دست
 ہے اور جو آپ سچ بوجھتے ہیں تو یہ بات ہماری یا برکتیے کہ اگر اپنے عقل کا ہاتھ میں لیکر ڈوبے ہوئے
 تو قیامت تک ایسا شہزادہ خوب صورت نکلیں والا خاندان باغ و تمکین اندھیرے گھر کا اوجھلا
 نملیکا اور بالفرض اگر ہزار خرابی کو فی مل بھی گیا تو یاد رہے کہ آپکی صاحبزادی کا چاہنے والا نکلے گا
 مصنف دنیا میں اگر ڈھونڈے تو کیا نہیں ملتا پر چاہنے والا نہیں ملتا نہیں ملتا باوجود شاہ
 اس حال کو سنکر دیکھ بھر تھک کر غوطہ زن رہا پھر بہت سوچ کر کہا کہ اچھا میں اسکا جواب پھر دوں گا
 تم لڑکی کو سمجھاؤ خاطر آشفتم بہلاؤ بیگم صاحبہ نے کہا بھلا جس بشر پر عشق کا سایہ ہوتا ہے اور جسکو
 وصال یار کی دھن ہوتی ہے وہ کسی کتنا ہے بقول ناسخ ہر گھڑی کہتے ہو صاحب صبر کر
 بندہ عاشق ہے دیا ایوب ہے ایسے شخص کو کچھ کہنا یا سمجھنا نقطہ ناما اور ناسخ ہی جاتا ہے
 بادشاہ خاموش اٹھے اور تصویر ہاتھ میں لیے باہر تشریف لائے وہاں ملکہ حسن افرور
 نے جو فرصت پائی معشوق کی یاد آئی غشی سے کچھ افاقہ ہوا تھا آنکھ کھولی چشم نیم باز سے فلک کو دیکھ کر
 کف افسوس ملے اور دہنی طرف سے بائیں طرف کروٹ لیکر پھر وہی شعر زبان پر لائی نیم دم مامی
 نہ تم برہمن نہ دل پہلو میں روئیں آہ کس کو مقام شکر ہے دیکھیں فلک کیا کیا دکھاتا ہے
 دل اُٹا آتا ہے انکو گلے مل کے رونیکو کمر بستہ سفر خستہ مقرر کوئی آتا ہے گذرتی ہیں بڑی تھلیکے
 راتیں جدائی کی بدلیں پھرتے ہم اب دیکھو وہ دن کب آتا ہے مین صدقے اے اجل آ جا
 شبِ فرقت میں جلدی سے ہماری جان جاتی ہے ترا کیا ایمن جاتا ہے نسیم ہلوی اب نا توانی
 سے یہ عالم ہے کوئی ہلکا اٹھاتا ہے کوئی ہلکا ٹھٹھاتا ہے یہ پھر خوب کوئی جب رنج سے بھی عاجز آئی تو یہ خلش
 کا بند لب پر لائی مومن خان مرحوم منظور ہے کچھ اور کہ اشک آنکھ سے چلے من کیسے گرے
 بھالم کند لے میزیدت بہ زکس شہلا کر سیتن بہن خون نشانیاں عبث اے چشم شکبار ہر گز
 دل زگر یہ میسر شود یار صد سال بیتوان بہ تنہا کر سیتن کبھی جو دل گہرا تو یہ شعلہ پر آتا ہے
 لبِ جان بخش کی الفت میں لب پر جان آئی ہے مریض عشق مرا ہے میسما کی دوہائی ہے

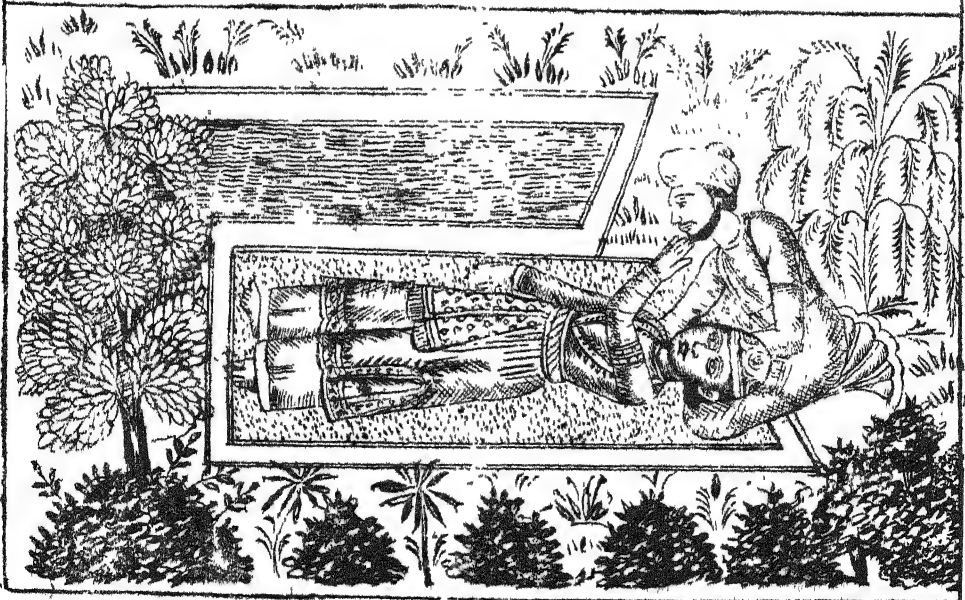
اس بقراری اور آہ و ناری میں تصویر کا جو خیال آیا جا بجا ڈھونڈھا اور نہ پایا تو سبب اختیار ہو گئی
آپ میں نہ ہی مانی کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر کہنے لگی کہ: کیوں مانی میں تیرا گریبان پاک کر دنگی میری
میرے حاسے کر دینیں تو ابھی اپنے تئیں ہلاک کر دنگی مانی نے کہا ہر سیکھ خبر سے دشمنوں کو کیا ہر گیا
خدا سے ڈوینے تو آج تک ایسی باتیں نہ کہیں دیکھیں نہ سنیں ماشاء اللہ چشم بدور ابھی تو تصویر میری
دیکھی ہے جب صورت دیکھو گی تو زمین پر پاؤں نہ رکھو گی بلکہ نے کہا ہاں سجا کتی کہو تکتے ابھی دنیا میں
کیا دیکھا ہے تم تو ابھی پیر نابالغ ہو بال دھوپ میں سفید ہو گئے ہیں اچھا تم بھی اپنی کہہ لو کیا کتی ہو
مانی نے کہا لڑکی یکم صاحبہ نے بھی وہ تصویر دیکھی اور مجھے حال دریافت کر کے بہت خوش ہوئیں بلکہ
فرماتی تھیں کہ افتخار اللہ تعالیٰ میں اپنی لڑکی کی شادی اویسی شہزادے کے ساتھ کر دنگی وہ تصویر
حضور کے دکھانے کو لیکھیں ہیں بلکہ یہ گفتگو سنکر مارے خوشی کے کچھلی نہ سہائی رنگ زعفرانی نکلا بی
ہو گیا باغ باغ ہو کر اور مسکرا کر یہ شعر زبان پر لائی ہرزار فیض سودا ہجر اور وصل سے کچھ کاہنم
سے مجھکو بات وہ کیجے کہ ٹکٹل کو ہولتیں جس میں مانی مجھے اس سے کیا مطلب کہ امان جان
کیا کتی تھیں اور باوا جان کیا کتے تھے تم میری تصویر دینے والی کون تھیں خدا کی قسم مانی خیر اسی
میں ہے کہ میری تصویر مجھے منگا دو مانی نے فراموش کیا کہ بی بی کچھ سمجھ میں نہیں آتا خدا جانے
اوس باشت بھر کا غد میں کیا رکھا ہے فوراً تم جاؤ اور یکم صاحبہ سے وہ ٹکٹل لاؤ وہ گئی اور یکم صاحبہ
سے سب حقیقت کہی اونھوں نے اویسی وقت تصویر منگوائی اور فراموش کیا کہ ہاتھ شہزادی کے پاس
بجھوائی جب تصویر آئی دل نے فراموش مانی پائی رات دن اویسی کا شغل ہر دم اشعار جستہ اور غزلیں
بر محل میر حسن غزل یا رباعی ویا کوئی فردہ اسی دھب کے پڑھنا کہ جس میں درد و کھجی صاحبہ
یار کی طرف سے پاس ہجوم غم سے رنگ فق چہرہ او داس کبھی جو درد دل سوا ہوا تو پتیا بکھا کر بایں طرف
ہاتھ سے دبایا دیتا کہ خاموش رہی صد سے بے ہوش ہی جب آنکھ کھولی دل کو ڈھونڈھا
پہچانپا یا نالوں کو ضبط کیا اور فرمایا حضرت غالب کی دے کے دل کوئی نواسخ فغان
کیون ہوں مہر و جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زبان کیوں ہو کہ کیا غنوار نے رسوا لے آگ
اس محبت کو نہ لاوے تاب جو غم کی وہ میرا راز دان کیوں ہو کہ وہ کیسی کمان کا عشق جب سر چھوڑنا
ٹھہرنا تو پھر اسے سنگدل تیرا ہی سنگ استان کیوں ہو کہ یہ کہہ سکتے ہوں ہم دل میں نہیں ہیں پر یہ
تہا کو کہ جب دل میں تھیں تم ہو تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو کہ غرض ہر دم سوز عشق سے آہ نزاری
تھی کتاب تلب سے بقراری تھی کسی عنوان دل کو قرار نہ تھا سب انہیت کے احوال تھے مگر کوئی غنوار تھا

رہائی اوس گرفتار دام محبت کی عورت بد ذات کے جال سے بچ کر
ملک فارس کی طرف روانہ ہونا اوس باد یہ پیاسے عرصہ الفت کا
مسموم سے ملنا اور آگاہ ہونا ملکہ حسن افروز کے حال سے

بان پلا دے سا قیام اور جام پستینوں کا اب دکھا عالم تمام پیشے لبالب بادہ گنہام یوں
دیکھ اس آغاز کا انجام تو بطل کہ شایان جاوہ سخن و غزلت نکلیاں گونہ رخ و سخن عقد با سے
گرفتار ان کو ناخن تدبیر سے یوں کھولتے ہیں کہ ایک شب وہی عورت ساحرہ حسب رسول آراہم
کے پاس بیٹھی اختلاط کی باتیں کر رہی تھی ایشا سے گفتگو میں شہزادے کی نظر اوس صبر پر پڑی یہ وہ جہ
اپنے ہاتھ میں پہنے ہوئے تھی دیکھتے ہی سیتن پری کی باتوں کا خیال آگیا ہی میں کہنے لگا خیر خیر
بچہ آنکھ بچا کر اور ایک بال کو اون بالوں میں سے جو بازو پر بند ہے ہوئے تھے نکال کر دونوں طرف
سے پکڑ کے کھینچا کچھ دیر نہ گزری ہوگی کہ سفید دیو ہزاروں دیو ہمراہ لیے ہوئے آرام دل کے
حضور میں حاضر ہوا آداب و تسلیمات بجالایا اور شہزادے کو اس حال میں دیکھ کر خست تحیر ہوا اگلے اسرار
دیوؤں کی شکل دیکھتے ہی بسرعت تمام حجرہ میں گئی اور غضبناک ہو کر ایک ٹھوکر زمین پر ماری
زمین شق ہو گئی صد ہا حبشی شمشیر برہنہ ہاتھوں میں لیے غل مچاتے باہر نکلے درو گھر
کا ہنگامہ ہوا سب درہم برہم وہ کارخانہ ہوا دونوں طرف سے تلواریں چلتے
لگین زمین سے خون کی ندیاں اوبلنے لگیں آرام دل نے سفید دیو سے
کہا کہ کھڑا کیا دیکھتا ہے جا اور میری انگشتی اوس قحبہ سے چھین لاسفید دیو انگشتی کا نام
ہی درد ہو گیا خوف سے ہراسان ہوا بید کی طرح لیزان ہوا جی میں کہنے لگا برا غضب ہوا کہ انگشتی
سیمانی اوس کے ہاتھ آئی اب میں شہزادے کی رہائی کی کیا تدبیر کر دوں سوچتے سوچتے ایک کشتی نظر آئی
کہ زمین و آسمان کے سچ میں گردش میں ہے یہ دیکھتے ہی اوس کی طرف لپکا اور ایک ہی جگہ میں اوس کو
اپنے قبضے میں کر زمین پر لایا اوس کشتی میں ایک پیجرہ اور اوس پیجرے میں ایک مینا بند تھی دیو اوس
مینا کو نکال کر آرام دل کے پاس لایا اور کہا کہ حضور اس مینا کے جسم میں اس ساحرہ کی روح ہو آج
اسے خوب تکلیف دیکر مار ڈالے دل کا حوصلہ نکالے پلے اسکا ایک بازو توڑے پھر دوسرا پیر ایک
ٹانگ پھر دوسری ٹانگ پھر خوب زور سے اسکی گردن مڑوڑے غرض جیتا پھوڑے آرام دل

مینا کو ہاتھ میں لیکر جاتے تھے کہ پہلے بازو توڑیے سارہ نے غل مجایا کہ او شہزادے دیکھ کیا قسم کرتا ہے
میرے احسان بھول گیا اور محسن کش تو میرے غضب سے نہیں ڈرتا ہے مصنف ابھی سمجھ کر ہوا
چکھا دونگی ۽ خاک ہو جائیگا جلا دوں گی ۽ سفید دیو نے جواب دیا کہ او بد بخت تنگ خاندان شناس
قاف جھم سب کا پیر و مرشد اور استاد ہے تو نہیں جانتی کہ یہ شہزادہ اس کا داماد ہے بس خیر
لیکن ہے کہ وہ انگشتری لاور نہ اپنی جان سے ہاتھ اوٹھا سارہ نے کہا اچھا تو قسم کھا کہ انگشتری
لیکے مینا کو چھوڑ دوں گا دیو نے کہا مجھے خاک کیا ہے سلیمان کی قسم اگر تو انگشتری دیگی تو میں بھی تیری
مینا چھوڑ وا دوں گا ورنہ پھر وہی قسم کھاتا ہوں کہ مینا کو مار ڈالوں گا اور اس شہر کو بیخ و بنیاد ست
کھودوا کر ہوا پر اوڑھا دوں گا سارہ نے جب دیکھا کہ سوائے صلح کے اب کوئی چارہ نہیں ناچار
وہ انگشتری سفید دیو کی طرف پھینکی دیو نے جلدی سے شہزادے کی اونگلی میں پھنکا کر یوں عرض کی
کہ خداوند اب اس مینا کو چھوڑ دیجیے اور مع انخیر بیان سے تشریف لے چلے آرام دل نے مینا
کو چھوڑ دیا اور دروازے کے باہر آکر شکر خدا ہے کہ یہ سب لایا پھر دیو کو رخصت کر کے کمر حلیت دست
باندھی ملک جانان کی راہ لی اور یہ فرمایا فوق رخصت ای زندان جنون زنجیر و کھڑکے کا ہے
مشرورہ خار و شت پھر تلوار اٹھلائے ہے ۽ مے عشق سے سرشار تھا جو متا تھا خار بیابان
کام پر قدم جو متا تھا جب کوئی کاٹنا آبلہ پائیں چھپے جاتا تو منہ نہ کر فرماتا خواجہ حیدر علی اس
آبلے پائون کے کیا تو نے ہمارے توڑے ۽ خار صحرا سے جنون عرش کے تارے توڑے ۽
کی حدت تپ فرقت کی شدت اپنے حال زار پر رقت صدنہ دوری سے مرنے کی نوبت اس حال
میں جو آرام جان کا خیال آتا تو جنون اور زیادہ ہوتا یہ کہتا اور حضرت غالبؒ یوگلی
سے دوش پہ زنا بھی نہیں ۽ لینے ہماری جیب میں اک تار بھی نہیں ۽ شوریدگی کے ہاتھ سے
ہے سر وبال دوش ۽ صحرائیں اسے خدا کو دیں ۽ بوار بھی نہیں ۽ ملنا اگر تو نہیں آسان تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں ۽ بے عشق نہ کہ نہیں سکتی ہے اور بیان ۽ طاقت بقدرت
آزار بھی نہیں ۽ دل میں ہے یار کے صف ترکان سے روکشی ۽ حالانکہ طاقت خلش خار بھی نہیں ۽
اسی طبع ہزاروں آفتیں اور مصیبتیں جھیلتا ہوا جان پر کھیلتا ہوا چلا جاتا تھا خاک کے جوہر و ستم سے
جب گھبراتا تھا تو یہ اشار زبان پر لانا تھا شیخ محمد ابراہیم فوق رکھ مکد بس اسے پہنچ نہ آتا
بھوکو ۽ مرنے جانا کہ کیا خاک سے پیدا ہو ۽ اور پھر دکان ہو ہوا کے حضرت دل ۽ دریاں اس کو ہمارا
ہو مٹھا ماکھو ۽ ہر قدم پائون پہ سر رکھتے ہیں خار و شت ۽ اسے جنون تو نے ہی کانٹوں میں کھینچا

دل میں تھے قطرہ خون چند سو مانند حباب پڑ رہی وہ بھی جب الفسے نے نچوڑا ہلکے ہم تر کلین
 بس اب کر لے زیارت مجنون پدھر پہ پھرتا ہے لیٹے ابلے پا ہلکے ایک دن چلتے چلتے راہ کی
 ماندگی سے عاجز آیا تا بس و طاقت نے جواب دیا بہت گھبراہٹ ایک درخت سایہ دار نظر آیا شہزاد
 نے افغان خیزان بہر کیف اپنے تیمن و بان تک پہنچایا بیتاب تو ہو ہی رہا تھا آتے ہی یہ شعر
 پڑھا اور لب جیشہ گر طراحت اس نزع میں بھی تری صورت کو نہ دیکھا افسوس پدھر سے مرنے بھی نہ
 ارمان نظر کا نگلا پدھر محمود کہ انکی تلاش میں دیوانہ وار دو منزلہ سے منزلہ کرتا ملک تبریزی طرف چلا
 جاتا تھا حسن اتفاق سے اس زاس صحرائے رقصنا میں اوسکا بھی گذر ہوا ملکہ حسن افروز کے جذب
 دل کا اثر ہوا محمود نے دور سے دیکھا کہ ایک شخص جو فلک ستم پیشہ سے پایمال سرگردان پریشان
 خراب حال کسی کے فراق میں حالت تباہ کوئی سنگن ساتھ مگر بیکسی ہمراہ ٹھنڈی چھانٹون میں پڑا
 سوتا ہے اوسکی بیکسی پر ہر برگ درخت کھٹ افسوس بلبل روتا ہے قریب جو آیا شہزادہ آرام دل
 کو پایا یارے خوشی کے جاسے سے باہر نکل گیا قریب تھا کہ شادی مرگ ہو جائے مگر شہزادہ آرام دل
 پروردہ ناز و نعم کی مصیبت اور بیکسی کا خیال کر کے نمکین ہوا اور سنبھل گیا پھر حلبی سے پانی کا
 چھٹیا دیکر ہوش میں لایا شہزادے نے محمود کو جو اپنے بالین پر بیٹھے دیکھا سمجھا کہ شاید میں خواب
 دیکھتا ہوں مجھ کے گلے لگ کر خواب دیا اور کہا کہ ام محمود جس دن سے تو مر گیا مجھے زندہ درگور کیا محمود
 نے کہا جناب عالی میں زندہ ہوں اور ویسا ہی بندہ ہوں آپ مجھے مڑوہ بناتے ہیں عالم
 خواب نہیں یہ بیداری ہے یہ کیا کلمہ زبان مبارک سے



فرماتے ہیں آرام دل یہ سنتے ہی گھبرا کر اودھ بٹھا اور ہاے محمود کمر لپیٹ گیا دیر تک وتار ہاٹنگو
 سے منہ دھوتا رہا آخر محمود نے کہا حضور بہ خدا آپ چپ رہیے میری سنیے اور اپنی کیت آرام دل
 نے کہا تسکین بکار فریق جس سے جدا ہو گیا ہو یا نہ وہ اپنی بیگمی یہ نہ روئے تو کیا کرے
 محمود نے کہا خدا حضور کو تاقیامت سلامت رکھے یہ بچا ہے مگر خدا کے فضل سے ناکسار اب تو
 زندہ ملا پھر اب کس بات کا گلہ شہزادے نے فرمایا اسے محمود و حضرت خالک ب رہا اگر کوئی
 تاقیامت سلامت نہ پھر اک روز ملا حضرت سلامت : بعد گو مرے عشق نہ سنا بہ شہب نہ سے
 سے خداوند نعمت سلامت نہ عرض آرام دل نے محمود سے اپنا مال پہنچ و مال میان
 کیا پھر محمود نے اپنا قصہ پر غصہ عیان کیا اور کہا کہ جسکے واسطے آپ ایسے سہارا ہیں جن سے
 کے آپ عاشق زار ہیں شوق جبکار رہ رہ کے دھیان آتا ہے بہ خبیہ دم : شہنشاہ کا جہان
 کھاتے ہیں پیتے ہیں نہ سوتے ہیں : واسطے جسکے روز روتے ہیں : او سے دلوں کے اجال
 آگاہ کیا اوسنے تو سنکے کچھ التفات نکلیا اور اپنے اونسے غلاموں کے برابر بھی نہ سمجھا آرام دل
 یہ سنکر خاموش رہا پھر کچھ سوچ کر کہنے لگا جرات اس دل سے جو مانہ دل اوس رشک ماہ کا
 ہے یہ تصور اپنے ہی بخت سیاہ کا : یہ کہتے ہی آنسو نکل پڑے رونے لگا رشتہ اقدور یار ہیں
 گو ہر اشک پر رونے لگا محمود نے کہا حضور سمجھنا تو درکنار آپ کی شان میں بڑی بڑی گستاخان
 کین ہیں بلکہ مجھے چند سطرین بھی لکھ کر دین ہیں اور کہا ہے کہ جہان کہین اوس اجل گرفتہ کو
 پانا تو یہ پرچہ دکھانا یہ کمر نامہ شہزادے کے ہاتھ میں دیا آرام دل نے کہا عہرچہ اودو
 میر سدنیکو ست : پھر پوچھا یہ خود اوس کا فادانے لکھا ہے یا دوسرے سے لکھوایا ہے محمود
 نے کہا حضور اپنے ہاتھ سے تحریر فرمایا ہے دیکھیے تو کیسا کیسا رنگ دکھایا ہی آرام دل
 نے کہا خیر جو کچھ ہو سو ہو شفق اسکو بھی ہم ہزار سمجھتے ہیں مغنم : آتے ہیں اوسکے خط جو شکایت
 بھرے ہوئے ہیں اور اسے محمود لا اور اسے ہاتھ کا اوسکے خط لکھا لایا : تیرے قاصد میں
 ہاتھ کے صدقے : یہ کمر نامہ لیا پہلے سات بار تصدق ہوا پھر بوسہ لیکر بعد ذوق و شوق کھولا
 لیسٹم گو سر نہ خوشی نے کھلایا : تحریر کو آنکھوں سے لگایا : قاصد سے کلام لطف بولا : خط صورت
 چشم شوق کھولا : وہ نامہ کہ عین رن رقم تھا : سمت کا نوشتہ یک قلم تھا : تحریر تھی سر گذشت
 سار کی : کچھ یاس تھی کچھ امید داری : نامہ شوقیہ دیکھتے ہی ایسا ہنسا کہ رونا آگیا اتنی خوشی
 ہوئی کہ پیر میں من نہ سما لفظ لفظ پڑھ کے اوسکی ہوا سے شوق میں اپنے ورق دل کو ریا و کیسا

آنکھوں سے خون رورو کے اوسکے حرف حرف پر صا دکیا اس چھٹیر چھٹیا میں زخم دل پھر آکا ہوا شربت
 دو آتشہ ہوئی نشہ اور دوبا ہوا پہلے ایک ہی جان سے چاہتا تھا اب ہزار جان سے بیا کرنے لگا
 جان و دل دونوں نثار کرنے لگا الفت میں وہ مزہ پایا کہ یہ شعر زبان پر جست آیا صدف عشق کے نعل
 میں ہنوز پایا ہے بدل تو کیا جان بھی کرتا ہوں قد الفت و نثر عشق زخم دل پر کاری نگار زخم دہن ارہو گم
 کی طرح گزرتا رہو گیا فیض نک چھڑکا گیا اچھا ہوا فیض بہ دہان زخم اب اک بے مر آٹھا پھر تو محمود
 نے سب حقیقت ملک کی بقیاری اور پریشانی اپنی دوا دوش اور سرگردانی موبہ بیان کی اور وہ ہر
 ملک کی نشانی دی اور کہا کہ آج حضور اسی جالبہ کرین انتشار اللہ تبارے گل صبح کو پھر غم سفر کرین
 آرام دل کو ہر چند سیما وار قرار نہ تھا مگر اپنی ضد سے کمی مرتبہ ہوا کچا کچا تھا بڑی دیکھا
 چکا تھا محمود کے گئے کو عمل میں لایا اور اس شب وہیں بستر لگایا شب کو یاد دلدار تارے لگی چاہی
 رات رولانے لگی بقیاری جو سوا ہوئی تو اس شعر سے زبان آشنائی ہوئی صدف بلکرامی شب فرستین
 ہنین مجھ سے شبنم پڑتی پڑتے ہوتے ہیں حال دل زار تبارے دریا

ملک فارس میں پہنچنا آرام دل کا اور باغ حیات بخش میں جانا ملک حسن افروز حوشائل کا

پھول سے لبریز بیکر سا قیام بادہ گل رنگ کا سا غریبا دیکھ پھر باغ معانی کی بہار عاشق و معشوق میں
 بوس و کنار زبان راقمان کیفیت گلزار اور خانہ منشیان جادو نگار سے زمین قرطاس پر یوں پھول
 جھڑتے ہیں کہ جب زامہ شب زندہ دار ماستاب استیع ککشان ہاتھ میں لیکر حجر مغرب میں در آیا اور کجا
 آتشین رخ میہر آفتاب نے پردہ مشرق سے چہرہ انور دکھایا شہزادے نے کمر ہمت چست باندھی
 اور محمود کے ہمراہ چل نکلا ہر روز منزلین طے کرتا بلبل داراوس گل گلستان رعنائی کا دم بھرتا چلا
 جاتا تھا بارے چند روز میں ملک فارس میں داخل ہوا متنا سے خاطر برائی مقصد دل حاصل ہوا
 آرام دل نے پوچھا یہ کون مقام ہے محمود نے کہا ملک دل آرام ہے شہزادے نے فرمایا مصنف
 بخت اسعد کو چہ دلدار میں لایا مجھے بعد مدت یاں تلک گردون نے پہنچایا مجھے اور کہاے محمود
 متدرب دیر نہ لگا جلد اوس آرام جان سے ملا محمود نے عرض کی کہ خداس قدر جلدی نفرائے ذرا
 دم لیجیے پھر جائیے پھر محمود شہزادے کو اپنے مکان میں لے گیا سامان حیا فت کیا اور بہت سی
 قدر و منزلت کر کے ملاقات میں مصروف ہوا اب یہاں سے کچھ حال ملکہ جگر افکار کا گوش کیجیے

امر سب فراموش کیجئے کہ ایک روز ملکہ حسن افروز کو فراق دلداری میں غفلت جو آگئی عالم خواب
 میں کچھ کہ آرام دل تنہا دشت خوفناک میں ایک درخت کے نیچے پڑا زار زار رو رہا ہے
 یہ کہتا ہے اور مرد دل سے بے قرار ہو رہا ہے حیرت نزع میں بھی تری صورت کو نہ دیکھا افسوس
 مرتے مرتے بھی نہ ارمان نظر کا نکلا یہ خواب پریشان اور احوال بدیتیابی جانان دیکھا کیا کجائے
 چٹخنی کجہر اگر اٹھ بیٹھی ورنہ ناویہ نشین رنج و محن رہی بحر تفکر میں غوطہ زن رہی پھر بے قرار ہو کر
 اور رو کر مانی سے کہنے لگی کہ مانی وہ رشک مسیحا کب آئیگا ہم تمام ہو جائینگے جب آئیگا ہم
 میں اذان کہ من نماغم بچہ کار خواہی آمد یہ وہ بولی بی بی صبر و چنیدے اور دل پر جبر و غم
 صبر و محنت و لیکن بر شیرین وارو پد ملکہ نے کہا یہاں تو ہر دم نفس و اسپین ہے ہائے افسوس
 تسلی خاطر کی کوئی صورت نہیں ہے حضرت غالب کوئی امید بر نہیں آتی نہ کوئی صورت
 نظر نہیں آتی نہ آگے آتی تھی حال دل پہنسی نہ اب کسی بات پر نہیں آتی نہ مرتے ہیں آرزو میں
 مرنے کے نہ موت آتی ہے پر نہیں آتی نہ غرض مدام اس ناکام کو آہ و نالہ سے کام تھا سو کہ
 مانی اور قمر النساء کے کسی سے گفتگو تھی نہ کلام تھا نظیر اکبر آبادی کوئی کچھ پوچھے تو منہ دیکھ
 جب رہ جانا نہ نہ تکلم نہ اشارت نہ حکایت نہ سخن نہ اوس دن قریب شام قمر النساء نے اگر کہا کہ
 بیگم سوئی ہو یا صاحب معمول روتی ہو ملکہ نے کہا حیرات خیال خواب کہاں سوز غم سے جلتے ہیں
 تمام رات پڑے کروٹیں ہاتھ میں نہ قمر النساء نے کہا حضور خدا آپ کا غم و الم دور کرے خاطر اندوہ
 سرور کرے آج میں باغ حیات بخش میں گئی تھی سبحان اللہ عجیب تیاری ہے سروش پر
 گلگشت باد باری سے حضور بھی آج اوس باغ کو اپنے قدم پیشت لزوم سے رشک گلستا
 ارم فرمائیے گل و بوئے کی سیر سے دو گھڑی جی ہلایے ملکہ نے فرمایا مجھے معاف کرو یہیں پڑا
 رہے دور ندر تکلیف سیر باغ نذر دل گرفتہ ہوں نہ طبع شکستہ چاہیے گلزار کے لیے نہ قمر النساء نے
 کہا حضور خدا کے واسطے چلیے اگر آپ کا دل ندین چاہتا تو میری ہی خاطر کیجئے ملکہ حسن افروز
 کہ قمر النساء کو دل سے پیار کرتی تھی اوسکی خاطر سے اوجھی اور عجیب ناز و انداز سے قمر النساء کے کانہ
 پر ہاتھ لکھ کر حیات بخش کی سیر کے واسطے چلی دو چار قدم کی ہوگی کاستے ہی حرکت سے رگ رگ
 سنسنا گئی ضعف کے سبب سر پہنوں تک پہنچے میں سناسکی یہ حال جو دیکھا ہنس کر فرمایا ہمیں
 کر ہی ضعف ہے تو حضرت دل نہ ہو گے آخر میں ملک آہ میں تم نہ غرض وہ باغ متصل حاصل
 تھا وہاں تک جانا بہت سہل تھا ہنر خدائی و دشواری باغ میں داخل ہوئی قمر النساء کو سہل حال

ہوئی لا اعلیٰ گلشن میں جب خرام کیا کہ سرور آنا دیکھ غلام کیا یہ ملک نے باغ بہار نشانی
 طیار سی دیکھی فراق یار میں روح تن سے جدا ہوئے لگی گن و بلب کے وصل سے نہایت دلدار میں
 شبنم وار تار زار روئے لگی سرور و جگر کو دیکھا دیکھا ان کی یاد میں یہاں سے پشت و قنار ہو گئی سفید
 کو پریشان دیکھا یاد کا کل یار جان کو بلا ہو گئی نظارہ و گیس شہار سے چشم جانان کے نشہ و سرنگین
 میں آنسو بھرائی سحر اسیمین بدن کو دیکھا اپنے سین کے جسم کی صدا آئی آئی الہ کی دید سے وکل
 عشق اور بڑھا داغ جنون چمکا ایک آہ سیدہ سوزان سے بھڑکنا اور نہ طلع چڑھا صبر و اسے لالہ
 کو فلک نے دیے تجھ کو چار داغ پے سینہ مر سدا کہ اک دل نہ راز داغ پے قدم اوٹھاتی تھی زمین پائون
 پکڑتی تھی سبیل ناز کی شوخی پر زلف پریشان ہوتی تھی بگڑتی تھی سو من صد زبان کی غمازی اور زبان
 یک زبان پر نہ لاسکتی تھی صلوٰۃ تھی جباروش ایک ایک یہ مذمت تھی تھر تھر جاک انگو کو دیکھتے ہی یاد چشم
 میگوں جہان میں انگلیں پچھتاتیں آنسو پیش ہر ہوا جو ہر ہوا ابھکا ہوا سخن ہوا القصہ اسٹی ل سے
 خواصون اور سیلیون کے بیچ میں ہر سو و شہیون کی طے نظر کرتی ٹھنڈی ٹھنڈی سانس بھرتی تھی
 الماس پر جو بلب نہر موتی مغل کے سانسے بچھا تھا شامیانہ منج اطلس کا اوسپر بچھا ہوا تھا اگر جاس
 و نایا سانسے مینا باز و نظر آیا کہ نہر کے کنارے صد ہا عورتیں دوکانیں صرائے اور بازارے اور جواہر
 اور میوہ فروشی کی آ رہتے کیے ہیں سود سے والیاں نہ جواہر اور پوشاک پر تکلف سے اپنے جسم کو
 پیرستہ کیے ہیں جواہر فروشی پر محب و بن کر کہ کان ہوا ہر سارا بن ہے بال بال میں



موتی پروئے ہیں یہ قدرت کے دھوئے ہیں دانت سلاک مروارید ہیں چشم و گوش ایسے
 کہ دید میں نہ نشیند میں رنگ رخسار لعل بدخشان ہے لب یا قوت میں ہاتھ شاخ مرجان ہے
 حلقہ کف دست لبان الماس صاف اور خوشا ہے میناے خانی ڈاک سے اور ہی لطف پیدا
 ہے کلائی صاف ہیرے کی پیری ہے چہرہ انور میں کندن کی دھک ہے مہی مایہ لب نیلم میں
 زرد کے بندے ایشیا میں پڑے ہیں آئینہ رخسار میں ہنری کی ٹوک ہے حقہ لعل عنائے
 پستان میں یا شمشاد قد میں دو اناصہ صفا میں دھکھلکی عاشقوں کی دلاویز ہے ناف شکم گروہ
 بلا ہے کمر بھر میں منہج خیز ہے سونے کا پینک بھیا ہے مسند تکبہ لگائے جواہرات پیش ہوا
 جنبی تماشا میں جو بندہ کا دل بہا بہا پھرتا ہے کشیوں میں چنے ہوئے سب بیٹھی ہیں خریداروں
 کو دیتی ہیں بھتی کیا ہیں گویا دل عاشقوں کا مول لیتی ہیں تراز پیشہ والیاں بصد تکلف فرش
 اطلس پر انواع انواع طرح کے تھان جلالہانی کا مدانی حریر و کتان لیے ہوئے اپنا بناؤ کیے
 ہوئے بیٹھی ہیں اونکا دیدار گویا بین سکھ ہے آنکھیں کھ پانی ہیں راحتیں ہاتھ آتی ہیں کمین فل
 کمین ڈوریا نہیں کہتے ہاں پھول سے رخساروں پر بل چشم حیران ہے تافہ حواس ہاتھ ہے
 دل مومن پریشان ہے تیر مرغان جگر کے پار ہوئے کولیس ہیں چرے پر بھرے ہوئے کیس ہیں
 تیغ ابرو گاہ باد و قیل عشاق کے سب سامان دریں میں آنکھیں ایسی کہ جنکے تصور میں کجواب آئے بہر تن
 زیب کیے بیٹھی ہیں جسم کی صفائی پر نہا کف افسوس لعل رجا بے دست رنگین طلسم سخن کا ایک
 نمونہ ہے بازار حسن کا ہر گھڑی حسن دونا ہے میوہ فروش اور مالین وضع و شریف اشیاء
 لطیف لطیف دوکان لطافت میں لیے بیٹھی ہیں خریداری کا بازار گرم ہے کشمکش کے خریداروں
 کی کثرت سے کشمکش ہے چلیغوزوں کا انبار کیے بیٹھی ہیں حسن میں لافانی ہیں خریدار پروانے ہیں
 رنگ رخ گویا مار کے دانے ہیں آپس میں بولتی ہیں کہ اتنے میوون کی کشیدان ابی خوب آتی ہیں
 زلفین خریداروں کے دلون کی دام ہیں آنکھیں شہلا سیاہ دوبا دام ہیں نہال قد میں رخسار
 گلزار حسن کے دو سبب ہیں دور کنندہ آسیب ہیں جنبی خواہش میں دل ناشکیب ہیں وہ چہ
 کیا ہیں لذت و سبب فتن ہے مہی کی اودا ہٹ سے جامن شرمندہ ہے مولسری دہن ہرستان
 سخت ولایتی انار میں یا بیوندی ام کے درخت میں خم و کیریاں ہیں یا دورنگ ترے خریدار میں ناف
 چرخ شکم پر قطب تارا ہے خریدار بہت ہیں کیا کرے کہ نخل خرما میں ایک ہی چھوہا ہے انگوٹھی
 قطبان راستے رکھی ہیں ہر ایک نازہ ادا میں بیباک ہے اکیلے دو کیلے کو بجا پتی ہیں مدام کیلے

کی تاک ہے وہ نہر کیا تھی گویا تختہ بلور تھی بلکہ سر اسر نور تھی اندر سے باہر تک بالکل فرش سنگ مرکا
 سبزہ کی تحریر اور گل بوئے کی ساخت سے رشک گلزار جنان جا بجا نیلم لکچرا ج عقیقہ بینی جڑا ہوا ہانی
 اوسمین ایسا روان جس طرح تختہ بلور پر فرش آب روان اوسمین مقیش کتر اہوا تمام جس طرح آب روان
 کا سدانی کا کام پانی اوسکا آبداری میں گو سر خوش آب بلکہ گو ہر بھی بے آب شمع میں
 بہ از گلاب اوس میں مچھلیاں سرخ زرد نایاب جنکے دیکھنے سے منع دل سیخ آہ پر کباب جانورانی
 ہر ایک لاجواب کہیں مٹا کہیں مرغابی کہیں سرخاب مثل پستان دوشینہ ہر ایک حباب غیرت
 ہر زلف خوبان جہان اوسکی امواج کا پیچا ب شہزادے کی آمد آمد کی خبر سنکر بالنون نے دستہ
 دستہ گلہ ستہ لاکر لب نہر و نون طرف جن دیے داروغہ باغ نے صد ہا خوان بیوجات بطور پانی
 کے لگا کر اور انواع انواع طرح کے گلہ ستے گل زعفران اور کشتی اور مدن بان سے بنا کر بلکہ حسن انور
 کے نذر کیے اور مرغان خوش احسان شاما دبیر پڑا لال بابل نہر وستان طوطی شیرین مقال کہ
 مسندی کے برون پر بند تھے کھولے اونکی نواسخی اور خوش بیانی نے ہر ایک کو بے چین کر دیا
 ایسے بولے کوئی اور اگر سرور پر جا بیٹھا کسی نے شمشاد کو گلے لگایا کوئی زعفران کے تختے میں جا کر
 سنسی کے مارے پھرنے لگا کسی کا دل خوف باغبان اور ہم صیادوں و صحرانیوں لگا کوئی نہر کے کنارے
 بال پر کھو لکر نہاں لگا کوئی پھلی کی صید کو نہر میں غوطہ لگانے لگا بلبلی نے عجیب عجیب حرکتیں کیں کر پیلے
 چند صدائیں دین پھر ہلے گل ہر شاخ گل پر جا بیٹھا گلچین کو دیکھ کر خار کھا بیٹھا آہ و فغان کرنے لگا
 اوسی کا دم بھرنے لگا کبھی آواز بلند یہ مطلع پڑھا شیخ ناسخ بلبلی ہون بوستان جناب امیر کا
 روح القدس ہے نام مرے ہم صغیر کا بڑ کبھی بادل در و مندیہ مطلع رند پڑھا رند منقار سے نہر از
 سے پر کھلے پیار نہ یہ خبر مرے صیاد پر کھلے پڑ کبھی غنچے کے لصدق موتا اور مست ہو کر زمین پر
 گر پڑا کبھی پھر اوڑکا دھر جانا نسیم کے جھونکوں سے ہار چو پاتا تو صبا سے پر کھو لکر دود و چونچیں لڑتا کبھی
 قابو پا کر گل کا بوسہ لیتا خوش ہو کر دم بھرتا اور پکار پکار کے یہ دعائیں دیتا مصنف بھر گیا ہر گل سید
 سے دامن اپنا پناہ باغبان جھک کر مبارک رہے گلشن اپنا نہ ملکہ حسن افروز یہ کیفیت ملاحظہ کر رہی تھی
 مگر کیا مقدور کہ چہرے پر ذرا نشاں کا نام ہو اور دل سے در ریخ و آلام ہو وہی ہر دم اشک جاری
 اور بے خودی کا عالم طاری کبھی کبھی جی میں آیا تو اوسی بلبلی سے مخاطب ہو کر فرمایا رند آئینہ لب
 کرین آفرایان تو ہای گل کجا میں پیداں ہاے دل + ورنہ کچھ اسکی بھی پروا نہیں لب سخن سے مطلق نہ شایہ

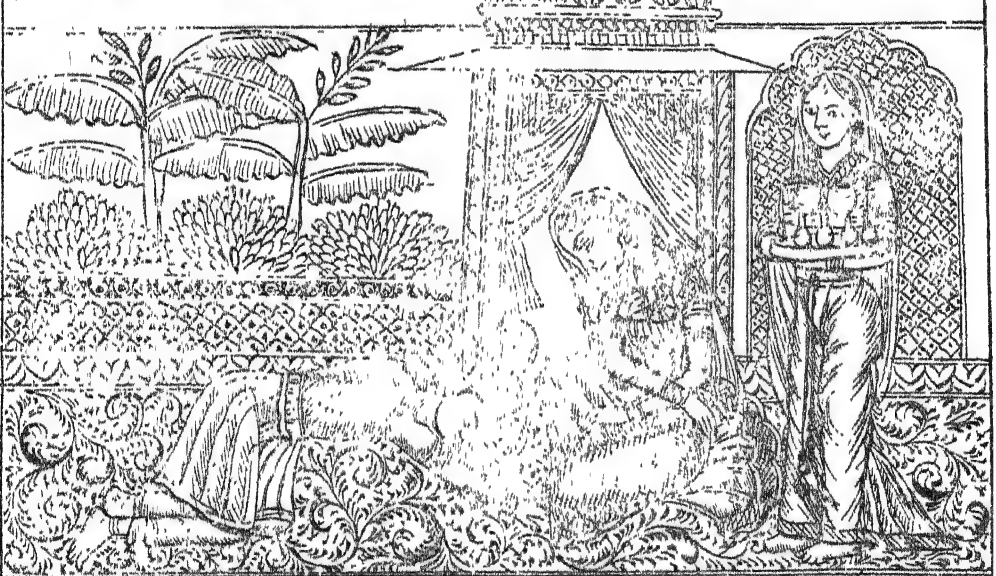
داستان دعوت وصال طالب مطلوب آرام دل کا موتی محل

مین جانا اور ملاقات ملکہ خوش صفات پری لقائے مین ملکہ حسن افروز خوشامال سے لطف و مٹھانا

لاہور کے سابقہ ایڈیٹر الہ شہر اب کا پندرہ روزہ وصال مین مین موقع حجاب کا پندرہ مین بادہ خوار
ہون ساقی شراب دے پڑا ہر توی پلا کہ عمل ہے ثواب کا پندرہ مضمون وصل اسمین رقم ہر توی
چسپان ہوا پسر ایک ورق اس کتاب کا پندرہ محران دہستان مرغوب وراقمان حال وصال
طالب و مطلوب کیفیت قرآن السعدین یون لکھے مین کہ جب آفتاب سوختہ آتش باجگ کیا
عمکہ مغرب مین گیا اور مہتاب اپنی محبوبہ بشتیری کو لیکر حجرہ مشرق سے برآمد ہوا ملکہ حسن افروز
وہاں سے اٹھ کر بادل داغدار زار زار روتی ہوئی موتی محل مین تشریف لائی اور آتے ہی غٹر
آگیا چھپر کھٹ مین گر پڑی قمر النساء و خواصون نے جلد جلد گلاب کیوڑہ چھڑک کر اٹھایا جب کچھ
ہوش آیا تو فرمایا مصنف عاشق کا دل زارستانا مین اچھا بنے مین فوج بھگوان مین اچھا
قمر النساء نے عرض کی حضور گلزار کی بہار اور روشنی کی کیفیت ثواب دیکھنے کے قابل ہے آپ
فرادک کو سنبھالیے اس بیخ و دم سے کیا حاصل ہے عرض قمر النساء نے شہزادی کا ہاتھ پکارتے
اٹھایا اور بارے مین کرسی جو اہر نگار پر لا بٹھایا موتی محل عجیب تکلف کا مکان رفیع الشان
تھا کہ اوس مین بجائے سنگ اصل بدخشان یا قوت کی انٹین لکڑی کی جگہ شاخ مرجان بجائے آہن سم
اوس پر طلائی طمع تھا سارا مکان مہض تھا جا بجا خوشہاے دردانہ لٹکتے تھے استرکاری زمین مین لٹکی
کے چونے کی تھی ویکتا سفال کے بدلے ٹھوکرین کھایا کرتے تھے اسی واسطے موتی محل نام تھا
واقعی اسم بامسمیٰ تھا شام ہوتے ہی روشنی کا ٹٹاٹھ ہوا وحشیوں کا دل اوچاٹ ہوا او دھرماتیاں
فلک پر نمایاں ہوا او دھرب نہر اور ہر روش پر کہ لالہ تینین قدا دم دو دو چار چار قدم پر نصب تھین
روشن ہو مین ہر درخت فیضان روشنی سے سر و پا غان ہوا ہر شجر ملکہ تمام باغ خراغ کی روشنی سے
کرہ نور ہو گیا شہزادی کا جمال جہاں آرا ایک عالم کو عجیب طور ہو گیا روشنی کی کیفیت دیکھ کر غیچہ و گل فط
انبساط سے پھول گئے مرغان آبی بڑپ کر یا ہر گل آئے پرند جانور درختوں پر بسیر لینا بھول گئے
قمر النساء نے محل مین سامان جشن کیا فراشوں نے سقفی اور فرشی جھاڑون مین شمعہاے کافوری کو
روشن کیا رنگینی شیشہ اکات سے تمام انجمن کو غیرت گلشن کیا تمام جھاڑ کنول جھابے ہانڈیوں مین
مین خدا جو ٹٹہ نہ بولائے تو باغ لاکھ شمعین روشن ہو مین قدا دم آئینوں مین تختہ لالہ بھولا مرغ نگاہ

اوس محفل میں آکر برہنہ ہوا اہل حرفہ سب کام چھوڑ کر اوس طرف دیکھنے لگے شہر والوں کو دھوکا ہوا
 کہ موتی محل میں آگ لگی تماشائی تھیں مڑے باشندگان دہلی کو پھول والوں کی سیر یاد آئی خوشی
 سے پھول گئے اہل لکھنؤ ایسے محو ہوئے کہ حسین آباد کی روشنی بھول گئے اوس روشنی کے آگے
 چاند ماز ہوا چمک دھمک کی سب حقیقت گرد ہو گئی گرہنی شعلہ کے حضور چاندنی پر اوس بڑی اوس پر
 چاندنی سرد ہو گئی پروانوں کے باہری باہر پر جلے شمع تک نہ رسائی ہوئی سمندر گھبرا کر زمین صبا گیا
 کیا قدرت کبریائی ہوئی اس عرصے میں کسی نے خبر دی کہ محمود حاضر ہے یہ سنتے ہی ملکہ حسن افروز
 کا فطر سرد سے کلیجا پھٹنے لگا گھر اسٹ سے دم اٹنے لگا قمر النساء سے فرمایا بیباختہ زبان پر آیا
 کہ ارے خدا کے لیے لوگوں نے غل کیوں مچایا ہے میرا منہ کھایا ہے خیر تم اس شر کو بیان سے
 رفع کرو مجھے خفقان ہوتا ہے لندن سب کو بیان سے دفع کرو قمر النساء بسکہ ذی شعور تھی کنجاری
 تھی مگر بہت دور تھی ایما سے ملکہ سمجھ گئی خواصوں کو نکال دیا ہر ایک کو سرہانے سے ٹال دیا جیسا
 قمر النساء اور فقط ایک خواص ملکہ کے پاس ہی اوس پر بھی بلکہ تجو اس ہی آتش عشق سینے میں بھڑکی
 تھی غنڈ لیب روح قفس تن میں پھڑک ہی تھی زار زار آنکھوں سے آنسو جاری تھے سکتہ کا عالم تھا مجھ اندر
 والہ سے ساکت دم تھا کبھی امید وصال تھی کبھی یاس چہرہ اوداس طبیعت پر ملال حال پریشان تھا
 اور جوش جنون میں یہ شعر و زبان تھا حضرت غائب ملکہ المعالیٰ کہتے تو ہو تم تب
 کہ بت غالبہ موائے یک مرتبہ گھر کے کو کوئی کہہ دو آئے پہلے تو بہت ضبط کیا مگر نہ سنبھلی
 آگیا بیٹھے بیٹھے گر پڑی بدن سننا گیا اس عرصہ میں آرام دل محل میں تشریف لایا قمر النساء نے
 صدمت دیکھتے ہی دروڑ بھاگل علی زبان پر آیا آرام دل اپنے آرام دل کا یہ حال دیکھ کر نرا جا
 سے تار ہوا فوط محبت سے بیقرار ہوا اور دوڑ کر ملکہ کے قدموں پر گر پڑا لوگوں سے آنکھیں ملنے لگا
 روتے روتے ہلکی بندھ گئی دم سا ٹھکنے لگا سجان اللہ کیا محل اور کیا وقت ہر گل و بلبل کا وصال ہے
 نرگس چشم عاشق زار پائے نازک دلدار سے پاؤں مال ہے مگر عاشق کی جان کو یہی سخت عذاب ہے کہ
 نہ ہجر میں چین نہ وصل میں آرام آغاز کا تو یہ انجام ہوا اب دیکھیے کیا ہو غرض عاشق کی مٹی خاک ہے
 سر معشوق پاس عاشق پر دیکھا عشق نے ترک ادب سمجھا شہزادے کے دل میں چمکی لی چونکایا
 ملکہ حسن افروز کو ہوش آیا سر جو اوپر اٹھایا سر دلدار اپنے پانوں پر پایا آہستہ سے پائین
 لے لیمن اور اوٹھ کر سر پر ہو بیٹھی از سر نو دل و جگر سے ہاتھ دھو بیٹھی شہر عشق نے عباد
 کیا بیتاب و مفتون ہو گئی پہلے لیا ہی تھی اب اس محبوبوں پہ محبوب ہو گئی قمر النساء نے

آرام دل کو نکلنے نہ گویا یا بارے ہوش میں آیا اور ٹھہر بیٹھا مگر اس گلستانِ رعنائی غنیمت
سب پر گلستانِ زیبائی کو یکیک کر مثل تصویر چین و رنگت ہو گیا شبنم زلفِ مہرب سے سرت ہو گیا
چشمِ سیکدہ ان کو روئے سے سرشار ہوا خمارِ بادہ جنوں کا اذکار ہو ا مصنف زہرِ چڑھا صیدِ بلا ہو گیا
وہ کیسے ہی دیکھتے کیا ہو گیا ہر ملکے حسنِ افروز نے نہ کہا کیوں صاحبِ آپ کون تھے جو پرانے
مستان میں بے اجازت تشریف لائے کیا بھیجے کہ بے تکلف چلے آئے آرام دل سے
کہ انہ میری بہان کس ل سے کہتی ہو اور کس سے کہتی ہو کیا اپنی آرام دل سے کہتی ہو اتنا کہ ضبط نگار
پھر قدم پر گر پڑا ملکے حسنِ افروز بھی بے خود ہوئی ہم آغوش ہو کر رہے لگی پیر میں یارِ آفتاب و نون
سے بھگوئے لگی ایسی روئی کہ ناتوانی سے غش ہو گیا مصنف واہ رے عشقِ خوب کام کیا پ دو
باتوں میں بس تمام کیا + قمر النساء حالِ ناز و نون عاشقِ یقینار کا دیکھ کر بیتاب ہو گئی دل بھر آیا



زار زار روئے لگی دو نون عاشقان صادق کے گرد پھر پھر کے شہر ہونے لگی دیر تک یہی حالت
طاری رہی سب کو بیکاری رہی آخر قمر النساء نے اپنی آنکھوں سے آنسو پونچھ کر دو نون شیفٹہ بیکر
عاشقان سوختہ جگر پر گلاب چھڑکا کیوڑے کا چھیدا دیا اس کی زلف کی بو اسے سونگھائی او سکی
کا کل اس کے رخ پر گرائی دو نون نے نکلنے کا کام کیا آرام دل کو ہوش آیا یہ شعر زبان پر آیا
لا اعلیٰ فر دند احمد ہر ان چیز کہ خاطرِ مغوشت + آخر آمد زبں پر بادہ تقدیر پر بد ملکے حسنِ افروز
نے بھی آنکھ کھولی اور بے قرار ہو کر بولی شعر نہ سناؤ مجھے دل لھول کے رو لینے دو + ہاں سچا
تو بہان جی مجھے کھولنے دو + قمر النساء نے کہا بیکر خدا کے واسطے روٹا موقوف کر دے ہوش

کو ناز چکین اب زخم دل مرہم وصال سے بھر و آرام دل نے کہا صاحب اب جو رہو تو ہمارا
 ہی حلو اگھا و تختین ہمارے اموکی قسم میں کو بیٹھو جہاں کچھ غم و الم خاطر میں لاؤ غرض ہزار و شواہکی
 آرام دل اور مر النساء نے ہاتھ پکڑ کے اٹھٹھا باطاعت جسکے میں کمان تھی گاؤں کیلئے سے لگا کر
 بٹھایا آرام دل تے ملکہ کے دل بہلانے کے لیے اپنا قصہ آغا کیا پہلے تذکرہ و غادری مجھ کو نہا
 کیا پھر از تاریخ رو اگلی وطن تار و ملاقات تمام سرگذشت سنج و محن ملک و داراب میں پرچون کا لٹکا
 اور حال شادی کا صنوبر شہزادی کی پھر اوسے بیابان میں آنا پھر ملکہ سچین پر ہی کی ملاقات پھر اس
 ساحرہ کے ساتھ گزری ہوئی واردات سب بیان کی پھر النساء نے کہا پس حضور اب ان باتوں کا
 کیا تذکرہ ہے مثل برگزشتہ صلاۃ یہ کیے کہ خدا نے بڑی شکل آسان کی ملکہ حسن اور زین سے تو
 چکی بیٹھی مسنا کی پھر مر النساء سے کہنے لگی کہ ابھی شکل کمان آسان ہوئی ہے ابھی قبول کو برافق
 ہے کہ وہاں کا تعلق لاحق ہے دو دوسے دار مدار میں باہم شادی کے اقرار میں و اللہ ایسا بھی
 بے وقوف و دنیا میں کوئی شوگا کہ والدین ہر سہنہ شادی نہ کی تو کبھی اگر اپنا ملک چھوڑا انہیں کا
 بیان ہے کہ کسی کسی ذلت اوٹھائی صدے کھینچے محنت اوٹھائی سلسلہ الفت سرشتہ نکاحات
 سب سے توڑا خوب رویوں سے اخلاص جوڑا پھر جو خدا نے شادی کا سامان کیا تو صنوبر کی آشنائی
 کی خبر سن کر جل گئی چامے سے باہر نکل گئی اوس بیچاوت پر کیا کیا گمان کیا وہاں سے تو زرد
 آئے پر ہی کو جو دیکھا سایہ ہو گیا دیو اپنے سنگے اوس سے منہ کالا کیا جہان کی خاک چھان کا ب
 بیان سرخو آئے بھلا پھر ایوں سے دل لگانا اپنا اچھا بھلا چنگا جی کو بھٹکانا آپ کو بیٹھے چھائے
 پنجال میں پھنسا کر می اوٹھانا کیا ہے جب اوروں سے بے وفائی کی تو ہمیں آپ سے
 کب امید وفا ہے بس صاحب میرا سلام ہے آپ کا تو یہی کام ہے اب آپ ہماری صحبت
 لائق نہیں معلوم ہوا اوٹھائی گیرے ہیں عاشق نہیں اپنے مطلب کے آستانہ میں تاحق وفا کا
 نام بدنام کرتے پھرتے ہیں حقیقتاً بے وفائیں و غابازی اچکا کام ہے عاشقی معشوقی کتنا نام ہے آج
 صنوبر شہزادی مبارک ہو سیتیں پر ہی کے ساتھ شادی مبارک ہو میں پیاری مصیبت کی ماری
 بے بساط و دراز نشاط و انبساط و لتنگ بد رنگ چھکے بچے کیا جانوں وہ جب سلامت رہے
 اب تو یو بارہ ہیں دس نہیں اٹھارہ ہیں بھلا اب میں کس گنتی میں ہوں یہ چالیں میری بلا جانے
 اوس سے کہو جو سچ مانے سے مردوں کے کلام بیٹھب میں بیوفا و فری سب میں
 آرام دل نے دیکھا کہ ٹھاٹھ بھٹکا ہوا یہ قصہ بیٹھب ہوا نہ نظر آتا ہے وہ نیز خدا خیر کرے

کچھ گئی پھر نظر بار خدا خیر کرے کہ کنے لگا صاحب حضرت غالب عشق بکھو نہیں وحشت ہی تھی
 میری وحشت تری شہرت ہی سی پتہ قطع کیجئے نہ تعلق ہے کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سی
 ہم کوئی ترک و فحار تے ہیں نہ سی عشق مصیبت ہی سی ہم بھی تسلیم کی خود اولین کے پڑ پڑ
 تری عداوت ہی سی پھر عرض کی کہ صاحب بھلا دیکھو تو مئے تمھاری جستجو میں کو کب جو خاک چھانی سب
 لوگ سمجھتے رہے خاطر آشفقہ بہلاتے رہے مگر نہ کیسی نہ سنی ایک نہ مانی آپ کی طلب سال میں اپنا
 جہاں کیا سلطنت اور حکومت کا کچھ نہ خیال کیا اگرچہ میں شادی سے فقط خانہ آبادی مدعا ہوتا
 اور آپ سے دل نہ لگا ہوتا تو صنوبر شہزادی کیا تھی اور ستین مالزادی کیا تھی ہم اپنی شادی اور
 کیا کر لیتے لیکن جب اتم بھی کیا بشر ہو دل میں کیا کیا بدگمانی نہ کمان کا قصہ کہاں کی کہانی ہے
 وہاں صاحب پھر کیوں نہ کہ شادی میں کی ہو ہو سخت جگر ہو ملکہ حسن افروز نے کہا وہ کیا احسان
 بنائے آئے ہیں ماشاء اللہ بگڑی بات کہ بنائے آئے ہیں صاحب کہنے کا تھا لہذا کفار میں
 جاؤ کون ہاتھ پاؤں پڑا تھا کہ خدا کے لیے تم بیان آؤ قمر النساء نے کہا کہ سیکم عجیب سیر ہے ان باتوں
 سے کیا حاصل کچھ آپ کو خیر ہے جانے دیجئے دور کیجئے باہم صحبت عیش و نشاط کے شہزادے کا
 دل شاد اپنا دل مسرور کیجئے یہ لکڑی صراحی آب آستین کی اونٹنی اور ملک جام لبریک کے آرام
 کے سامنے لائی شہزادے نے ساغر شہزادی کے منہ سے لگایا ملکہ حسن افروز نے بھیجا کہ ایک
 ہاتھ اس زور سے مار کہ وہ جام آرام دل کے ہاتھ سے گر پڑا اور بکھر فرمایا کہ نہ ہنسنے کبھی شراب
 پی اور نہ ہم اسکے عادی ہو شو ق ہے تم پیو مگر تندہ سے نہ بولو ہمیں نہ ستاؤ جنکے ساتھ پہلے شراب
 پی چکے ہو اونھیں کے ساتھ پیو وہیں جاؤ سید محمد خان رند ہو کیا چاہ سے حاصل
 نہ چاہو گے تو کیا ہوگا پڑ ملا کچھ محبت میں تھا ہو گے تو کیا ہوگا مجھے حاصل ہو کیا آپ کے لیے
 بنائے سے بد اگر اوروں کے اب تم دریا ہو گے تو کیا ہوگا پڑ جانا اور رولانا ہر کھڑی حرات رولانا
 یہ پائی وصل میں لذت جدا ہو گے تو کیا ہوگا پڑ آرام دل یہ غضب بھل تیوری پرل پیا دیکھو
 اور کمان ابرو کو جا یہ غضب پڑ بھا دیکھو سم گیا اوس گوشہ نشین پردہ عننت کی ناخوشی کا حقیقتاً وہم
 بے قرار ہو گیا نیز غم کیجئے کے پار ہو گیا بھل ہو کہ دمون پر گر پڑا عنو تقصیر چاہئے لگا و دل سے کہتے
 جب بے قراری از حد طاری ہوئی تو ملکہ حسن افروز نے اوس شوریدہ سر کا سر اوٹھایا اپنے
 گلے سے لگایا میقرار ہوئی معشوق مست ناز اور عاشق جاننا زہر ان دول سے نثار آخروں سے نکال
 نے قصور اوس بخور و زار سرور کا بدل معاف کیا غبار دل روکے دھویا آئینہ خاطر کو کہ ورت سے

صاف کیا قمر النساء نے ایک اور جام دفع پنج و آلام آرام دل کو بھج کر دیا مگر اوصاف کے
ملکہ کو تو نہ پایا مگر اوس کے دست بخارین سے آپ پیما پھر تو ایسی صحبت کہ کیفیت بہت
مثل گردش ایام حکیمین آیا کشتی می کی ہو ابد ہی زار و خاک بھی وجد میں اگر چنانچہ
ذوق محفل میں شور و فتنل میناے دل ہوا لا لاسا تیار لب کہ توبہ کا قتل ہوا
اور دل کی بقیاری دیت کہ ملکہ حسن افروری جو منظر شہزادی جسکی سطوت عفت اور
سبب صبا بھی اوسکی آستانہ بوسی سے محروم اور جسکے حسن و جمال کی آفاق میں دعوم جبکا غمرہ و ناز
زاویہ چشم میں دلہائے آفتہ کا کین ساز اور جبکا گوشہ ابرو جانناے مجروح کی غارتگری کے لیے
خندگ انداز جسکے کوہ زلف میں بسبب نارسائی کے دلہائے عشاق کی راہ آمد و شد گم اور جسکی
مستی چشم کے دور میں زار و شب زندہ دار کو محراب نماز پائے خم جسکے سر پر وہ عصمت میں اشک بھی
ایک طفل آبگناہ اور جسکے سمندر ناز کو خود گناہ گرم اوسکی تازیانہ وہ شہزادی اور آرام دل سے اس
بے تکلفی کی ملاقات کرے جسکو کبھی نہ دیکھا ہو اوسکے دیدار کی یہ تمنا ہو اور اوس سے یوں بات کرے
شعر جسکو جو چاہتا ہے دیتا ہے پکیا تری شان کبر پائی ہے * الغرض آرام دل اور حسن افروری
محبت میں یکدل تھے وہ جو اور کا عاشق تھا وہ اوس کی عاشق تھا جو جسکا طالب پھر وہی اوسکا
مطلوب تھا غرض دونوں کے عشق کامل تھے مگر چونکہ آرام دل شدت چالاک بہت ہی میاں یک
تھے اسلیے ملکہ حسن افروری نے قمر النساء کی زبانی شہزادے کو سنا دیا بخوبی سمجھا دیا کہ جب تک ہوتی
حکم خدا و رسول شادی سے فرغ حصول نہو میرے وصال کے لیے خاطر مبارک ملول نہو ہر روز
سی ملاقات ہو جانادو نون کے لیے کافی اور میں ہے یہ ہنسنا بولنا کیا کم ہے جو زیادہ ہوس ہے
آرام دل کو بھی یہ بات پسند آئی یہی عہد باہم ہوا سلسلہ اشتیاق زیادہ تر شک ہوا فقط نہیں بول
لینے پر راضی ہوا خواب و خیال احوال ماضی ہوا پھر محمود کو طلب فرمایا وہ آیا دو نون کے حضور
میں آداب بجالایا ملکہ حسن افروری نے اشارہ کیا قمر النساء نے اپنے گلے کاٹو لکھا بار اوقات
محمود کو چنایا آرام دل نے ایک جفت نوترن اور مالاسے مروارید اور ایک ولایتی خاص اپنی
کمر کی محمود کو عنایت کی پھر آرام دل نے ملکہ حسن افروری سے کہا کہ اب میں تمہارے والدی
ملاقات کو جاؤں یا نہ جاؤں اور اگر جاؤں تو حرف مطلب زبان پر لاؤں یا نہ لاؤں ملکہ نے کہا
صاحب اوٹکو تمہارا حال معلوم ہو چکا ہے بہر حال چلنا مناسب ہے مگر کسی امر کی درخواست
میرے نزدیک نامناسب ہے بس سیدھی سیدھی ملاقات کرنا اگر پوچھیں تو بات کرنا مجھ سے

نہا حضور جو کچھ ارشاد ہوا بہت سچا ہے مگر میرے نزدیک صلاح یہ ہے کہ پہلے شہزادہ عالم خاک کے غریب خانے پر تشریف لے چلیں اور وہاں سے سجدہ و خشم آکر عین دربار میں حضور سے ملاقات کریں آرام دل اور ملکہ حسن افرور کو محمود کی رہے بہت پسند آئی یہی صلاح قرار پائی فلک گیر فتنہ ہمیشہ دیر لے آزار ہے خصوصاً عاشق و معشوق کا دشمن جانی ہے اسکا ملنا باہم بیچنا غنیمت دل بہتر از نسیم سے گھلنا اس چرخ کو بار ہے غرض انھیں باتوں میں تھے کہ موزن کی آواز ان کان میں آئی صبح نے الفجر الفجر کی دھوم مچائی صبح کی وردی بھی خردوس ناخردوس بیدار باش بیکار توپ کی آواز نے ولون کو بلا دیا ملکہ حسن افرور کا رنگ فق ہو ا مثل سحر سینہ شوق ہو ا گھبرا کر کس مصیبت کیا جلد ہو گیا شب و صلیت کا اختتام * اسے چرخ کینہہ جو ترے احسان کے نشاۃ غرض آرام دل اوٹھا محمود کے ساتھ چور دروازے سے نکلے اس کے مکان کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر قنطر منور سحر ہوا *

دربار سلطانی میں تشریف لیجنا آرام دل کا پھر موتی محل میں آنا اور خدیوہ دل صنوبر لعل سے بھر دے سفید دیو شہزادہ کا ملک دار اب شہنشاہ شہزادہ سیاہ فام سے لڑنا اور اسکو بھگانا

ساقی اب ہر نرم کا بگام نہ دے مجھے ساغرے گل فام نہ ہے زبان میری تیغ جو ہر دارینہ خام میرا ہے رخس تیز خرام نہ لب ساغر فراخیا او سکو نہ دیکھ بھرا بداری صمصام نہ رکھے اسپر تو دستے آلودہ دیکھ تو سن کی میرے تیزی گام نہ راقمان کوائف جہاں و محرمان ماجرے قتال سمند باد رفتار قلم کو عرصہ کار نار بیان میں یوں گرم عنان کرتے ہیں کہ جب نیزہ باز فلک لیٹے آفتاب خلط و طلعاعی کے نیزہ لیکر نکلا اور شہنشاہ بکلاہ ماہتاب تاب مقابلے کی نہ لاکر قلعہ مغرب میں حصاری ہوا لال کرتی کار سالہ حکم ملکہ مرہما محمود با وفا کے مکان پر حاضر ہوا آرام دل پوشاک شانہ زیب پہن کر سمند تیز رفت ہم پر سوار ہوا اگر ویش میں دیسار بارہ ہزار سوار کا حصار ہوا تمام شہر میں یہ خبر مشہور ہوئی بلکہ دور دور ہوئی کہ شہزادہ آرام دل حبیب شہزادی کی نسبت ٹھہری ہے آج تشریف لایا اب شادی ہوگی یہ سنے ہر شخص بھولانہ سما اثناسے راہ میں محمود نے ہزاروں اشرفیان اور شہنشاہ کشور خوبی پر نثار کین دیوان خوا

تک پہنچے پہنچے کئی لاکھ لٹاؤین طبیعت در پے اختصار ہے اس لیے ایک ہی فقرہ لکھا ہے
 زیادہ طول کرنا ناظرین کو ملول کرنا ہے خلاصہ کا آرام دل بکرو فریاد دخل در بار شاہی ہو
 غلغلہ حسن و جمال اوس نیز اوج اقبال کا ازاں تا ماہی ہوا لال پر دے کے قریب پہنچتے ہی وہ
 سرخرو یعنی شہزادہ خوشخو گھوڑے پر سے اترنا خاص بردار اور چو بدانت کے ہوئے نقیب باواز بلند
 پیکار کے کہ شہزادہ عالم پناہ سلامت رسالے کے دستے نے پراباندھکر سلامی دی آفتاب نے
 خاک پر باہی مراتب صدفے اوتارے آسمان نے سوچ مکھی دکھائی خواصون نے مہتابی لگائی عین
 امرا اور صاحب شہزادے کو بیچ مین کیے ہوئے پیچھے پیچھے محمود و فادار عرق چین نے ہوئے
 دیوان خاص نین تخت شاہی کے قریب پہنچے بادشاہ نے وزیر عظم کو استقبال کے واسطے
 بھیجا وزیر حسب دستور کورنش بجا لایا اور شہزادے کا قدم بوس ہوا بادشاہ کہ پہلے ہی شہزادے کے
 آنے سے آگاہ ہو چکا تھا جب آرام دل نزدیک پہنچا صورت دیکھتے ہی خود دیدار ہوا بد قدرت کا
 نمونہ پایا وہ تصویر تو نقل تھی اصل کو جو دیکھا اصل قیہ ہے کہ اوس سے بھی دونایا داماد فرخ نوا کا
 عاشق زار ہوا بیکراں ہو کر گلے لگانے کو دونوں ہاتھ بڑھائے آرام دل دوڑ کر قدموں پر گرا بادشاہ
 نے اوتھا کر کلیے سے لگایا بار بٹھایا آرام دل نے سلسلہ تقریر کو داکیا تقریر مسلسل گفتار نے بل
 لطیفہ سے ضرب المثل نکتہ ہائے بر محل اشعار برجستہ اور مضمون ہائے نوبستہ سے ہر ایک کو شہد کیا
 بادشاہ نے علم میں آزمایا کچھ سوال و جواب درمیان آیا کسی طرح اوس کھرے کو کھوٹا یا یا ہر طرح
 سے بادشاہ کو جواب شافی دیا اگر دوسرے نے پوچھا اوسے فوراً بند کیا شاہ نے نظر گفتگو اور نظر
 سخن نہایت پسند کیا دلشاد اور خرسند ہوا جذبہ محبت ایک سے دہ چند ہوا لڑکی کی خوش نصیبی
 سے شکر خدا کیا فرض سے ادا ہوا دو گانہ شکر ادا کیا پھر دربار برخاست کیا اور شہزادے کو موتی محل
 میں رہنے کا اور دربار میں روز حاضر ہونے کا حکم دیا آرام دل بادشاہ سے رخصت ہو کر موتی محل
 میں آیا سب حال ملکہ سے کہہ سنایا ملکہ کا دل سرور ہوا دل کی مراد ملی صدرہ فرقت کی خاطر خواہ
 واد ملی بنج و الم دل سے دور ہوا پھر تو مدام یہ دستور ہوا کہ سر شام ملکہ کل انعام مانی اور قمر النساء کے
 ساتھ شہزادے پاس آتی شب بھر دل لگی اور مذاق تفریح طبع کے حرف و حکایات سے دل بہلائی
 پوچھتے ہی وہ جگ ٹوٹا سر تنگ صبح وہ سب سامان عیش ٹوٹا سر شام پھر دی گھڑی آتی عروس
 شب مجلس جماعتی شہزادہ بھی دم سحر دربار میں جا لگا گھڑی دو گھڑی بیٹھ کر پھر آنا عرض مدام عیش و
 نشاط میں مصروف ہوئے پھر کے جھکڑے قہقہے گلے شکوے موقوف ہوئے شب و روز عیش و

عشرت کے جانے ہوئے لگے تھم محبت مرزہ دل میں بوسے لگے اسی طرح ایک مدت گزری عشق
 ہو گا غار پایا دشتی ست پیم لاندہ ایسا عشق کہ کہی خیال نہ آیا آخر آہ عاشق کمان تک بیکار
 باب نے کبھی نہ کبھی نہ وار نہ دیکھا اسے نسبت کہ دل پر اثر ہو دل و لب و عیش و عشرت میں سحر دل
 عاشق سے ضرور باخبر ہو عرض ایک دن آراہم دل بالاسے بام نہر کی سیر کر رہا تھا بیٹھے بیٹھے کچھ
 اوس نیم نمل ہدف خندک بہت سیٹے سندھ بہنوختہ جگر فخر عشق کے گھائل کا خیال آیا چین ہو گیا
 کمال غفلت پر زوال آیا یہ ہے مع جسے کمال ہے اوسکو زوال ہے پیدا یہ عشق کی لذت ہے
 تو خوب آگاہ تھا مخرج شان آہ تھا کبیرا اوسی محل بے بدل سے سفید دیو کو بلایا وہ مع فوج اپنی
 حاضر ہوا شہزادے کا جاہ و جلال حشمت و اقبال دیکھ کر بہت خوش اور شگفتہ خاطر ہوا البتہ تعلیم
 آداب بجالایا آرام دل نے فرمایا کہ تو ابھی ملک داراب میں جا اور تحقیق کر اگر کہ صنوبر شہزادی پر
 اوس رنگی شہزادے کے سبب سے کیا گذری کیا واردات ہوئی رخصت کے باب میں کیا
 بات ہوئی دیو بموجب ایسا سے شہزادہ ملک داراب میں گیا اور سب حقیقت دیکھ کر بھرا آیا التماس
 کیا کہ شاہ داراب اور اوس خانہ خراب لینے پدر شہزادہ سیہ فام میں خنک عظیم درپیش ہے بادشاہ
 کو بڑا فکر ہے نہایت پس و پیش ہے یہ سنتے ہی آرام دل بقرار ہو گیا اوسکی وقت سنے کو
 طیار ہو گیا نشہ جوانمردی سے بچو دھوکہ چھوٹے لگا کبھی قبضہ شمشیر کبھی بازو کے قلعہ گیر جوئی لگا
 تیغ ابرو نے سیکڑوں بل کھائے پڑ ترک چشموں نے پل کے تیرے اٹھائے ٹھکف منہ
 سے جاری ہوا غضب کا عالم طاری ہوا آخر اوسی حالت غیظ میں سفید دیو سے فرمایا کہ مجھے ملک داراب
 میں پہنچاؤ دیو نے حسب احکم شہزادے کو اپنے کندھے پر بٹھایا نیم لکھنؤ می منڈا آنکھ کیا تو
 منڈی آنکھ پکھول آنکھ کیا تو کھول دی آنکھ دھڑلے عین میں شہزادے نے آپ کو اوسی رنگ محل
 میں پایا پھر سفید دیو سے فرمایا کہ جلد ایک گھوڑا لاؤ گے اور مندرق دم صطل شاہی سے چن لایا
 آرام دل نے دیو کو رخصت کیا اور آپ پانچون ہتھیار درست کر کرمت صیت کر گھوڑے پر
 سوار ہوا اور زنگاہ کی طرف گھوڑا پھینکا اب سنا چاہے کہ جب مخالف نے زیر شہر پناہ اپنی فوج
 کو حرب و ضرب سے آہستہ کیا تھا اور بادشاہ نے وزیر اعظم کو خلعت سیہ سالاری سے سرفراز
 فرما کر مقابلہ عدو کا حکم دیا تھا وزیر نے اپنی تدبیر سے باہر شہر کے پرچہ لگایا تھا ہر ایک کی شمشیر کے
 جوہر دیکھتے تھے جوامان شیر افکن کو آزما یا تھا اسی طرح ہر روز لڑائی ہوتی تھی شام کو دونوں
 لشکر خنک کر دم لیتے تھے صبح کو پھر زور آٹائی ہوتی تھی ایک شب شاہ بدخو جنگو نے سوچ وقت

اور ہنگام فرصت پا کر اپنی فوج میں سے دس ہزار جاوید کو منتخب کیا اور اس کمرہ
 نے گمنام کی راہ اون کو شہر میں اوتار لی یعنی شب خون مارا شہر میں ہر طرف غوغا ہوا
 کہ قیامت کا سامنا ہوا حشر برپا ہوا لوہا بہشت لگا ایک عالم تیتھ خون آشام ہوا جسے اوس
 ہنگام میں ذرا چون دچرا کیا یا ہاتھ پاؤں ہلکا کر کچھ جواب دیا اوسکا وہیں کام تمام ہوا کسی
 دم لینے کی فرصت نہ ملی ہوش و حواس جلتے ترے تلوار اٹھانے کی تیار نہ تھی وزیر کو جوت
 خبر معلوم ہوئی بلخ چار سالے اور کئی بار پادشہ کی طرف دوڑا آئے ہی رخصت ہو کر آیا
 تلواروں کی بارگاہ پر دھریا تیغ دو دم لیکر غول میں کود پڑا خون کی ندی اوزالے بہا کے خوب
 لڑا آخر کسی ملعون کے ہاتھ سے زخم کاری لگا غصہ کیا کر پڑا کہ تے ہی لوگوں نے اٹھایا یا تھوڑا
 ہاتھ محل میں پہنچا یا سردار جو کرا تمام فوج کے کرا دانت کھٹے ہوئے ہنہ پھرا لکر سواروں نے کام کیا
 سواروں میں ایسا نام کیا کھوسے ڈیا ڈیا کہ اوسے اور سوزیوں کہ غازیوں کی لاپرواہی میں
 ڈالا خوب دل کا بخار نکالا جو کچھ بھاگے اوس پر نیزے لگائے پستول توں توں لگا مارا شہر
 لگانے کے فن دکھائے غرض خوب دل کیا ایک ایک کو جہنم واصل کیا بادشاہ وزیر کے زخمی
 ہونے سے خیر غم و الم کا گھائل ہوا نہایت شکستہ دل ہوا طبیعت کو پریشانی ہوئی عقل کو سرگردانی
 ہوئی حریف کے گرد و غار پر کمال غصہ آیا غضب سے بدن تھرا یا صبح ہی ہونے دی کچھ استقامت
 تھی کہ اوسی دم زرہ بکتہ خود چار آئینہ سے آہستہ ہو کر فیصل مست پر سوار ہوا زرہ بگاہ میں آئے ہی
 طبل جنگ بجوایا سوتون کو جگایا لڑائی ہونے لگی زور مند دن میں طاقت آزمائی ہونے لگی سارو
 سے مقابلہ ہوا چہرہ نیر غلاب تھی انھیں خواب مرگ میں سولایا فوج نے بڑا دل کیا کہ ہزاروں
 کو جان سے مارا صدمہ کو گھائل کیا مصنف جنگاریاں تیغوں سے اوڑا میں پکیفیتیں جنگ
 کی دکھائی میں جھک جھک گئی گاؤں کی کمر بھی ہر گھر گک گیا حرج کینہ و بھی ہر مرنے مرنے مخالفت کی
 فوج پر گندہ ہوئی دونوں طرف قیامت کا شور ہوا وہ روز گویا روز تخیز تھا او دھڑکی تلواریں گرکھیں
 ہاتھوں سے گرکھیں ادھر کالو ہاتھ تھا آخر ایک رنگی نہایت زیر دست قد و قامت میں شل قبل دست
 بشکل دیو پچا شاہ بد نہاد کا بھائی صورت میں قصائی شہزادہ سید فام کا چا کر گر انبار ہاتھ میں
 لیے کو دنا اوچھلتا میدان میں نمودار ہوا اوسکی ہشت سے اگلی فوج کے اچھے چھوٹ گئے خائف
 اور ترسان ہر پیادہ اور سوار ہوا وہ مردود آئے ہی بکرا بڑی آواز سے گرجا لگا کہ ہے کوئی ایسا
 جو میرا مقابلہ کرے آئے جسے اپنی جان عزیز نہ وہ مجھے مجاہد کہہ کرے ادھر تو اس کے خوف سے

لوگوں کا پہلے ہی دم نکل رہا تھا منہ پر مدنی چھائی تھی چہرے کا رنگ بدل رہا تھا مگر حکم بادشاہ
افران سیاہ اور بہت سے خان بہادر جان نثار بڑے بڑے طاقت دار جو منایع منان مال اٹھانے
والے مردوں کی ٹولیوں پر چوڑی لگانے والے میدان میں جاتے ذرا گھوڑے کو اڑانگے پر کھڑا
وودو ویلہ کودا کے بجائے تلوار بھاگ آنے کی گھٹات لگاتے مگر وہ کب چھوڑتا تھا ایک ایک کو جتنا دلتا
پلاؤ تو رومہ کا مڑا چکھا دیتا فرض چوڑو کے سامنے چلتا جیتا پھر کے نہ آتا اسی طرح دو پہر ہو گئی نہ اردون
نہ شین اوس بد معاش کے ہاتھ سے خاک و خون میں غلطان ہوئیں رسالوں میں بل چل پڑی لکھنیں
ہر سان ہوئیں بادشاہ کی کیفیت دیکھ کر گھبرا اپنی فوج کے سرداروں سے فرمایا کہ یہ طرفہ ماجا ہے
عجب فرا ہے جسے دیکھتا ہوں ڈرا جاتا ہے بے مارے مرا جاتا ہے یہ سنکے فوج کے اور بھی پاؤں ہلکے
لگے میدان میں جانے کے واسطے آپس میں تکرار ہوئی سبقت کی گفتار ہوئی آستین بڑھا چڑھا کے
لڑنے لگے ایک نے کہا جانیے بہت شہینی ہار تے تھے ذرا بڑھ کے تلوار لگائیے اوس نے کہا میں تو بہت
لڑا اب آپ کی باری ہے جانا ہو تو جانیے نہیں جگہ خالی کئے ہتھیار کھول دیجیے کس کام کی یہ چیری
اور کشاری سے غرض آپس میں خانہ جنگی اور رد و بدل ہوتے لگی سواروں کی عجیب شکل ہوئی طرق کے
طرق رسالے کے رسالے بھاگنے لگے پیدل میں کھل بل ہوئی کوئی ورد کا بانہ کر کے کھڑے کھڑے
پٹ پٹ کے پیٹھ گیا کسی کو مارے خوف کے دست آنے لگے بڑے بڑے تیر انداز اور پٹے باز اڑے
نہ بھڑے مگر خمیوں کی ڈولیوں میں سوار ہو ہو کر جانے لگے جو انزدون کو تیور پر تیور آنے لگے
مجدد جان خنجریم سے دارالشفا شاہی پھر گیا لڑائی کے نام سے لڑہ آیا خوف و ہراس کے دلوں
میں لڑ کر گیا غرض ہر شخص نے سر ہانے سے مکت فار میں اوستاد خوف سے سر کٹا نہ کا سبق پڑھا
بادشاہ تنہا باقی پر سوار رہ گئے جو دس پانچ سوار بکھڑے رہ گئے وہ ایک ایک کا منہ کٹے رہے کوئی
آگ نہ بڑھا بادشاہ حیران تھا قلعہ سے سر در گریبان تھا بڑے تردد میں تھا راہ شکل و پیش تھی پی
کے دانشدین تھا کہ آرام دل گھوڑا پھینکتا ہوا شہر کے دروازے سے نکلا بادشاہ ایک سوار کو کہہ کر
تنہا ادھجی بنا ہوا اور میدان میں حیوت ویم آتا ہوا دیکھ کر حیران ہوا سوچا کہ شاید مخالفت نے دھوکہ
دیکر شہر کے اندر کچھ فتور اٹھایا ہے جو یا سوار خبر دینے آیا ہے دل میں نہایت خوف سما یا زانو
پر ہاتھ مار کر تر کی تمام شہر زبان پر لایا میدان کو بول کر چلنے کا اشارہ کیا کچھ تیریز بن آئی
بھاگنے کا ارادہ کیا آرام دل کسی طرف نہ متوجہ ہوا سیدھا تیر سا میدان میں جا پڑا اور
مقابل ہوتے ہی اوس دیو بچہ سے مہانہ طلب ہوا بادشاہ یہ کیفیت دیکھ کر کھڑ گیا اور

اوس جوان رشک غلمان کی جوانی پر افسوس کرتا رہا وہ ملعون تو پٹ پر لگا ہوا تھا کسی
مارتے خان سے کہاں مقابلہ ہوا تھا مرد بے ریشہ جو دیکھا لقمہ بے ریشہ دشو کر چھٹیا نسیم لکھی
بے ریشہ وہ طفل نو جوان تھا ہر حلوا بے دوزھ بیگان تھا ہر پھر بڑھکر لکھارا اور وہی گرز کا ہر
آرام دل پر اس زور سے پھینک کر مارا کہ اگر وہ اپنی اوستا دی سے خالی نہ دیتا تو ہریان سپینا
پسر سر نہ ہو جاتین نیست و نابود ہوتا نشان زندگی مفقود ہوتا شہزادے نے گرز کی زو بجا کر اپنی
گھات لگا کر گھوڑے کو اوسی میدان میں گرداوس شامت زدہ کے کا وہ پھیرا نقطہ پر کار کی طرح
اوس زاویہ نشین دائرۂ اجل کو بیچ میں گھیرا ایسا گھوڑا پھیرا وہ چکر لگایا کہ غور کر کے جو دیکھا تو
ایک شے مدور مہم سہی معلوم ہوئی تھی خیال اور تصور سے بھی مفہوم ہوئی تھی وہ ملعون جو محصور
ہوا حیران ہو کر مینار کی طرح کھڑا رہ گیا مجبور ہوا آرام دل نے کاوا دیئے دیتے گھوڑے کو دبایا
گھوڑا بھڑایا وہ ملعون تھرایا پھر شہزادے نے گھوڑا چھٹا کے اوس مردود کی پشت میں بچھا
مارا اور دھکا دیکر میخ کی طرح زمین سے اٹھالیا ایسا بچھا مارا کہ سینے کے پار ہو گیا وہ دوزخی
فی النار ہو گیا ع بود اسفل السافلین نذرش پششاہ داراب ہاتھی پر سوار اوس رشک رستم



اور غیرت سہراب کی جو انزوی پر تیرا و حیران کھڑا تھا دیکھنے والوں کے ہوش تپان تھے فی
شہزادہ ایسا ہی لڑا تھا بادشاہ نے بہ فراست سمجھا کہ یہ منہوی شہزادہ آرام دل کی جسکی جستجو

اور جبکہ دیدار کی آرزو تھی یہ وہی رشک ماہ کامل ہر الغرض آرام دل نے اسکی لاش پھینک کر
گھوڑا اٹھایا ولایتی کمر سے کھینچ کر صاعقہ کی طرح خرمن زندگانی عدد پر جا بٹا گھوڑا کرکڑ کا کے شمشیر تین
ہڑپا کے جس سوار پر ہاتھ لگایا خود سر سے سینے کے کوڑ توڑ کر استخوان کے زینے سے پشت تین
ہر اوڑھ لیا جس پیدل پیدل کے برابر اگر سر پہنچنا مارا اسے سر پر و کا مثل خیار تر و ٹکڑے ہوا ہر
صغیر و کبیر ہر ناویر الامان پکارا مارتے مارتے خون کا دریا بہا دیا ہر ناپاک لڑائی کے کپڑے سے
پاک ہوا دریا سے خون میں نہالیا پھر تو اسکی تلوار کی آبداری کے سامنے کافی سی بھٹ گئی شاہ
روسیا کی قسمت اولٹ گئی سب اوسنے اور اعلیٰ سوار اور پیادہ کچھ بچھے اور کچھ آگے سر دین
پاؤن رکھ کر بھاگے جو بھاگے وہ تیر و پیکر کے ہوتے ہونشانہ ہوئے جو مقابل آئے شمشیر دو دم سے
ملک عدم کو روانہ ہوئے وزیر مارا گیا پیدل کام آئے شاہ کو اعراب دینے کا بھی سہارا گیا
آرام دل اتر عائی ہاتھ گھوڑا اوڑھا کے شاہ کے روبرو لایا بادشاہ نے بھاگے کا رخ
کیا مگر پیدل کی ہل چل سے خانہ فرار بند پایا ذرا جو توقف کیا شہزادے نے گھوڑے سے
کو دکر شاہ کا ہاتھ پکڑ لیا سبحان اللہ عجیب اوقات ہوئی کہ شاہ کو بھری بازی میں پیدل کی
کشت مات ہوئی شاہ و ارب اسکی جوانمردی اور چالاکی سے متحیر ہوا حیرت سے ششدر ہوا
شہزادے کے قریب آیا ہاتھی سے اوڑھ کر گلے لگایا دست و بازو چومے پیشانی پر بوسہ دیا شہزادہ
سیہ فام اپنی شکست اور اپنے باپ کو قید و کھکریٰ فوج باقیماندہ و نہر میت خوردہ اپنے ملک کی طرف
بھاگا شاہ روسیہ اسکا باپ آرام دل کے ہاتھ سے مارا گیا سراسر اوس خود سر کا تیغ و پیکر سے
افزار لیا جب مقصد دل حاصل ہوا بادشاہ مع شہزادہ ظفر اور منصو قلعہ میں داخل ہوا دربار نے جو
شہزادے کو مضطر دیکھا حضور سوختہ جگر جذبہ دل کا اثر دیکھا بہت آداب سے جھک کر سلام کیا اور دیکھا
یہ کلام کیا کہ کیوں حضور کچھ دل جلون کی بھی خبر ہے وعدہ وفا کیجیے گا یا یونہی دم دیکھیے گا فرمایا کیا
مد نظر ہے آرام دل مسکرایا بگم صاحب نے محل میں بلایا گلے لگایا کئی خوان بزرگ و جواہر کے شارقے
پھر بادشاہ باہر تشریف لائے دفتر خانے میں جا کر سختی سے اہل سیف کی فہرست طلب فرما کر ایک
قلم کے نام پر قلم کھینچ دیا اور افسروں کے لیے قتل کا حکم سنایا آرام دل نے عرض کی کہ حضور
غضب کرتے ہیں بادشاہ نے لشکر گنبد بے درہے اور ابھی تو صبح ظفر کی شام بھی نہیں ہوئی چرخ
ور پے کہیں ہے عدو و کہیں ہے دشمن نتوان حقیر بچا رہ شمر دہا ابھی بڑا خطر ہے فوج کو موقوف
نہ کیجیے بلکہ سرداروں کی تعریف کر کے انکو انعام اور خلعت دیجیے بادشاہ نے شہزادے کی

دانشمندی پر تحسین کی یہ بہت پسند آئی اور اسکی تدبیر پر آفرین کی پھر دربار عام کیا افسروں کی بڑی قدر و منزلت کی اس فتح میں انہیں کا نام کیا ہر ایک کو علی قدر مراتب خلعت گران بہا سرفراز فرمایا اور سپاہیوں کو بہت سا انعام دیا پھر جو بیسوں کو طلب فرمایا شادی کے واسطے اچھی ساعت دیکھنے کو ارشاد کیا اور انہوں نے پوچھی کہ کھولا جنس وصال کو میزان قیاس میں تو ابغضو نے قرعہ پھینکا ہندسوں اور سکھوں کو ملایا پھر کزبان عرض کیا کہ ایک برس شہزادے کا ستارہ اور گردش میں ہے ابھی وصلت نچا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہزادہ بلند اقبال پھر غائب ہو جائیگا انکو ہر دم اپنی نظر کے سامنے رکھئے ان سے ایک محلہ غفلت نچا ہے بادشاہ نے انکو حضرت کیا اور فرمایا کہ صدق اللہ و کذب النجوم مگر شہزادے کو ہر دم پیش نظر رکھنے لگا اور سکے دیدار سے خرسند ہوا ایک دم علیحدہ ہونے نہ دیتا جو بیسوں کے گمنے کے مطابق کار بند رہا

دہستان ملکہ حسن افروز کا موتی محل میں آنا اور آرام دل کی جدائی سے بے قرار ہونا پھر آرام دل کا آنا اور ملاقات ملکہ کی خجل اور شرمسار ہونا

پلاساقیا بادہ ارغوان پڑ کہ پھر نیم کی اک لکھون دستان پڑ مرار از بس ہے نازک و باغ پڑ وہی ہے مرے دل کا چشم چراغ پڑ جو ارشاد ہو وہ سجلا لائیو پڑ جانک وہ مانگے دیے جانیو پڑ ارقمان احوال و اماندگان و محرران کیفیت مجھری دور افتادگان حال فراق اور وصال یوں رقم کرتے ہیں کہ جب روز آرام دل ملک داراب کی طرف روانہ ہوا اس رات کو حسب دستور وہ رشک حورانی اور قمر کے ساتھ موتی محل میں تشریف لائی آرام دل کو جو نہ کیا گھبرائی مانی سے کہنے لگی مانی آج خلاف معمول شہزادہ عالم کہاں گئے ہیں مانی نے کہا کیا خوب اب بتھارے واسطے وہ اپنے پانوں میں بیڑیا ڈالیں عورتوں کی طے گھر میں بیٹھے رہیں دروازے کے باہر قدم نہ نکالیں لڑکی اتنی قید بند بھی مجھے پسند نہیں آتی ایسی محبت بھی میری چڑھ ہے مجھے نہیں بھاتی یہ شک ملکہ خاموش ہو رہی اور شہزادے کا انتظار کرنے لگی کبھی دل میں یہ خیال آتا کہ یمن پری نہ اڑا لے گئی ہو کبھی یہ دوسو اس جی میں سنا کہ ماشاء اللہ چشم بد دور رشک عور ہے کوئی اور پری نہ اڑٹھالے گئی ہو کبھی انہیں باتوں کا خیال کر کے چپکے چپکے روئے لگی کبھی فراطظار سے بے قرار ہونے لگی آنسو جو گرسے مانی سے کہتا شہزادہ جواب تک نہیں آیا تو اسلئے روتی ہو ملکہ نے جواب دیا کہ مانی اب بھی میں تھکا کچھ لیتی ہوں کچھ کلام

کرنے کی تکلیف دیتی ہوں جو مجھے ستاتی ہو ناحق میرا جی جلاتی ہو حضرت اسد اللہ خان
غالب دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھرنے آئے کیونکہ روئینے ہم ہزار بار کوئی نہیں
ستائے کیونکہ جب وہ جلالِ دل و فرزندِ صورت مہرِ نیرِ ذہن آپ ہی ہو نظارِ سوزِ پردے میں منہ چپکا
کیونکہ آخر اسی انتظارِ ارضی میں تمام رات گزر گئی بیتابی شبِ ہجرِ عاشق کی خبر اوس آرامِ دل
تک بوسہِ نسیمِ سحر گئی ملکِ گل اندامِ ناکامِ بعدِ درد و آلامِ خاصِ محل میں آئی دیر تک متحیر رہی پھر فرما
سے کہنے لگی کہ دیکھو کیا طوطے چشم تھے کیا جلا آنکھیں بدل گئے باوجود اس قید و بند کے پھر بھی ننگ
فرصتِ جویابی خدا جانے کہاں نکل گئے بھلا غور تو کرو کسی سے کیا دل لگائیں کون کون سے کون سے
سہین کس کس بات کو کہیں آخر ہم بھی تو آدمی ہیں کہاں تک باہر اٹھائیں میری تفتی اس عین
اکہی محبت کو کیا ہوا چھوڑا وفا کو اوسے عزت کہ کیا ہوا یہ میرا صاحبِ موضوعِ فلک
نے عشق کی اب رہ میں ہلکویں اکر نہ لبانِ سبزہ نورستہ یا مائل کیا یہ یہ باتیں کر کے ٹھنڈی ٹھنڈی
سائنس بھر کے رونے لگی شبنم کا عرقِ حینِ آنسوؤں سے بھگوئے لگی قمر النساء نے کہا حضورِ قصوفا
آپ کو تو نہ کچھ شعور ہے نہ فہم ہے یونہی ناحق بے گمانی ہے وہم ہے بھلا یہ تو سمجھے اگر ادا کو جانا سنا
تو پھر کیوں اپنی سلطنت اور حکومت چھوڑ کر بیان آئے اگر آپ کے عاشق نہوتے تو کیوں آپ کی
طلب وصال میں ہزاروں مشقتیں اور لاکھوں صدے اٹھاتے سیمت پر پی اور صنوبرِ شہزادی
مل گئیں یقین و دودھ لاکھ ہوتے وہیں نہ رہ جاتے یہ لہر کچھ سوچی اور چور دروازے سے ہوتی محل
میں گئی دیر تک شہزادے کے آنے کی منتظر رہی آخر جب بہت غصہ ہوا اور نہ کچھ خبر معلوم ہوئی نہ
شہزادہ اوس وقت تک آیا تو قمر النساء کے دل میں شک آیا انگلیں بھرا آئی ملکِ حسن اور فر نے
فرمایا اجراتِ غضب ہے یہ کہ جسکی عاشقی میں جی سے جاتے ہیں نہ تو وہ کہتا ہے اب تک ہم
محبت آزما تے ہیں نہ ہاے اللہ کہنے یہ تفرقہ ڈالائیں نے تو ابھی بھر نظر دیکھا بھی نہیں
تھا کیوں رے فلک کہ نہ در تو نے یہ کب کا بنی رنجا اجرات بہتنگ آئے ہیں اس دل کے
پیتاب سے ہم نہ جو مرثین تو چھپیں آہ اس عذاب سے ہم نہ پھر قمر النساء کہنے لگی کیوں میں
وہم تھا تھا رے نزدیک بیوقوف تھی کچھ نہ فہم تھا اب بتاؤ یہ کیا ہوا مجھے بھجائے مجھے آسمان ٹوٹ
پڑا ہا کے یہ کیسا حشر برپا ہوا اجرات دیکھ جدائی کے ہیں تو نے دکھائے اسے زینتِ ہر کار
وصل ہی میں جی سے گزر جاتے ہم نہ قمر النساء نے کہا بیکر خدا کے واسطے گھبرا ئے نہیں شہزاد
عالم انشا اللہ تعالیٰ جلد تشریف لاتے ہیں یہ سب غم و اہم خدا کے فضل و کرم سے دور

ہو جائے میں ملکہ نے کہا فوق موت ہی سے کچھ علاج در و فرقت ہو تو ہو بہ غسل میت ہی
 ہمارا غسل صحت ہو تو ہو بہ القصہ ملکہ حسن افرور پھرا سر نو آتش فراق میں جلنے لگی شعلہ شوق
 سے گھل گھل کے شمع سان کچلنے لگی مانی اور قمر النساء ہر چند تسکین دیتیں دلداری کرتیں اوس
 سرگشتہ باد یہ خزن و لال کی غمخواری کرتیں مگر وہاں آہ و فغان سے کب فرصت تھی رات کو
 شور مچانا سوتون کو جگانا دن کو چپکے چپکے رقت تھی قمر النساء ہر روز موتی محل میں جاتی باغ حیات
 میں پریشان پھرتی اور غموم بھر کر چلی آتی بادشاہ نے جو شہزادے کے چلے جانے کا حال سنا بہت
 متروک ہوا اسی وقت جا بجا ملک ملک ہر قایم میں اس مضمون کے شقے جاری کیے کہ جہاں شہزاد
 آرام دل ہو حاکم وہاں کا مجید در یافت حال کمال غر و جلال اپنے ہمراہ لیکر آئے اور حکم دیا کہ وزیر
 ہر طرف سوار روانہ کرے اور آپ ہی جائے وزیر حسب الحکم عمل میں لایا وہاں آرام دل شاہ دارا
 کے پاس رہتا فراق پار کے بچہ سستا تھا ایک دم جدا ہونے پاتا تھا نایاب بحین ہوا سخت گھبرا
 تھا ایک شب شہزادہ شاہ دارا کے پلنگ کے برابر سوتا تھا سوتا کیا تھا منہ لپیٹے ہوئے ہوا
 تھا یہ کتا تھا اور روتا تھا لیشم و ہلومی مینا ہیون نے دل کے ڈالا ہے کس غنیمت میں ہے پہلو
 بدل رہے ہیں نالے کنار شب کین نہ بادشاہ غافل ہوتے تھے یہ تو منتظر وقت اور مترصد
 فرقت تھا موقع پا کر اٹھا اور بارہ درمی کی ایک پینچی ملین جا کر اسی محل سے سفید دیو کو بلایا دیو آیا
 آرام دل نے کہا مجھے جہاں سے لایا ہے وہاں پہونچا دے بیقرار ہوں جلد ملک جہان
 دکھا دے دیو نے حسب الحکم لیشم لکھنوی کنار سے پہنچا کے مثل گیسو پہ اوس گل کو اوڑھ لیا
 صورت ہو بہ شہزادے نے آنکھ بند کر کے پھر جو کھولی آپ کو باغ حیات بخش ملین موتی محل کے
 دروازے پر پایا دیو کو وہیں سے رخصت کیا اور آپ اندر محل میں تشریف لایا حسن اتفاق سے
 اوس وقت قمر النساء بھی موتی محل میں آئی تھی شبیہ آرام دل کی جو طاق میں گلہ سون کے
 بیچ میں رکھی ہوئی تھی دیکھ کر وہی تھی ملکہ کے حال زار کو خیال کر کے بیقرار ہو رہی تھی کہ دفعتاً
 آرام دل سامنے سے نظر آیا قمر النساء کو دیکھتے ہی آنکھیں نہی کر لین قمر النساء نے کہا حضور
 تسلیم جو صبح کا بھولا شام کو گھڑ آئے تو او سے بھولا نہیں کہتے بقول حضرت غالب اوسکو بھولا
 سچا ہے کتنا نہ صبح جو جائے اور آئے شام پہ فرمائیے ایک ہفتے تک کہاں رہے آپ تو ماہ و دو
 ہین ایک دو دن کا مضائقہ نہیں اتنے دن جو نظر نہیں آئے تو کیسے کس بیچ میں نہاں ہے
 والہ آباد کو کچھ راتیں سننے کا مزا ہے بے سے نہیں رہتے کچھ عجب لیکتا ہے بہ سدا آرام دل

مسکرایا اور خاموش دالان میں چلا آیا قمر النساء وہاں سے باغ باغ ملکہ حسن افرور کے پاس آئی اور کہنے لگی حضور مبارک شہزادہ عالم تشریف لائے خیمے واسطے آپ بے قرار تھیں وہ آرام دل آئے ملکہ نے کہا ہاں وہ تو روز آتے ہیں سب ہر روز ایسی ہی خبریں سناتے ہیں قمر النساء نے کہا بیگم مجھے اپنی جان کی قسم شہزادہ عالم آئے جب قمر النساء نے قسم کھائی تو ملکہ کو آرام دل کے لئے پریشاں ہوا دل کو ذرا توانائی آئی شام ہو گئی ہی قمر النساء کے ہمراہ موتی محل میں تشریف لائی وہ شب کہ شب ماہ تھی آرام دل موتی محل میں بالاسے بام سفید بادستے کے شامیہ نے سگ نیچے سفید ابر کے ٹکڑے میں مانند ماہ دو ہفتہ کے رونق افروز تھا سب سامانِ شبنم موجود تھا مگر بے یارچین دل سے سفید و بختا نظر آمد ملکہ حسن افرور تھا ملکہ کی بازیب کی آواز سننے ہی بتیا سب ہو کر راستہ جمال کے واسطے دروازہ تک آیا ملکہ کو دیکھتے ہی پہلے سات مار تھمقا ہر اس دست پاؤں تک بلائیں لین پھر ہاتھ پکڑ کے مسند پر بٹھایا آپ جو یار بیٹھ گئے ملکہ نے کہا صاحب میرا آپ سے ایک سوال ہے طبیعت کو سخت ملال ہے پہلے اوس سوال کا جواب دیجیے تو یہ میری برابری اور میری کاہ عوی کیجیے۔



یہ سنتے ہی آرام دل وہاں سے اٹھ کر مقابل آ بیٹھا یار تنمگار کو پر غضب دیکھ کر جینے سے سردست ہاتھ اٹھنا بیٹھا اور دست بستہ عرض کرے لگا کہ جو ارشاد ہو غلام اس کا جواب دے خاکسار ایک ہفتہ غیر حاضر رہا ہے فرمائیے تو ایک ایک روز بلکہ ایک ایک ساعت کا حساب دے ملکہ نے کہا دیکھا چور کی ڈاڑھی میں تنکا صاحب مجھے تمام عمر کے حساب و کتاب سے کیا مطلب

تھا کیوں ہوئے ہوا اسکا کیا سبب میں تو ایک بات پوچھتی ہوں کہ آپ اتنے دنوں کہاں غائب ہو گئے
 آپ تو حاضر جواب ہیں کچھ گفتگو کیجئے اسکا جواب دیجئے آرام دل لئے کہا میں شکار کو گیا تھا
 صید گاہ میں جو یہو بخیا ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا وہ بہت دیر تک گھبراہٹ میں رہا
 دل دل میں پھنس گیا تھا کہ پڑا میرا یہ شکار میں میں دھنس گیا تھا خدا نے مجھے وہاں سے
 نکالا ملک نے شہزادے کی یہ گفتگو سنے کے ترشہا سے کہا ہرن بہت اچھا لگا خبر لو دیکھو تو انکے دشمن بہت
 کیوں ہیں یہ کیا ضبط ہے کہتے کچھ ہیں نہ سے نکلتا کچھ بہت بھلا خور تو کر وانکے کلام میں کہیں
 بھی ربط ہے پھر شہزادے سے فرمایا کیوں جی آج کیا شراب پی ہے جو ایسی بھلی بھلی باتیں کرتے
 ہو کیوں کہو تو کیا جی ہے شہزادے نے کہا میں تو زین پی لکر سلیم تھا ہے کہ تمہیں آج کچھ
 نشانہ چڑھا ہی جو ہر بات میں اوکھتی ہوئے جو بات غرض کی اوسے نہ کس قدر طول دیا ہے
 کچھ نہیں سمجھتی ہو میں تو عرض کرتا ہوں کہ شکار کیلئے کیا ہوتا قسمت میں مصیبت لکھی تھی اوسے
 جھیلنے گیا تھا ملک نے کہا اچھا جو آپ نے عرض کیا۔ چھ اوسے عرض کیا اگر اب تم سچے ہو تو حلف اوٹھاؤ
 ہمارے سر کی قسم کھاؤ ب نہیں یقین آئے دل کا شک نہ ہو نہ غلط جمع ہو شبہ جاے جب ملک نے قسم
 کے واسطے فرمایا تو آرام دل بہت گہرا چور کے پانوں کہاں حسدائی ہنسی سننے لگا چل
 ہوا خنجر ناز واد کا بسمل ہوا یہ حال دیکھا قمر المشا تو کہہ دی گئی مدعا کی طرف نہ ادا لکھی بار ملک
 حسن افرور فوراً پاگئی ہاتھ پکڑ کے کہنے لگی تمہیں میری جان کی قسم سچ بتاؤ کہاں کے سرے تھے
 تم خاطر جمع رکھو ہم کچھ نہ کہیں گے سچ کدو جان گئے تھے جب ملک نے ایسی شدید قسم دی تو شہزادے
 کو بخیر ہستی کچھ بن نہ آئی نا چا تمام احوال اپنا ملک داراب میں حانا شہزادہ سیہ خام سے لٹانا اور
 باپ کا کھیت پڑنا اوسے شکست فاش دیکر بھگانا سب بیان کیا اور کہا کہ تم تو بہت جلد آئے
 آپ کا دل کیوں رنجور ہوا یہ جو کیسے کہ بے اجازت ہمارے کیوں گئے تو بان البتہ یہ تصور ہوا
 ملک حسن افرور یہ سنکر بڑے غضب میں آئی بید کی طرح کانپی تھرائی مگر غصہ کو ضبط کر کے کہنے
 لگی کہ صاحب خوب کیا بہت اچھا کیا تم اوسے داماد تھے بنانا تھے تو کون جاتا اس وقت میں جا
 عین مناسب تھا اور رنج و الم کو جو کہو تو اس میں رنج کیا ہے یہ تمہاری غلط فہمی ہے اور ہمارا لگا
 الم کرنا عبث ہو کہونکہ کسی پر کسی کا زور چل سکتا ہے ہمارا تو پہلے ہی سے یہ ارادہ ہے کہ آپ سے
 ترک ملاقات کریں گے ہزار منتیں کیجئے گا مگر گزشتہ بات کریں گے اور یہ جو کوئی کہے کہ دل کیونکہ بایکا
 اوس سے کہا کہو گی میرے صدر سے کیونکہ سوگی قوم اوسے بہلا لیں گے اوس سے سمجھ لیں گے

اوستہ سمجھ لین گے زندہ چھینک دینگے اوستہ ہم چیر کے پہلے اپنا ہاتھ یہ قابو نہیں دل پر تو ہو قابو اپنا
 آرام دل کو کہا دیکھو زبان پنجاب و بیودہ کا کہ زبان سے نکلا اوستہ بھی اسے شاہد اسباب نے فتح کیا
 کیا کیا جو اسکو گالیاں دیتی ہو اوستہ فرشتے کیا کہتے ہونگے ناحق گناہ اپنے فرستے تھی ہوا و ملاقات
 کے باب میں کیا کیا فرما پھر کتنا تھیں سیری جان کی قسم خاموش نہ رہنا ملکہ نے کہا بان بان میں ہر
 کشتی ہوں آپ میرا کیا کیجیے گا میں کیا بغیر کے رہتی ہوں اور میں تو یہ حیران ہوں کہ آپ ع
 اس قدر کیوں خوشی سے پھولے ہیں پھر دفعہ جو دباتے ہیں کمر فور سمجھ کر دھمکاتے ہیں تو کس
 گھوڑے پر چھوٹے ہیں بلایت یوں جو کرتے ہو بلا دعویٰ آپ کا کہیے مجھے کیا دعویٰ ہے پ
 اور کیوں جی ہنستے گالی دی جو تم اتنا لگتے ہو صند پر کا کچھ بچا جو شیر کی طرح غرا کر لڑتے ہو
 خدا کے لیے قمرالمنہا جلو میں یہاں ہرگز نہ ٹھہرونگی اس کے تو سر پانچ جن سوار رہتے ہو اسے لڑتے
 میں بات بات میں لگاتے ہیں خدا جاتے کیا اسرار ہے یہ لکرا اوٹھتی اور شہزادے کو دو چار سخت
 دست سنا کر گریز نہ بنا کر چلی آرام دل ہاتھ جوڑ کر قدموں پر گر پڑا روئے اگلا ملکہ نے کہا بچا
 رور کے ڈراتے ہو اشارہ اللہ گڑھے کو بناتے ہو میں ہوں صاحب اب دل کی صفائی بخیر ہے اکیت
 گلستان وصال میں شادان رہے اب دیکھئے بوستان فراق میں عجب سیر ہے غرض ویر تک یہی
 کیفیت رہی یہ روٹھی رہی اودھر غشی کی حالت رہی آخر عاشق کو کہاں تک صبر ہو پاس سخن سے دل
 جبر ہو ملکہ نے پاس آکر عاشق جانا باز کا سر اوٹھا کر اسے اپنے زانو پر رکھا ماسکے پر ہاتھ رکھ کر کامل رخ پرستے گلاں
 لگی زلف مغبر سوٹکھائے لگی کف دست مندی جو پیشانی مریض عشق پر کئی مندل کا کام کر گئی ہاتھ
 لگاتے ہی رورور ہو دل باوہ انبساط سے مسرور ہوا شہزادے کو ہوش آیا گھبرا کر اوٹھ بیٹھا
 مگر خیالت سے سر جھکالیا ملکہ نے فرمایا نسیم لکھنوی کیا کہتی ہو نہیں اودھر تو دیکھو پھر سیری طرف
 اک نظر تو دیکھو ہے یا یہ نہیں خطا تمھاری پڑ فرمائیے کیا سزا تمھاری پڑ آرام دل نے
 کی عرض رضا ہے جو خوشی ہو پڑ عاشق کی سزا جو پوچھتی ہو پڑ شکیں زلفوں سے شکیں کسواؤ پڑ
 کالے ناگوں سے مجھ کو ڈسواؤ پڑ تلوار سے قتل ہو جو منظور پڑ ابرو کے اشارے سے کرو چور پڑ
 زندان میں جو زندہ بھیجنا ہو پڑ اپنے دل تنگ میں جگہ دو پڑ الغرض پھر باہم دوسرا غرافت چلے لگا
 وصال طالب و مطلوب سے فلک سفلی جلنے لگا رات بھر جبین رہا صبح ہوتے ہی ملکہ روانہ ہوئی
 رات کی کیفیت سب قصہ ہوئی فنا نہ ہوئی شہزادہ شاہ کی ملازمت کے واسطے گیا بادشاہ نے
 آرام دل کو دیکھا کمال سرور ہوا شہزادہ قدسوس ہوا بادشاہ نے سینہ سے لگا لگا اور فرمایا کیا

گئے تھے آرام دل نے عرض کیا کہ ندوی بعد عرصہ کے شکار لھیلنے گیا تھا صید گاہ میں جو طبیعت لگ گئی چند روز تک شکار کھیلتا رہا آخر مفارقت قدم مہینت لزوم سے جی پیچین ہوا گھبراہٹ میں کوچ کیا کل اس شہر میں داخل ہوا آج حضور میں حاضر آیا عرض آرام دل نے اپنی چرب بانی سے کچھ جھوٹے کچھ سچ ملا کر شاہ کی تسکین کر دی پھر دیر تک بار بار لنگو مارا در تقریر کھلا ساجب دربار برخواست ہوا شہزادہ موتی محل میں تشریف لایا مدام باد و انبساط سے محمود بامید شادی اور وصال شہزادی سرور سے لگا

غائب ہو جانا ملکہ حسن افروز کا اور گرفتار ہونا دام کرنا س دیو شمر کا
مین اور روانہ ہونا آرام دل کا تلاش جہان مین اوس حالت مضطرب

ندے سا قیام مجھ کو جام شراب پس اب پھینکے سے یہ گزک اور کباب پختہ سے مے اب تو بالکل بنین پڑا بھی مجھے خواہش مل بنین پڑ فلک سفید پرور ستارے لگا پڑا میرا مجھے چھوڑ پڑ لگا پڑ عجب طرح کا ماجرا ہے سخن پڑ کیا عاجز اسے بقول حسن پڑ یہ دو دل کو کیا بھٹاتا نہیں پڑ کیسا اسے وصل بھٹاتا نہیں پڑ مصائب نگار ان جگہ افکار و جگر افکار ان مصائب نگار لکھتے ہیں کہ ایک شب وہ غیرت ماہ یعنی ملکہ حسن افروز دنیاہ اپنی محرم راز قمر النساء کے ہمراہ شہزادہ آرام دل بدر کمال کے پاس تشریف لائی چاندنی رات کی کیفیت تھی دو تین روز کے بعد ملاقات کہوئی تھی وہ صحبت غنیمت تھی کچھ جی میں جو آیا ملکہ نے شہزادے سے فہما برآمد اس کی رات جو توبہ کے مقابل ہو جائے چاندنی میں ہو و حلوانے کے قابل ہو جائے پناہ گسان سنبھال الطیب کے تخت سے جو خوشبو آئی شہزادے کے مشام کو معطر کیا آرام دل نے کیا خوب جواب دیا خبر مر حوم بو تری زلف کی گراؤس سے مقابل ہو جائے پڑ مشک مادر خطا کہنے کے قابل ہو جائے پڑ پھر ملکہ نے کہا جی چاہتا ہے اس وقت کو ٹھہرے سے نظارہ شہر کرین شہزادہ نے کہا بسم اللہ صلح ماہمہ آنت کان صلاح شہاست پڑ الغرض ملکہ مع شہزادہ و قمر النساء اور چند خواصوں کو ہمراہ لیکر بالائے بام آئی چاندنی کی کیفیت دیکھ کر کمال سرور ہوئی اور فرط سرور سے شہزادے کی طرف مخاطب ہو کر یہ اشار زبان پر لائی لا اورے دیکھنے نکلا جو تو خورشید منظر چاندنی پڑ دھوپ سے بھی ہے چمک میں آج بہتر چاندنی پڑ کیسا گرے فروغ

آفتاب حسن یارچہ دھوپ سونیکا ورق چاندنی کا پتر چاندنی پھر ملکہ شہزادے کا ہاتھ کپڑے کے
زیر شامیانہ زرتاب مسند زرین پر جا بیٹھی باغ حیات بخش اور سز کی سیر کے دلشاد ہوئی ذہن جو
لڑا تو یہ غزل بر محل طبع زاد ہوئی مصنف

جسے اسے جان سمجھے گلشن مین شہلے دیکھا
نالہاے سحری دھوم تو کرتے ہو وولے
کبک پامال حرام بت طلتا زہوا
دل کا احوال کون کیا کہتے وقت سے
یہی کہتا ہے نہ چھوڑوں گا مین ہرگز دامن
پیش شمع رخ جانان دل پر عنبر اپنا
شہزادے بھی ایک غزل بے بدل جیتے ہی
آگیا جو ترے کوچے مین نہ ٹلتے دیکھا
مطلب عاشق صادق پہ سمجھے اموشہ حسن
میرے قابو مین کسی روز نہ آیا تو یار
تو نے پھیری نظر اپنی تو پھرا اوس سے جہان
اب تو عشاق کی جانبازی کا لاول یقین
آج برائی تمنا سے سخن مدت مین

اوس کو پر یون کے نہ جھڑت مین رہتے دیکھا
اپنا مطلب نہ کبھی تم سے نکلتے دیکھا
ناز و انداز سے شاید اوس سے چلتے دیکھا
کبھی پانی اوس دیکھا کبھی جلتے دیکھا
طفل اشک آج اسی ضد پہ مچلتے دیکھا
کبھی گھٹے کبھی جلتے کبھی ڈھلتے دیکھا
اور ملکہ سے مخاطب ہو کر پڑھی مصنف
دم سچا کا ترے در پہ نکلتے دیکھا
مکڑے سیکڑوں انداز بدلتے دیکھا
اپنا بس تجھ پہ کسی آن نہ ملتے دیکھا
جو گرا آنکھوں سے تیری نہ سنبھلتے دیکھا
تو نے پروا نہ کی کون سے جلتے دیکھا
تسکواسے جان جو کوٹھے پہ شہلے دیکھا

غرض اسی طرح باعیش و طرب زلف لیلیا
شب تا کمر گئی لیکن نصف شب گز گئی خیار بادہ نشاط کا اوتار ہوا فلک ستمگار درپے آزار ہوا
اتفاقاً اوس وقت ایک طرف سے بالابالا کسی دیو کا گزرتا ہوا ظہور شہیدہ فلک کینہ ور ہوا اوتار
ایک پری نازنین قمر طلعت زہرہ حسین دیکھی قدرت خدا سے رب العالمین دیکھی دیکھتے ہی خیر خواہ
کا گھٹا نکل ہوا عاشق ہو گیا بسمل ہوا شہزادے کو پہلو مین بیٹھا دیکھا جل گیا بے خود ہوا اپنے
جانبے سے باہر نکل گیا غصے سے شہزادے پر جھپٹا اور خنجر آبدار کمر سے کھینچ کر مارا مگر بہر گشت
انگشتی طلائی آرام دل محفوظ رہا خنجر جو کارگر نہ ہوا تو وہ ملعون بڑے زور سے لکارا ملکہ وہ
آواز ہولناک سنکر لرز گئی خوف سے شہزادے کے پیچھے ہو بیٹھی ہوش و حواس کھو بیٹھی پ
آرام دل بھی ایک آواز ہولناک سنکر اور بظاہر کیونکہ کچھ پریشان ہوا بہت ہراسان
ہوا جب اوس مردود کا شہزادے پر کسی طرح بس نہ چلا تو غصے سے لال ہو گیا بہت جھلا

جھلا کر ملکہ کو معلق اور ٹھالیا اور کندھے پر چٹا شور و غل کرتا ہوا ہوا آرام دل ملکہ سن فرو
 کو دفعتاً غائب دیکھا گھبرا گیا جو اس ہو گیا قمر النساء سے بیکہ کہہ چپ ہو گیا اوستے تو سکتا ہوا
 خواہیسن بیٹھے لگین محض میں کو رام ہو غرق دریا سے الم تمام تمام ہوا مان یہ حال نہ بخش ہوئی
 ہوش و حواس بجا نہ رہا میر حسن کی لکیر کیڑوہ تو بس رو گئی ہوا کلی کی طرح سے کس لکھی ہوا
 بادشاہ کو جو یہ خبر وشت اثر ہوئی پیچہ غم سے متاں ہو گیا لکیر پر صد پہون بخش کھا کر زمین پر گر پڑے
 آرام دل کہ روتے روتے بہش ہو گیا تھا ہوش میں جو آیا تو بصد حسرت و یاس یہ اشعار
 زبان پر لایا جرات کچھ ایسا کر گیا سیہوش جانا کہ جو جانان کا نہ تھی کو ہوش ہے دل کا نہ دل کو
 ہوش ہے جان کا نہ دل نہ جی کو دل کی خبر ہے نہ دل کو جی کی خبر نہ ترے بغیر کیو نہیں کیسی خبر ہے
 یہ کہہ کر بیان چاک کیا رعنائی اور زیبائی کا طعنے پاک کیا نہ پاسے تنگ ہوا بے یار و بیانش کے
 نام سے تنگ ہوا میر ہاتھ جانے لگا گریبان تک نہ چاک کے پانوں پہنچا دامن تک نہ لیسیم
 لکھنوی کھینچو گدڑی بے غور و خواب نہ زائل ہوئی اوسکی طاقت و تاب نہ صورت میں خیال
 رکھیا وہ نہ ہیئت میں مثال رکھیا وہ نہ آنے لگے بیٹھے بیٹھے چکر نہ فانوس خیال بگیا گھبرا جا
 سے وہ زندگی کے تھا تنگ نہ کپڑوں کے عوض بدلتا تھا رنگ نہ فلک کج رفتار کی شکاری پر
 ہنسا دیس بدیس پھرنے کے لیے فقیرانہ بیس کیا کھیس کا تہ بند باندھا اوپر لنگوٹ کا سبز فو
 کی گدڑی کندھے پر دست کی طلب لدا زمین کمر ہمت چست کی کا سہ سر ہاتھ میں لیا صفت اور اتوفا
 کو عصا سے پیری سمجھا حضرت عشق کو یاد دی اور رہنما کیا محبوب سے لو لگائی مجذوب ہو کر دلشاد ہوا
 راہ عشق میں سالک ہوا غم دنیا سے آزاد ہوا اور دلدار کی خاک بہن میں ملی آتش عشق کی جلی ہوئی



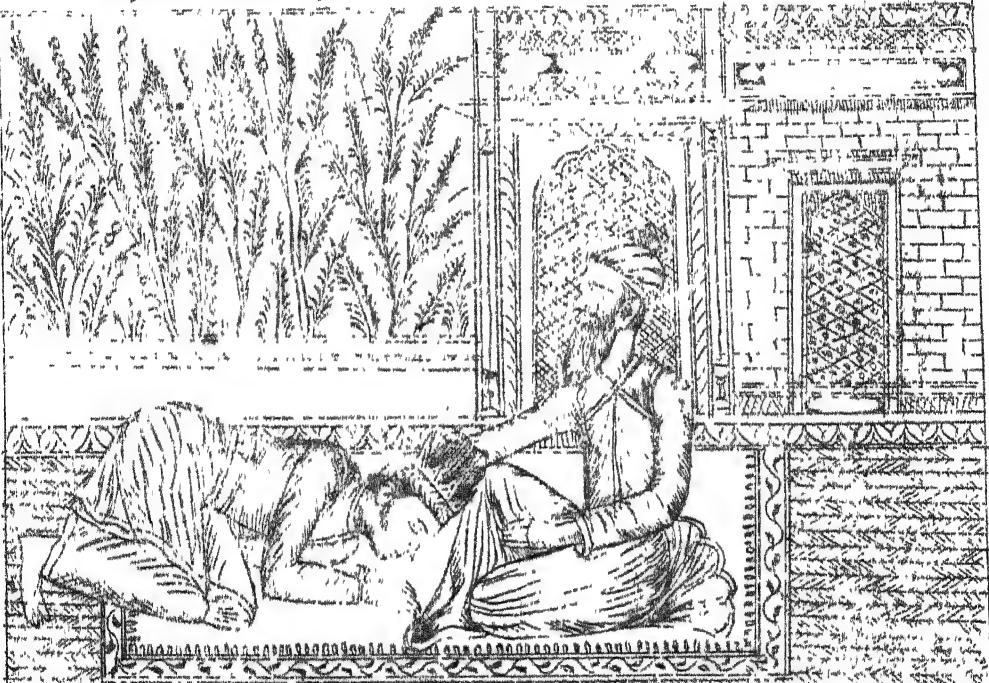
اوٹھا سا قیام مینا سے زرد پٹ پٹا دے وہ سے جبین ہو دور رو پٹ پٹا دے اگر ایسی ہے
 کہیں پٹ وگرنہ کچھ اسکی بھی خواہش نہیں پٹ محبت میں خون جگر پٹے ہیں پٹ گزک سخت دل کھانے
 ہم جیتے ہیں پٹ قلم بریدہ سر و فلک چاک جگر احوال ملکہ حسن افروز سراپا لدا زمہ تن سوز کا یو
 تحریر کرتا ہے کہ جب ملکہ جگر افکار کو وہ دیو ستار شہزادے کے پہلو سے جدا کر اور اس گلبدن
 کو بھول کی طرح اوٹھا کر لچھا ملکہ نے ایسی صورت مخوس تو کبھی دیکھی نہ تھی سبک گاہ بیہوش ہوئی
 سر و پا کی مطلق خبر نہ ہی شراب غفلت سے بیہوش ہو گئی نسیم لکھنوی حیرت چھانی تو کھوئی
 وہ پٹ غفلت آئی تو سو گئی وہ پٹ کراس شناس نے ملکہ بے آس کر اپا پاس یچین اور او پاس
 کو کوہ البرز لچا کر دالان مین لٹا دیا اور آپ پاس بیٹھ کر ملکہ سے باتیں کر سنے لگا وہ گدا بیہوشی
 اور ہوشیار ہی کیا جانے بقول شخصے عچہ داند بوزنہ لذات ادراک پٹ ملکہ نے جو کچھ جواب نہ دیا
 تو پٹ تھک کر کے اوٹھایا بٹھایا جب آنکھ نہ کھولی تو پھر لٹایا اور سوچا کہ یہ تازہ گرفتار ہے اپنے
 مان باپ کی مفارقت سے بے قرار ہے ابھی نہ ستانا چاہیے پھر ملکہ کو تنہا چھوڑا آپ حسب معمول
 سیر و شکار گوروانہ ہوا یہاں بلبل نر کا گل سے چھوٹ کر گلستان سرسبز خارہ صد آزار میں شجر المیرا ہوا
 ہوا ملکہ کو جو ہوش آیا آپ کو کچھ مزار میں پایا سوزش درونی سے کلیجہ طنے لگا گویا بٹ سے دم چلا گیا
 ابر غم کشت زار عیش و نشاط پر گھر آیا دل نے برق کی ٹرپ دیکھائی رعد کی طرح شور مچایا خوف مایہ
 دل کھول کے روئسکی نالہا سے دل نالان گلے مین پھنس گئے گرفتار نچہ دیو کراس ہوئی دلبر کے
 وصال سے یاس ہوئی دیواروں سے سر کر اپا مایہ بے آب کی طرح تڑپی بے قرار ہوئی عندلیب مع
 قفس تن مین پھرنے لگی خوف سے چھاتی دھڑکنے لگی اپنے گلبدن رشک میحاسے جدا ہو کر ہوا بیہوش
 وقت صد آزار ہوئی اپنی بیکی اور بربادی پر زار زار روئے لگی زندگی سے ہاتھ اوٹھایا ٹرپ
 ٹرپ کے جان کھولنے لگی کبھی گھبرا کر اوٹھی ٹھوکر جو لگی منہ کی کھائی کبھی کلیجے پر ہاتھ رکھ کر بھرا
 ایسے اشعار زبان پر لائی حضرت اسد اللہ خان غالب یہ نہ تھی ہمارے قسمت کہ وصا
 یا رہوتا اگر اور جیتے رہتے ہی انتظار رہوتا کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرنم کش کو پٹ
 یہ خلش کہاں سے ہوئی جو جگہ کے پار ہوتا رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ ٹھنٹا جسے غم سمجھ
 سے ہیں یہ اگر شر رہوتا کمون کس سے مین کہ کیا ہے شب غم بری ملا ہے پٹ مجھے کیا راتھا کرنا
 اگر ایک بار رہوتا ہوے مر کے ہم جو رہا ہوے کیون نہ غرق دریا پٹ نہ کبھی جنازہ اوٹھتا نہ کہیں
 مزار ہوتا کبھی رائے آراہو دل راحت حاد کو ما دکھا دو سکا ورا ورا اور سرگدانا کھانہ کے

سر پر خاک ڈالی آپ کو برباد کیا کبھی اپنی تمنائی اور یکسی سے ہر اسان ہوئی گھبرائی کبھی اشکبار ہو کر
 فراق یار میں بقیہ رہ کر یہ نزل ارشاد فرمائی نواب سید محمد خان زندیان نالہ سرود آہ
 میں اپنے اثر نیند میں او بیخیر تجھے بھی ہماری خبر نہیں بد حیرت کا ہی مقام تعجب کی جاسے ہو بد اس
 دہر میں کسیک کیسی خبر نہیں بد ایام التیام پذیر ی کے جا چکے بد ناسور اب تو ہو گیا داغ جگر نہیں بد
 پہونچا ہے اوسکو کن خبر میری حال کی بد ہم نہیں شفیق نہیں ماسہ نہیں دستہ عارفانہ مجال ہی پارلو
 کیونکر کہوں کہ حال کی میرے خبر نہیں بد کبھی درد جدائی ہی مقید رہتی پکستی اور زار زار روتی رہے کمان
 سولامین اب دسکو چو کھنار کرین بد تکی کیا تری وجہان پتھر کرین بد الی کیا کردن کسان آن پڑی اس موذی کے
 ہاتھ سو کیونکر نجات پاؤنگی خدایا کس مصیبت میں جان پڑی ملک چھوٹا مان باپے جدائی ہوئی فراق محبوبیہ
 نامرغوب دم نکلا جاتا ہو دیو کی صورت دیکھ کے خوف آتا ہو ملعون کے پھندے میں گرفتار میں موت بھی نہیں آتی جان
 سے بیزار میں افسوس کیا تھا اور کیا ہو گیا کیوں پروردگار یہ کیا شان کبر پائی ہوئی میر حسن
 فلک نے تو اتنا ہنسایا تھا کہ جسکے عوض یوں رولانے لگا بد آہ مجھ سا بھی نصیب کوئی
 بغیر نہوگا اور جیسا میرا دل ہے ویسا بھی کیسا جگر نہوگا حضرت غالب میری قسمت میں غم
 گراتا تھا بد دل بھی یارب کئی دیے ہوتے بد غرض اسی طرح روتے روتے جان سے بیزار ہو
 تپ غم نے آدیا پار شک میجا کے الم میں بیمار ہوئی اس عرصے میں وہ سفاک ناپاک آیا ملکہ نے
 بغور جو دیکھا پھر عشق آیا وہ بد ذات ابلیس صفات ملکہ کے قریب آیا اور زبردستی ہوش میں لایا
 ملکہ جو ہوشیار ہوئی حضرت غزالی کو بالین پر موجو دیا یا راضی بر جانا سے پروردگار ہوئی دل میں سوچا
 کہ ہماری تقدیر میں یہی لکھا تھا یہی ہونا تھا مدام سنج و آلام میں رہتا تھا تمام عمر رونا تھا خیر شکر ہے لیکن
 اب وہ تدبیر کرو کہ اس موذی کے ہاتھ سے جان بھی نیچے اور آبرو بھی رہے یہ سچ سمجھ کر دیو سے کہنے
 لگی کہ تم ہمیں تنہا چھوڑ صبح سے کمان گئے تھے اور جو ہمیں کوئی اور لیجاتا تو تم کیا کرتے آخر یہی ہوتا
 کہ میرے فراق میں اور اوسکے آتش رشک میں جل مرتے دیو مرغی کا یہ بیٹھی بیٹھی باتیں سننا شہد
 کی چھری سے ذبوح ہوا بسل ہوا خنجر عشق کا گھائل ہوا بولا کسی کا کیا مقدور جو ملک بھر نظر دیکھے اگر
 دیکھے تو اوسی دم قلم اپنا سر دیکھے اس بات سے تم اطمینان رکھو طبیعت اپنی نہ پریشان رکھو
 بغیر وصال اب حال غیر ہے شراب عشق سے مغموم ہیں شیشہ دل چور تھا کہ بغیر ملکہ حسن
 نے کہا پانچ چار روز سے ہم بیمار ہیں اس سبب سے ناچار میں ایک مہینا تو قف کروا لے کیوں کبھی
 ہو تمہیں کیا خیال ہے ہم تو تمہارے پاس موجود ہیں پھر وصال کیا امر محال ہے اور ہم تو مدت سے

تھارے عاشق زار تھے جذباتی سے بیقرار تھے دیو عشق کا نام سنکر اور بھی شاد ہوا کہنے لگا کرا چھا
 ہم تاحصت آپ سے نہ بولینگے یہ سنا اور الگ مکان میں جا کر گور ہوا یہاں پھر وہی گریہ و زاری
 ٹرپ اور بیقرار سی پھر وہی نالوں کا شور ہوا تمام رات اسی طرح بسر ہوئی خدا خدا کر کے سترہ فی وینو
 صبح اٹھتے ہی روانہ ہوا غم و الم نے ملکہ کو پھر آڑ سے ہاتھوں یا مرغ سحر نے اذان دی صبح کی طبع
 آواز لگانی صبح کیا ہوئی گویا قیامت آئی داغ جنوں کا حساب ہونے لگا دفتر بیت دن کہلنے
 لگے نامہ اعمال دل بیکار اور چشم اشکبار نیز ان امتحان میں تلنے لگے عشق کے گنگار بندہ دن پر
 عذاب ہونے لگا قصہ کبھی کبھی دیونا بھارتا دو ایک ساعت ملکہ کے پاس بٹھرتا پھر چپلا جاتا
 ملکہ حسن افروز رو رو کے دن بسر کرتی رات کو تارے گن گن کر سحر کی آرام دل کے آئے
 کی مدام منتظر رہتی فراق کے صدمے سہتی اوسکے انتظار میں ہمہ وقت دروازے کو کھتی جب راہ
 دیکھتے دیکھتے دم گھرجاتا جوش جنوں سے کلیجہ ٹٹنے کو آتا دیوانوں کی طرح کبھی اسی طرح چند روز گذرے
 مہینا قریب الاختتام ہوا اس عرصے میں کسی مرتے جیتے نے خبر نہ لی ملکہ کو ٹرا بصد مدہ ہوا آلام ہوا
 شب و روز بدرگاہ ثیب الدعوات اپنے غمخ آبرو کی التجا کرتی اپنی بیکی اور بے نصیبی پر زار زار دہی
 لیل و نہار آہ و بکا کرتی ذوق گر شرح جنوں کیجے رقم اور زیادہ ہو چاک ابھی جیب قلم اور نیا
 معلوم ہونا احوال دستبرد می کرنا س فریو بد نظر کا اور فوج کشی کرنا پر ملکہ حسن افروز
 حور منظر کا پھر آوارگی آرام دل مصیبت دہ روزگار ملاقات پیر و خجستہ خصل
 پھر بعینہ جامع التفریقین توجہ باطنی درویش کامل ملاقات ملکہ حسن افروز حور شامل
 پھر دیو کی لڑائی اوسکو جہنم میں پہونچانا اور ملکہ حسن افروز کو فارس میں لانا
 پلاساقیا سا غم زدہ کہ وقت سے ہے حال ابتر مرا پھینسا پنجہ دیو غم میں ہر دل شب و روز
 رہتا ہوں میں مضمل مدد کر میری سا غم عیش سے رہائی ہوتا دام غم سے مجھے نہ کیونکر بول شاد
 احمد با سرور کہ ہے بعد محنت کے راحت ضرور پتیا حان ملک معانی ورہ نور دان صحراے خوشنمایی
 احوال آوارگان دشت ادبار دی نافریدہ شاہد عا اور ستر رسیدگان روزگار کیوں لگتے ہیں
 کہ جب ملکہ حسن افروز حور شامل اور شہزادہ آرام دل دونوں غائب ہوئے شاہ فارس
 کو رنج ہوئے غم ہوئے انکے غائب ہونے میں عقلاً ذہن لڑا تے تھے مگر مدعا کی طرف اصلاً

تکرمین دار التور کا عالم بڑا دل کیا ہر ہر استخوان ہیزم کی طرح بننے لگا آہ کے چہرہ چیتاب کھا کھا کے
وضو ان نکلنے لگا دانت کراڑ بننے لگے لب یا قوت سے بیام ہوئے عارض اندر کو ہنرنگہ برگ گل تر تھے
سہرے لکے گردے سے برگ سوسن ہوئے ہاتھ بانٹن ٹھٹھکے تھے اونٹلیاں ٹھٹھری جاتی تھیں جو شا
لفیل سے ہا سیر کھتی تھیں اس کو کھلا تے جاٹے میں تڑائے کی گرمی کا مڑا تھا لطفت تو تھا نے جان گنا
موتا اگرچہ قہر آگے بڑھتا تھا آبلہ پاکی صراحیان ریگ سیاہان کے شور سے میں جھلکتی تھیں جب مجھ فلک
میں آستاب نہا نکارہ روشن ہوا آرام دل کے جسیر کو گڑی پہنچی سردی کے گزند سے امن ہوا
قدم تو بوجی راگاری سے اوٹھایا لگنا توانی سے بڑھانہ گیا کیا اگر بقیار ہو کر یہ اشعار زبان پر لایا
ناصح صفت ہوا وہ طلب میں جیت ہانگیر نہ آتی ہیں رگما سے پا مھکبو نظر زنجبیر پاہ
لے چلے ہیں کوئے جانان سے یہ وحشت میں مجھے راوی پیخار پر موقوف ہے تفریر پاہ
گرتے ہی تاتہ انی سے غش آئے لگے لگے لالہ سے دل زار تاسنے لگے بے چین ہوا گھبرا یا بانوں جھپکے
دلدار میں جھٹک گئے وصال یار کی طرف سے یاس ہوئی رو رو کر یہ ارشاد فرمایا میر لفظی آہ سحر
سوزش دل کو مٹا دیا اس باد نے ہمیں ٹو دیا سا بجا دیا اس بوج خیز و ہرین مھکو قضا نے آہ
پانی کے بلبل کی طرح سے بٹھا دیا ہوئے کباب سوختہ آبی و ماغ میں شاید جگر کو آتش غم نے
جلا دیا اسی طرح تین شبانہ روز گذر گئے حضرت عشق اپنا کام کر گئے دن کی دھوپ رات کی آس
بیکسی اور ناتوانی پر صد ہزار افسوس ایسے ناتوان ہوئے کہ نہ سہلے میر سراوٹھاتے ہی ہوئے
پامال نہ سبڑ نو دسیدہ کے مانند آرام دل اپنی جان سے سیرا ہوا بے یار اس ذلت و خوار
کی زبیت سے شرمسار ہوا ارادہ کیا کہ اب کسلی کنوئیں میں آپ کو گراؤں دیدار یا ہر شریک نصیب کا
فلک ستم شعار در پے کین و جفا ہے موت بھی جفا ہے پھر اس جینے کو کیا کہتے ہیں بس آپ اپنے
ستین ہلاک کیجیے مر جائیے محمد ابراہیم فوق کیوں جی کے ہجر میں ہوئے شرمندہ یا سہ
اب مر رہے ہیں ادسکی لیشانیوں میں ہم کہ یہ سوچ کر جگر تھراؤٹھاسا سنے ایک چھپر اور کو ان نظر
دیکھا اوس جھوٹپی کے آگے اگل روشن ہے خیال کیا کہ شاید کسی زمیندار کا مسکن ہے غرض وہ
یوسف عہد چاہ سے گھبرا کر گرنے کی چاہ میں چاہ کی طرف چلا ب چاہ آتے ہی جو زمین چاہ میں گرنے
چاہا ایک آواز سنی کہ دیکھ کیا ستم کرتا ہے خدا کو بھول گیا کیوں بے موت مٹا ہے آرام دل نے
یہ سنکر جان دینے سے ہاتھ اوٹھایا اور اوس جھوٹپے کی طرف آیا دیکھا کہ منقو ط شیخ جی چپ
تخت نشین نے جی جی نے بق بق جنت بن بچین چین غضب نقش جبین فیض بخش غیب بین

شب نهم روزی فن ہشتی پشت بختی کشش زمین سپید و زریب بندیش حسدش بے بخش و نبی تیرہ
جن پیش عدیش چہ سودا سودین سماں و سالی بھودن اور پاکرون کے سب سفید بال ملا دندہ
قرآن مجید میں مصروف ترین تھا اسے انور سے یہ حجرہ تنگ و تاریک و روشن ہی نہ رہ سکتی تھی
گیر واپس بہت ہی بڑے سبکدوش سے آثار بظاہر نمایان تھیں کسی طرف سے نہ خجیہ و نہ خاطر میں ملوں
میں آرام دل ستا کمال ادب سلام کیا اور ولی اللہ نے منہ پھیر لیا پھر شہزادے سے
السلام علیہ کہا جب بھی جواب دیا شہزادہ فقیر کے غضب سے ڈرا اور قد و ن پر گڑا اور
رہبر کامل نے شہزادے کا سر پانوں پر ت اوٹھایا لگے لگایا پاں سے ٹھہرایا اور فرمایا کہ اسے فرزند

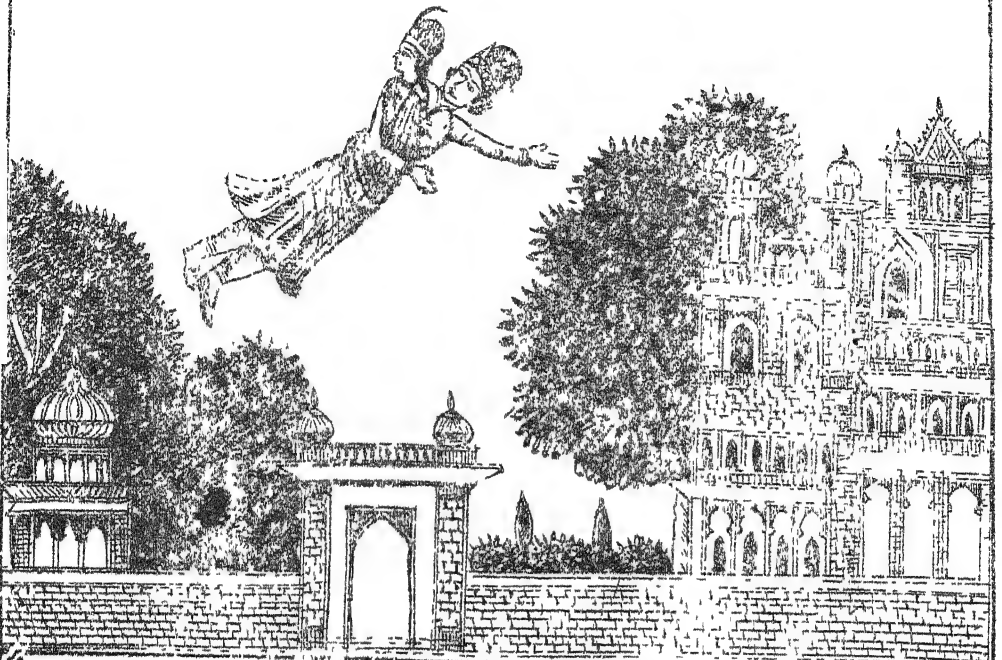


بس اتنی ہی تکلیف میں تھے کہ کیم کار ساز کو بھلا دیا مرے پر مستعد ہوے ذرا صبر و تحمل نیک
ان اللہ مع الصابرین کا بھی اعتقاد دل سے اوٹھا دیا خیر آج توقف کر انشاء اللہ تقاے
علی الصباح رخصت کرونگا یہ سنکے شہزادے کو گونہ تقویت ہوئی رنگ نہ عطرانی ارغوانی ہو گیا
بناش طبیعت ہوئی پیر روشن ضمیر پایا اظہار مطلب سے کچھ مطلب نہ رہا سرینا جھکا کر دوبار اقم
چو لے غلینوں کو آنکھوں سے لگایا دن تو یا د اللہ اور تلاوت کلام اللہ میں بسر ہوا شام ہوتے
ہی شاہ صاحب نے کھانے کے بدلے ایک چیز ایسی آرام دل کو کھلائی کہ کھاتے ہی
شہزادے کے سہم میں فوراً اصلی تاب و توانائی آئی صبح کو شہزادے نے اوس درویش کامل کو

شہد چاہی فقیر سنا کیا جی پہچان کی دیکر کہا کہ بنایہ چھری لہو اس کے خواص سن رکھو جس دشمن پر وہ
 کرو گے تیغ و پسیڑ کا کام کر لگی رزم گاہ میں عدد و کار کی تھا نام کر لگی بقید کی زنجیر میں چھوڑ دو گے
 زنجیر ٹوٹا پڑ لگی رہا وہ گرفتار ہو جائیگا جس جانور کے لشکر کا ارادہ کر دے کہ جب اس بھی کا اشارہ کر دے
 وہ باندہ بے شمع اور فرمانبردار ہو جائیگا کمر سے پیریت لوگے واقعتہ پر داز ہوگی جان چاہو جو اختیار
 ہے تو متا جاتی نہیں سب بے اختیار۔ کس سے مل سکی اگر یہ سب کا ہے دشمن کی گرفتاری کو حلقہ
 گندہ چمے مریض کے بدن میں بہ نظر شفا چھوڑ دو گے اکسیر کا کام کر لگی دوا سے دل درد مند ہے جس
 ششمن کی طرف تبدیل کل کا قہر کر کے اس چھری سے اشارہ کر دے اس کی صورت فی الفور بدل
 جائیگی جس اسب وہ کو دیکھا دور گے آئید دفع ہوگا بلا آئی ہوئی تل جانیگی مگر خبر دہرا سکو ہے پاس
 سے جدا نکرنا نہیں تو بہتہ بچھوڑو گے پھر ایسی چیز کہیں نہ پاؤ گے اب بسم اللہ کر کے اسے کمر میں باندھ
 اور ملکہ کے پاس جائیگا ارادہ کرو انشاء اللہ تعالیٰ کہ اس دیو پر مظفر اور منصور ہو گے ملکہ کے وصال سے
 کامیاب اور مسرور ہو گے شہزادہ یہ سب باتیں اپنے ذہن نشین کر کے درویش طریقت کیش کا قدبوس ہو
 اور بت سا شکر ادا کیا پھر شاہ صاحب نے اپنے دست مبارک سے وہ بھی شہزادے کی کہن
 باندھی شہزادے نے ملکہ کے پاس جائیگا ارادہ کیا دل تو او دھری رجوع تھا مگر اور بھی آمادہ کیا
 بجز و غم کوہ البرز پر جس مکان میں وہ دلدار و درازیا رہے یار و مددگار محبوبس تھی جا پہنچا دیو کو سپنا
 اجل آپہنچا آرام دل نے جو آنکھ اٹھائی نہیں لکھنومی دیکھا تو در قبول و اتھا ہبے تحلف
 و راز نے میں قدم رکھا ناگاہ ایک صدا سے دردناک بانالہ آہ جاگاہ کان میں آئی کہ ار غلام
 شہزادے فراق تو دور دے بھر ہو میں اب صبح قیامت آئی مگر افسوس تو نے خبر نہ لی ہماری جان
 پر کیا کیا آفت نہ آئی رند مدد پھر سے چھوٹوں مجھے راحت ہو جائے ۛ دم تلخاے کیوں جسند
 فراغت ہو جائے ۛ جو میرہ الفت میں شہادت ہو جائے ۛ فخر کوئین ہو عاشق کی سعادت ہو جا
 آرام دل نے آواز اپنی جانی کی پچانی گوش دل سے سنا دلبر کی سیکسی اور بے بسی پر رویا پھر شہر
 پڑھتا ہوا شوق دیدار میں چلانا رخ مروت کو جلاتی ہے تری نازکی آواز ۛ اعجاز کا اعجاز ہے آواز
 کی آواز ۛ اندر جا کر دیکھا کہ ملکہ دالان میں بیٹھی روزی ہے گلستان حسن میں خزان ہے سنبل سے
 زلف پریشان ہے عارض گلبرگ طمانچون کے داغ سے رشک سون ہے تار تار پیرہن ہے نہال
 قد بارغم سے سرنگون ہے صفت ہے درد ہے جنون ہے زگی چشم شبنم مار گریان ہے کسی کے
 انتظار میں وہ ہے کیونکر ان ہے چشم لکھنومی بال اس کے وبال سے ٹکے ہیں ۛ ناخن بھی ہلا

سو پھر چین آرام دل و ذکر ہم آغوش ہوا خوب جلا جلا رویا الیا رویا کہ یہوش ہوا لکھ حسن فرما
 پہ تو ایک فقیر رہنے کو بے تحلف اپنے پاس آئے دیکھ کر ڈری مگر پھر بغور ملاحظہ فرمایا اپنا آرام
 اپنا محبوب و اہل پایا دیکھتے تھے کہ کجا پھر کجا دل نے شامی دی وہیں دھڑکا پھر تو دونوں غافل
 و مستحق ہم آغوش ہو کر خوب روئے دفتر غم و المہد تھامے مدید کے دھوئے روئے روتے چھٹی
 بندہ گنی خوش کرنے لگے پھر دامنوں سے آنسو پونچھ کر باہم سمجھانے لگے مصافحہ عشق لے دو نو
 توجہ کر کے نہ پھر ملایا خدا کر کے چوب بیقراری سے تسکین ہوئی طمانیت اضطراب کی جگہ تھیں
 ہوئی ملکہ نے اپنی بیگی اور بے قراری دیو لعین کی زبردستی اور تمکاری پھر اپنا حفظ جان کرنا اور
 اپنی آبرو اس ظالم سے بچانا پھر اوسکا گاہ گاہ آگاہا جانا سب حقیقت کہ سنائی اور آنسو پونچھ کر
 لگی کہ دیکھو خداوند کریم کچھ گنہگار کی کب خیر لیتا ہے کس دن اس موزی بد ذات کے ہاتھ سے
 جان اور آبرو کے ساتھ نجات دیتا ہے یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک سیاڑ کالا راستے نظر آیا اور
 مانند باد تہ کے دھارن حافلک پر چھا گیا پھر رفتہ رفتہ زمین پر اتر آیا دیکھا تو وہی حضرت پلید تھا
 لکھ خوف کے لاری کو ٹھہری میں جلی گئی آرام دل باستقلال تمام وہی بانس کی چھڑی لیکر ہوشیار
 ہوا دیو کرناں نے آئے ہی چھبھلا کر شہزادے پر خنجر مارا گشتری سلیمانی سپر ہو گئی ذرا نہ کار کر ہوا پھر
 اوس موزی نے منتر پڑھ کر بھونکے انکا بھی کچھ نہ اثر ہوا جب دیو اپنا وار کر چکا شہزادے نے تیرا
 بدل کر لہر کئی ہاتھ زمین سے اچھٹ کر دیو کی گردن میں چچی ماری شیم لکھنوی غش کھڑکین پر گردلو
 موجود ہوئے ہزار ہا دیو بدلی کی طرح جواڑے دشمن بلاٹھی سے ہوا یہ برق خرمن موزی کا
 عصا تھا لٹھ جان کا ایک ہی لٹھی سے سکو ہانکا سمرہ کیا کوہ پیکرون کا بی جھوٹ گیا
 دلاورون کا غرض شاہزادے نے سکو بھگایا مار مار خوب بھکایا جب سب بھاگ گئے تو دیو کرناں
 کی لاش پرایا سرا و جسم اوسکا ایک جا کیا پھر خدا کا شکر ادا کیا مدعاے دل بر آیا ملکہ کے پاس آیا
 اور کہا ذرا ہر خلک دیکھو وہ دیو لعین اور مکار تھا رامحرم اسرار ہے ملکہ نے کہا کیا خوب میرے
 دشمنوں کا محرم اسرار ہوتا تھیں کچھ سودا تو نہیں ہوا ہے جو برو گالیاں دیتے ہو خدا جانے کب کا
 بد لالیتو وہ واہ واہ تم تو خوب اپنے دل کے پھپھوٹے پھوڑتے ہوئے نئے رشتے جوڑتے ہو شہزاد
 نے کہا صاحب خف کیوں ہوتی ہو دل تو در منزل ہنسی ہنسی میں کیوں رنجور ہوا ہنسنے تو فیض کی
 ایک بات کہی تھی اور اگر سچ پوچھو تو رست کہی تھی اچھا معاف کیجیے قصور ہوا ملکہ نے کہا دیکھو پھر
 وہی کہے جاتے ہو اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے ہو خدا کی قسم میں اپنا منہ پیٹ لوں گی مجھے رستا

ہزاروں گایان دروہی شہزادہ سے نہ وہی چچی اپنی کمر سے لپیٹ کر ملکہ کو آغوش میں ڈالیا



اور دل میں ملک فارس جانے کا ارادہ کیا ملکہ نے گو دین چل کر کہا کہ وائے ہاں سے نہ بولو ہمیں سنا
ہم کچھ کہہ بیٹھیں گے ہمارا زیادہ سنہ نہ کھلو او یہ فقرہ تمام بھی نہ ہونے پایا بتا دوہون موقی محل میں
داخل ہوئے آرام دل نے کہا صاحب بے درجہ طبع نازک پر لال سہ تھا یہ کیا موقع ہے کیا محل
ہے ذرا تھیں میرے سر کی قسم آنکھ کھول کر دیکھو تو یہ کسا باغ ہے کوئٹا محل ہے ملکہ حسن افروز
خفے میں بھری بیٹھی تھی کچھ نہ بولی مگر موقی محل اور باغ حیات بخشش کو دیکھ کر حیران ہوئی دل میں
کنو لگی کہا میں خواب دیکھ رہی ہوں جو اپنا باغ اور محل اور ہی نہ رہتی لال دیکھ رہی ہوں یہ تو اسی فکر میں غلطان پیا
رہی وہاں کسی خواجہ سرا نے یہ خبر سرت اثر بادشاہ کے حضور میں پہنچائی بادشاہ یہ خبر سننے
پر گھبرائے ہوئے موقی محل میں آئے شہزادہ قدیموس عہد بادشاہ نے سر اوٹھایا دست و
بازو چوئے پیشانی پر بوسہ دیا پھر ملکہ کو گلے لگایا خوب روئے شہزادہ یہ کیفیت دیکھ کر دیوان عام
میں تشریف لایا خاص محل میں جو یہ خبر معلوم ہوئی مبارک سلامت کی ہر طرف دھوم ہوئی یکجہت
نے ماتمی لباس اتارا خواصوں میں غوغا ہوا موقی محل میں جانے کے لیے شور و غل سے عجب
ہنگامہ ہوا کوئی گھبرا کر پیچھے اوشکار چلنے کو طیار ہوئی کوئی سوئے سوئے چونک پڑی شور و غل
سنکر بیدار ہوئی کوئی شے سر و پیٹے کا آئینہ انگلیا میں کھونکر چٹا کی طرح اوڑھی ہوئی آئی کوئی

بار کی بغل سے اٹھتی ہے قرہ ہو کر و طری اچھی طرح ازار بند بچا نہ بانڈھنے پانی کوئی نانا میا میں
 تنگے سر ہو کر سبے کرنے لگی کوئی کوٹھے پر سے اوترنے لگی کسی دسوز نے گھی کے چراغ جلائے کسی نے
 افتہیر منائے کسی نے پکارا ری چننا اوٹے جو کہا جی آئی تو برہم ہو کر اٹھا رکھ اوقطاما ادھر آ کسی نے
 بلک کر کہا کہ الہی تیرا شکر کہ تو نے چھوٹی بیگم کو ہنسے ملایا کوئی بولی اسے چلو بیگم صاحبہ کہتی ہوئی کہ
 ہم اتنے دنوں کے بعد آئے گو یا ہماری دوبارہ زندگی ہوئی مگر کوئی اب تک ہمارے دیکھنے کو
 بھی نہ آیا کوئی حبیب بٹ پانڈان کھوٹے لگی اور کہنے لگی کہ میری بیگم نے مدت سے گاوری نکھائی ہوئی
 ہے کسے کھلائی ہوئی میں تو ایک گاوری بنا کر لیتی ہوں غرض بیگم صاحبہ موتی محل میں تشریف
 لائیں قمر النساء اور ملکہ کی مانی اور خواصین سپہیان سب آئین مان اپنے نور بصر سخت جاگے گلے
 لگ کر خوب روئی ملکہ ایسی بیکار ہوئی وہ اشکبار ہوئی کہ روتے روتے غش آیا یہ حال دیکھ کر سب
 ایک سکتا ہو گیا عجیب ماجرا سے حیرت فرما گیا جب رونے دھونے سے افاقہ ہوا سب ملکہ کو خراج
 میں لائے جلدی جلدی حدتے اوترنے لگے شہزادی کے زندہ اور سلامت آنے کی تمام شہر
 میں خبر مشہور ہوئی بلکہ تمام قلم و دین دور دور ہوئی جب سے یہ حادثہ ہوا تھا بادشاہ نے دربار میں
 کیا تھا تمام شہر میں ماتم تھا ہر ایک کا عجیب عالم تھا اوس روز صبح ہوتے ہی بادشاہ نے تخت پر
 جلوں فرمایا شہزادے کو برابر بٹھایا سب امرا و وزرا چھوٹے بڑے شاد ہوئے تو پچانوٹ میں خوشی
 کی نہایت شعلیں وغینہ محبوں کے دروازے کھل گئے ہزاروں قیدی دائم العجبس رہا ہوئے
 لاکھوں بردے آزاد ہوئے خزانے میں توڑوں کے منہ کھول دیے جنہوں نے پیسا کبھی نہ دیکھا
 تھا کہ کیسا ہوتا ہے اونھیں روپے دگنتی دیے شہر میں ہر فردا شہر نے اپنے گھر میں جشن کیا
 ساری دولت باپ دادا کی جمع کی ہوئی ذرا سی خوشی میں لٹا دی خراجی نے شاہ کے حکم سے پیاس لکھ
 اشرفیان بات کی بات میں لٹا دین دو پہر تک عام دربار ہا ہر شخص آرام دل کو دیکھ کر اوس کے
 حسن خدا داد اور جوہر شجاعت پر جان و دل سے تشار ہا شاہ نے دوپہر جشن حبشی کر کے دربار
 برخاستہ اور وزیر اعظم کو ہتھام شادوی کا حکم دیا اب سنیے کہ وزیر جو بموجب حکم شاہ کو لائبر کے تہ پر
 تلاش ملکہ حسن افروز روانہ ہوا تھا اوس روز کی راہ چار روز میں طو کر کے اوس پہاڑ کے
 نیچے پہونچا ہر روز اوس مکان کے گرد پھرتا اندر جانیکی گھات لگانا لگے مین دروازے کا نشان
 نہ پایا لیسٹھ سو اوس برج میں تھا طلسم کا ڈر پش شد ہوا چار سمت پھر کرہ آخر دیوار توڑ کر اندر گیا
 دیکھا کہ دیو کا تن سر سے جدا ہے شہزادی کا میتا نہیں رومال ڈرا ہے وزیر نے ملکہ کا عرق چین

پہچانا اور سمجھا کہ شہزادہ آرام دل آیا اس ملعون کو جنم میں پہونچایا ملکہ کو لیکیا اس ناپاک کو دربار
 شہزادہ لیکیا پہونش کو ہاتھیوں پر بار کر کے بادشاہ کے دکھانے کے لیے لے آیا یہاں پہونچا اور
 شاہ اور شہزادہ جان پہنچا وہ سے مشرف ہوا دیو کی لاش جو آبی تمام شہر اٹھا چھوٹا بڑا دیکھنے چلا
 ہر خور و کلان پیر و جوان نے دیو پر نفرت کی شہزادے کی شجاعت اور دلیری پر تحسین کی غرض
 شہزادے کی تہنیت کا غلغلہ زماہی تا جاہ ہوا شور تھا کہ کیسا جوانمرد دانا و شہا ہوا

ترانہ منجی عند لیب جامہ در بیان شادی و کیفیت عروسی و دامادی

پیارا ساقیا ساغر پرست ہو کہ لکھنا ہر سامان دینی و دنیوی پلاوے می شادمانی کا جام اوٹھالے خراسا غلام نام
 بہت مدقون میں رہا چشمہ حال پندس آب دختر دست کر دے وہاں نہ منعم ماہ رو پاک کے مسرور ہو کر
 تری میں عنایت کا مشکور ہوں نہ کوئی بول اچھی سی لادے مجھے نہ اگر ہو بڑا ہی پلاوے مجھے نہ
 شب وصل برتر ہے از روز عید پلاوے پھر آب کیا ہے گفت و شنید یہ مشاطہ کلاک جو اہر سلیک
 عروس مدعا کو حجلہ بیان میں یون آرایش دیتی ہے کہ وزیر حسب احکم شاہ ثریا جاہ کار و بار شادی کاظم
 ہوا شہزادے کی طرف ہستم ہوا باغ حیات بخش میں آیا دار و غدہ باغ کو تیاری کا حکم سنایا باغ حیات
 میں آرایش ہوئی شادمان گلزار نے اپنا اپنا سنگار کیا اور سی زیبائش ہوئی درباغ پر نقار خانہ رکھا
 گیا شادی کی نوبت آئی نوبت بچے لگی ہوئی محل آراستہ ہوا کو کھٹی سجے لگی باغ میں از سر نو چمن بند
 ہوئی روش ٹیڑھی درست ہوئی باغبانوں نے اپنی اپنی کارگری دکھائی سانوں بھادوں میں تھپتا
 جارہی ہوا فصل بہار آئی زعفران کی کیا ریون پرستے نئے بنگلے بنے شادمان بوستان بخیزان
 میں ٹھن کر طیار ہوئے سوسن نے مسمی کی دھڑی جانی طوطی کے درخت نے ہاتھوں میں ہندی
 لگائی گل صدر پرگ نے چینی حیرا باندھا چیتیلی نے سفید پوشاک پہنی اس سادگی سے معشوق طحطا
 ہوئے معشوقوں کے کم بولنے کی ادا اختیار کی یہ بھی اپنی دہشت میں وضع ہوا ہوئے سنبھلے
 زلف سیان بنا کر ٹپے نماز واداسے کمر تک لٹکائی نرگس نے دنبالہ دار سر نہ لگا کر بلبل سے آنکھ
 ملائی شاد گل نے گلابی جوڑا پہنا کیوڑے کا عطر لگایا داؤدی نے زعفرانی جوڑا زیب بدن کیا
 سہاک کے عطر میں اپنا بدن بسایا انگو خوشی کے سرور میں مست ہوا لالہ نے انبساط کا ستوا لا منترا
 ارغوانی کا پیالا بدست ہونا فرمان کی اودی پوشاک دل میں کھینچنے لگی سبزہ نو دمیدہ کی دھانی
 رنگت آنکھوں میں کھینچنے لگا سر و سر و معشوقان کا طرح اکڑنے لگا شادمان واداسے مشاہد

ایسی شہر کا نام بلجیارت تھیں جن میں گشتیں آہا ہوا ستر لاکھ تھے ہر مین خوش تھوڑا سا ہوا بلج
 منوہ فرسوس ہرین ہوا شکین جن میں دھوا سے نرین ہوا نکل پونہ بگیا واپس کے نشوونما۔ ان کے ہستی
 چلے نکلا نظر آئی اور اس بلج بھت مانع میں لچک چکی راجا بجات شاہ بلج نکال گئے کہ انہیں ہرین
 جوہرین تختین باغبان میں قلمان تھے غرض گلیا سے ناکفہ خوشی سے بھوے لے شون باور مای
 ہوئے ملاؤس یاغ کاہرین ویکٹر رتھان ہوئے نہرین زمار قطار غوار سے فوہ دو دو گز کے کھلیا
 پر فربہ تھے جہاں ہی ہوئے صہ ہا سن بادلوں کتر آگیا نہرین چکر کا گیا زمین پر تے اسے نظر نہ لگے
 تھے تھتہ غوار سے چو سار سے چو تے تھے چو گروں ستار سے ٹوٹے تھے تھے یہاں کیشیت
 نمایاں ہوئی بلج رنگ آسمان ہوا غیرت کما شان ہوئی روشون پرینا بار رنگا دہن
 کہ دلوں میں نارنگا حلاوین لے لفظ طرح کی سٹھائی دوکانوں میں لگائی خواجہ والے پکار پکا
 کر سو دینے لگے ایک روش پرکبا یوں نے اپنی اپنی دوکان جانی القصد ہر ان آرام دل
 نے زعفرانی جوڑا اپنا وہاں بیگم صاحبہ نے اچھی ساعت سچہ گزری ملک حسن افروز کو مانجھے بٹھا
 دالان کے پردے چھوڑ دیئے آفتاب کا رین چھپا یا بادشاہ نے شہر میں کیسے اور شہاب کی
 نہرین جاری کر دیں اور جلا دھلک کو حکم دیا کہ سبے نگین دیکھو اور سبے چمکائے جو سفید پوش تھے
 اوسے دریائے خون میں نہلا دوسے شیرنگ سلا پنے کجاڑے تمام شہر چھان ڈالا مگر کوئی شہر نہ
 نظر نہ آیا گلابی یازو بنے دیکھا اونچین دورنگ میں ڈوبا پیا جن بادشاہوں راجہ بابوؤں کو فرما
 شاہی اور شتے پہونچے وہ سب آئے شہر کے باہر پانچ کوس تک ہزار ہا خیمہ ستاہ ہو گیا جو
 کام پر بین ہوا وہ اوسکی بجا آوری میں آمادہ ہو گیا پانچ روز کی رات تک مینا بازار اور خاص بازار
 جوہری بازار رخاس بازار نہایت کیفیت اور عمدگی کے ساتھ آ رہے ہوا جسے دیکھا اسے کہتا
 ہو گیا راہ چلنے والا کھڑا ہو گیا در شہر شاہ سے انتہا سے بازار تک دور ہتہ تھوڑا گڑے ہوئے دکانوں
 کی کثرت اور خلقت کے ازوہام سے دم کش گشت کہ کسی کو بیٹھنے کی صلت اور جگہ تھی سب سلوئی
 اپنی اپنی دکانوں کے آگے کھڑے ہوئے کھٹے والے کا قلاقند شہر کے کی برنی اور بالو شاہی
 برنی جسے برف کی ٹلی پیٹھے کی سٹھائی قلمیں اور کچھ مٹھارے کے پیرے دلی کی جلیبی دی اور بالائی
 کے پیالے گرا گم تازہ تازہ دودھ سجان اللہ کیا قدرت رب وود کہ پانچ منزل تک چلے جائے
 اوتھی خچ نہ ہو اور کھانے کو ہمہ نعمت موجود شہر میں بادشاہ نے سوائے دعوت کے تو بے بندی
 کارہ کر دو خان ملاؤز وہ قورمہ تنخم کسا برما فی کلید سندھ و فی مرابا جارا باقر غانی اور دو

خوان سیوہ جات انا ہی ناشپاتی پستہ بادام اخروٹ انگور ولایتی سح ایک ایک ہزار روپیہ تھوڑی
اور اعلیٰ سبکو عنایت کیے جو دو چار شہر میں باخدا اور ولی تھے انھوں نے نعمت دنیا سمجھ کر ان کا کیا
نہیں نہیں کہہ سکتے اصرار کیا جو بادشاہ کا حکم سجالائے اور وہ خوان اونکے دروازے پر کھڑے چلے
آئے جب توڑے بندھی ہو چکی منادی نے گندادی کہ خبردار کوئی کسی کو تکلیف نہ پہنچائے زروشتی
نکرے سب لوگ اپنے اپنے گھر میں جشن کریں کوئی کسی کو کسی طرح کا پہنچانے نہ دے یہ سنے حضرت غریب
نے بھی قبض روح سے بات کی کہینا چاہے جامع مسجد کے شدون کو کو تو ال کا خوف بالکل جاتا رہا پھر تو
بیغم نکی اوڑانے لگے ہزار ہزار روپیہ جو نقد سرکار سے ملے تھے اونکی ایک سی ایک موٹھے آئے
لگے اگر گشت میں کہیں کو تو ال صاحب سے ملاقات ہو گئی تو وہ میں جھپک کر سلام کیا اور مچھون
پر تاؤ دیکر یہ کلام کیا کہ کیوں پیر و مرشد ایک ہفتے تک کیا کیجیے گا اب تو ہمارے پو بارہ میں اب
اسی شہر میں ایک دو نہیں اٹھارہ ہیں اب کسا جو اکر کے سزا دیجیے گا الغرض جو تھائے نشاوت
سرشار تھا مجھو محتاج و محن جسے کہتے ہیں وہ ایک ادنے ادنے مزدور سے منزلوں دور تھا چار سو
ٹانگے عمدہ عمدہ رنڈیوں کے موجود تھے مگر وہ بھی کافی نہو سے اور ملکوں سے رنڈیاں آئیں
لکھنؤ میں ڈھونڈتے ہو تو رنڈی کہیں گھس لگائے کو نہیں ملتی تماش میں کو ٹھون پر جاتے محبوب ہو چکے
چلے آئے محل سے باہر دیوان خاص تک اور وہاں سے تمام شہر میں اور در شہر پناہ سے یا رخ کو س
نخاس تک دور پہنچے ٹھاٹھ بندھے جا بجا نقارہ خانے بنے روشنی کے ٹھاٹھ ہونے صدنی لگوا
کے ٹھاٹھ سجائے بندھن طلائی گل میخیں اوپر فقری طرح رکھے ہوئے ٹھاٹھ کے قریب برابر برابر
بلوری لائینیں شام ہوتے ہی اون میں شمع مومی اور کا فوری روشن ہوئیں سب کا گل بندھ گیا
گلگیر کا تو غم نہ تھا غیرت گاشن پہن بادشاہ نے چراغوں میں سجائے روغن سہاگ کا عطر جلایا
قند کمانوں میں سنارکے تھے مگر شاہ گردوں بارگاہ نے نقل کو اصل کر دکھایا آتش اندر کے
ہماری تھک شب وصال و روغن کے بدلے عطر جلایا گلاب کا پاجا حوض بنے ہوئے چہچہ
کھدے ہوئے اوسمیں صدامس عطر بھرا ہوا اچھے اچھے سفید پوشوں نے ٹھاٹھوں پر روشنی کی
خوشبو کے لالچ سے یہ جبر اختیار کیا ذرا نہ انکار کیا روشنی کرتے وقت دو ایک چراغ اپنے اوپر کر
کسی نے جو کہا کہ یہ کیا کیا تو وہ میں پھر گئے ہنس کر کہنے لگے بھائی دالہ بھولے سے گر گئے نقار خانوں
میں جب شام کی نوبت بجی ہر دوکان دار نے اپنی اپنی دوکان بھی نیچے سے اوپر اور اندر سے
باہر تک تداوم آئینے لگا دیے جھار کنول جلا دیے آئینے بندی سے روشنی اور دو چاند ہونے

عالم پسند ہوئی اس روشنی کی کیفیت میں دوکانوں کا بننا اور غنیمت تھا غور کر کے جو دیکھا تو عطر
 کی مہک سے شہر رشک فتن تھا آئینہ بندی سے غیرت حلب تھا سر دوکان کے آگے ایک ب
 رنڈی کا طائفہ تھا خانوں کے چار چار دروازے ہر دروازے پر ایک ایک کتھک کا لوٹا آویس
 کی تویہ کثرت کہ تمام شہر اندھا ہوا سارا لکھنؤ بھرا ہوا اگر عجب طبع کا اہتمام اور کچھ طرفہ انتظام تھا کہ نہ
 کہین شور تھا نہ غل تھا یہی اہتمام بالکل تھا یہاں تویہ کیفیت تھی وہاں موقی محل میں الماسی جھار
 روشن ہوئے مکان جنت نشان پر عجب جو بن ہوئے آرام دل کے آنے کے روز پانچ لاکھ
 بٹی ٹچھی تھی اوس روز پچاس لاکھ گلاس عطر اور گلاب کا پڑھایا گیا شہر میں سہاگ کا عطر بھیک
 تھا یہاں عطر جلا گیا اودھر سے ساجق کا اہتمام ہوا اودھر سے اوسی تاریخ مہندی کا اہتمام
 ہوا اگر ساجق کی آرایش میں سے ایک تختہ کی آرایش لکھنؤ مانع حیات بخش کہ رشک گلزار آرام ہے
 حسرت سے خار کھائے اور اگر مہندی کی زیبائش اور شوخی شہر پر کروں لکھنا کیسا اگر اس کا قصہ ہو
 بھی آئے قلم شاخ مرجان اور نیچہ خیال رنگین ہو جائے اور بھی خیال کیا کہ طوالت کے سبب ظاہر
 کے دل اوچٹ جاتے ہیں ایسے ایسے مقاموں پر ورق کے ورق اولٹ جاتے ہیں جہاں وہاں
 کا مزا جانتے ہیں تمام دفتر اسی کے لیے چھانتے ہیں ہزار کوکب مانتے ہیں قصہ مختصر جب رات کا
 روز آیا چھوٹا بڑا پھولوں نہ سما یا شام کو شہزادہ آرام دل حمام میں داخل ہوا جلوہ افروز ہو گیا شہر
 وہ ماہ کامل ہوا میر حسن ہوا جبکہ داخل وہ حمام میں بے عرق آگیا اس کے اندام میں پتہ تان
 نہ ہوا اس کا کل کہ جس طرح سینہ میں ڈوبے ہے گل خواص میں وہ باندھے ہوئے لنگیاں
 مہ و مہر سے طاس لیکر وہاں لگیں ملنے اوس گلاب کا بدن ہو آب سے ڈھکا وہ چین
 نہانے میں یون تھی بدن کی دمک برسنے میں بجلی کی جیسی چمک ہو قطرہ آب یون چشم بوس
 کے تو پڑے جیسے زکس پہ اوس ہلکے ہوئے ظاہر جو اعجاز حسن چٹکے لگا اوس سے انداز
 وہ گوارا بدن اور وہ بال اوس کے تر کہے تو کہ سانوں کی شام و سحر زمین پر تھا اک موجہ نور خیز
 ہوا جبکہ فوارہ سان آب ریز ہوا دھوکے کلا وہ گل اس طرح کہ بلی سے نکلے ہے جس طرح
 غرض شاہزادے کو نلادھولا دیا خلعت خسروانہ پہنا جو اسر سہر پہنایا اوسے جو اس کا
 دریا بنایا اوسے جب اس سج و جج کا بنا بنا فلک نے تاروں کو نثار کیا اودھر ملکہ حسن افروز
 کو بھی دلفن بنایا دلون کا ارمان نکالا اودھر دلسن کی آرایش تھی اودھر دولہا کی زیبائش
 تھی سیم لکھنؤ ہی یہاں مہندی نے چوئے پاسے خورشید وان سبز ہوا سال مہی

وان جم گیا منہ پر رنگ امید بیاں غارہ سے رخ شفق میں خورشید بیاں جو گلہا سے سنائی
وان تازگی آبرو نے پائی بیاں انسان ہوئی بیاں ستارہ افشان بیاں جینے سے روشنی دو چندان
یاں ملک سے رنگ کم نشان ماند بیاں شملہ سر سے لے میں چاند بیاں زلف نے کھائے
پیچ پیچ طرہ کلنی بیاں دعا ستر پیچ بیاں آنجل ہو بیاں نقاب عارض بیاں سر ہوا وان حجاب بیاں
زیبا ہو بیاں بدن پہ کنا بیاں جامہ وفا کا او سے پہنا بیاں محرم کے کسے گئے او صر بند بیاں ہمت
بندھا او دھر کر بند بیاں گل سے بہار بوستان ہے بیاں آرایش تخت گل وہاں ہے بیاں مہتاب سی
چاندنی کا بیاں فرش بیاں چرخ سے چرخ میں سر عرش بیاں جلد سے حنائی او گلیوں کے
وان روشنی کے تھے پنشاخے بیاں بادل جو بیاں گرج رہے تھے بیاں دھوم سے باجے بیاں
تھے بیاں پہر بجے بارات طیار ہوئی سواری کی خبر سننے ہی تو سچا نہ دعا برابر کئی فیروز کے پھر تمام فوج
میں کمر بندی ہوئی آتش بازی کی آتشباری سے زمین و آسمان کرہ نور سوار سالون کے طنبور بستے
سے شور لشور ہوا مہتاب بیاں جو چھوٹیں چاند کے منہ پر ہوا بیاں اوڑے لگین انار کے پھولوں پر فلک
نے ستاروں کا گنج نثار کیا ہتہ پھول کا تماشا دیکھ کر حیرت گردان چکر میں آیا پلٹنوں میں جا بجا بجا
بجا ہر ایک نے اپنے تئیں سجا تے میں دو لکھا فیل خوشخرام پر سوار گرد و پیش شاہ و شہر یا نام
فلک ہما سر پر بخت یا در اقبال او کا ایک او نے فرمان بردار عمرہ رکاب نظر انشاب عالم کا
ہجوم خلقت کی دھوم ہزاروں آمر اساتذہ سب پیادہ کوئی ہاتھی کی جھول کپڑے رستا تھا
ہو کے وزیر اعظم مورچیل بردار اس سامان و شوکت کے ساتھ دیوان خاص سے دیوان عام
میں بامد ہوا پھر ہزار ہا پنجشاہ روشن ہو گیا افراط و تفرات و روشنی کے وفور سے جنگل وادی میں
ہو گیا عالم ظفر پر یکا ہاتھیوں پر بلند ہوئے نشانوں کے پھر ہرے کھول دیے آگے آگے ماسی
اور شتر سوار زنبورون کے سر ہونے سے آسمان زمین دھون چھا پھر سالوں کے کچھ ہندوستانی
کچھ ترک سواروں کی صدا و جد میں ہر شاہ و گد آرایش تخت رشک تختہ گلستان تخت روان
کسیوں کے رقص و تہا رستہ غیرت پرستان خاصہ گھوڑوں کی قطار پھر پلٹیں ان کے بعد ہزار ہا
خاص بردار اور نیزہ بردار اور میر تیز گوی گھوڑوں پر سوار اہتمام کرتے جو بردار سونے کے عصا
میں لیے بارہ قدم پڑتا شانے سے شانہ رکھتا جا بجا نشان کے جھنڈے گڑے فیل سب روکے تھے
دوڑے پڑنے آگے آگے روشن جو کی بجی او سکے سرون میں ہاگ اور سورٹھ کی دھن وہ دھیمے
سکر کہ تمام عاشق سن تیجھے سبکے ہاتھی پر فقارہ کٹا زہر و جواہر لٹا آہستہ آہستہ قدم قدم چوکے

گشت کرتے خاص بازار اور خاص بازار کو طے کر کے پھر خاص محل میں پہنچے وہ لہا کو تھا
 پر سے اوتار اگھوڑے پر سوار کیا محل کی ڈسپوڑی پر لائے خواہوں نے طلشت پر آب گھوڑے
 کے حوں پہ بازار و جو اسہر نکار کیا دلون کا ارمان نکالاسب دو لہا محل میں تشریف لایا دوز
 رنڈیوں نے برابر کھڑے ہو کر ایک سر میں یہ سہرہ گایا مصنف اب شہ سن بندنا جبکہ سے
 سہرا پانہ دسی کوٹھیا فخر سے پڑھ کر سہرا پانہ فردوس سے رنڈوان نے جو گل بچھے ہیں
 جب سنا ہے کہ میں اے گل ترا کو بھر سہرا پانہ سیلے بطن میں رکھتے تھے صدف نے گوہر آہر
 پائینکے آگہن ترانہ سہرا پانہ مارے شادی کے شگفتہ ہوئے جاتے ہیں یہ پھول پانہ کیسا بکھرے
 ترے پر سے پکھل کر سہرا پانہ صاف ہیں اے فلک حسن شفق میں تارے پانہ بقیع سے ترے
 مقنع کے اندر سہرا پانہ عکس حصارہ روشن سے ترے رشک قمر پانہ چاندنی بنے ظرافرش کے اوپر
 سہرا پانہ اے قمر مستحق گوہر حسین ہوا پانہ تیرا لایا ہے بچھن آج جو بکھر سہرا پانہ نماز کے وقت قاضی
 صاحب تشریف لائے نواح رنگ گانا بجانا سب ہو توف ہوا بھنڈی برداروں نے پھوان آورے
 جلدی جلدی محفل سے اٹھایے نکل پڑھا گیا ہفت اقلیم کے خراج پر مہر بند صاحب عہد
 فراغت ہوئی قاضی صاحب تشریف لائے نواح شروع ہوا پھر وہی کیفیت ہوئی نامرادوں
 کی مراد برآئی رنڈیوں نے بہار بھیردین میں یہ مبارکباد گائی مصنف بلبلان موسم گلزار مبارکباد
 عاشقان جلوہ دلدار مبارک باشد پانہ ابر بردور فلک جلوہ نما شد ساقی پانہ جمع خانہ خمار مبارک باشد
 ما ابد باد وصال گل و بلبل قائم پانہ دشمنان را ہمہ تن خار مبارک باشد پانہ جلوه عیش بہانہ بطرب خانہ دل
 حسن یوسف بجز نثار مبارک باشد پانہ در جہان باد طرب ہزار قرآن السعدین پانہ یہ سخن انجین اخبار مبارک
 باشد پانہ پھر وہ لہا کو محل میں بلایا تم النساء نے انچل ڈالا لوگوں نے اور بہت سے فوٹے کیے
 مسند پر بٹھایا دولہن کو گو دین لائے دولہا کے برابر بٹھایا ریت رسم ہوئے لگی پستش ضم ہوئے
 لگی پہلے ایک خواص آئی دولہن کا یا نجامہ لائی اور کہنے لگی لومیاں اسمین ایک ہاتھ سے ادا
 ڈالو ادھر ادھر نہ دیکھو بھالو پھر ایک لڑکی بہت خوبصورت آئی دولہا کا کان زور سے مل گئی
 جنگیوں میں دل سل گئی یہ بے ادبی اور گستاخی آرام دل کو ناگوار خاطر ہوئی رنجش باطنی
 چہرے سے ظاہر ہوئی قمر النساء نے کہا حضور دولہن لیجانا کیا آسان ہے خفا نہویجے گھبراہٹ
 نہیں انجی تو دلون میں بہت سارا مان ہی پھرو و منیون نے نبات چنوائی مصری ڈھکا ڈھکا
 کر کھلائی جب تشریان کا بیڑا کھلایا وہ گلے میں پھنسا یہ کھل کھلا کر ہنسا گھبرا کر تھوکنے لگا شہین

جو کچھ بنے گی اپنے ہی دم پر بنے گی کسی کا کیا جانتے گا صدمے اور اذیت اپنا ہی دل اٹھانے کا
 اس وقت مصیبت میں نہ لے کر اپنے ساتھ دیکھا جیسی کو کون ہاتھ دیکھ کر کیا ہوتا ہے کیسا حشر
 یہ پا ہوتا ہے بجز اگر زبردستی کرے تو ہم پہلے سمجھا لینگے اگر اسپر بھی وہ نمائندے تو کوئی اور تدریس کا
 باتوان میں لگا کے وہ وقت لینگے گا کیا دینگے چکیاں لینگے ہنسی ہنسی میں دلا دینگے
 یہاں تو یہ اور طریق بھی شہزادے کو وصل کی دھن تھی جب وقت شام ہوا وصل کا انجام
 ہوا دولہا دولہن چھپکھپت میں ہم آغوش ہوئے ہارے سستی سستی ہو گئے ہوش ہو گئے لکھنوی
 پیارا انتخابی سب کا جوڑا غلوٹ میں دولہا دولہن کو چھپڑا سب بے دلی ہوئی تھی جو ان میں
 دروازے سے بند کر دیں آنکھیں نہ سہاگ کا عطر چھو ہون کی ملک اور بٹنے اور جنا کے تیل کی
 لہک ریت کا جوڑا سالوی خوشبو معطر کن شام جان دافع خفقان قوی روح و روان عالم شباب
 فرط شوق سے دل بتیا پینڈ کا شمارستیوں کے اوتار ادھر گر جوشی اور دھڑکن سے ٹھنڈی
 ٹھنڈی سانس کھی جیسا ہے خاموشی اور سے چھپ چھاڑا اور دھڑکن سے بگاڑا دولہا کا موقع پر
 ہاتھ لگانا دلہن کا دیا سے ہل چرانا شرمنا شہزادے نے کمار کے وصل کی شب یونین
 اسے قاضی حاجات رہے ہر شہر کے روز تک صبح نہ رات رہے یہ باتیں جہیز گذر گئی ہیں ہی
 لوگ خوب وقت بن یا جو عاشق مزاج ہیں اونپر مشکاف میں پھر شہزادے سے ملے ملکہ کا گھونگٹ اٹھا کر
 کما سیہ محمد خان رنڈ گئے لگائیں پلاٹین لین ٹنگو پیا کرین جو بات مانو تو منت نہ رہا
 کرین ملکہ نے مطلب کی سمجھ گیا سے سر جھکا لیا زانو پر جو شہزادے کا ہاتھ گیا تھا آہستہ سے
 زانو سر کا لیا آرام دل نے ہاتھ جوڑے پلاٹین لین پائون دبا لے لاکھوں مشتیں کین کر دیا
 کب دعا قبول ہوتی تھی تمنا سے دل کب حصول ہوتی تھی جب منت سماجت سے کام نہ نکلا تو شہزادے
 نے کہا صبا بندہ اب ناہم ہو رہا ہے عفو کچھ قصور ہوتا ہے ملکہ نے آہستہ سے جواب دیا
 کہ معاف تو ایک کوڑی بھی نہیں ہوتی قصور کرو گے تو سزا پابو گے زیادہ بڑے چلو گے منہ کے
 بل کرو گے زک اٹھاؤ گے شہزادے نے کمار کے برابر مانے ہم عرض حال کیسے ہیں
 فقیر لوگ سخی سے سوال کرتے ہیں ملکہ نے جواب دیا کہ صاحب اگر دشمن محتاج ہیں تو دروازہ
 پر جا کر سوال کرو یہاں کیا رکھا ہے اس سے کیا فائدہ ہے آرام دل نے کہا وہ بجان
 صبا خوب عاشق کا پاس کرتے ہو ہر گھڑی دور دور ہوتا ہے یہ مکر سوال وصال
 کیا ملکہ نے سچا ل و دراندیشی ٹال دیا پھر ہزار ناز و انداز فرمایا ایسی باتیں زبان سے نہ کہو

لگے پہلے کھیر کھلائی پھر گلابی ہوئی قدرت حق کی کار سازی ہوئی دولہا نے دولہن گلبدن
 کی طرف پھول پھینکے لوگوں نے دولہن کے ہاتھ سے وہی پھول باہر تنگی دولہا کی گود میں رکھ دیا
 قطعہ گلبدن اوس طرف گل افشان ہوا اور اس طرف کو تو پھول چن چن کے مجھے زور سے مار
 تک تک پھل اور گھنٹی میں کجی کوئی پھول تفسن کے لیے پھینکوں دستہ خود اتنا کہ نہ ہو پختہ تھک
 پھر آہستہ سے دولہا نے پھیلان کی چٹری دولہن کو ماری قمر الدنسا نے دولہن کے ہاتھ سے دولہا
 کو زور سے چڑیاں لگائیں اب کہاں تک شرع کروں طول وون خلاصہ یہ کہ سب سمجھیں گلبدن
 آئیں جب دولہا دولہن چوتھی کھیل چکے دولہن کو لوگوں نے چمپکھٹ میں پہنچایا زندہ یوں نے حشر
 مچایا دولہا پر چاروں طرف سے چٹریوں کی مارا خروٹ اور باداموں کی بوچھاڑ پڑنے لگی کسی بچے
 سیب اس زور سے کھینچ کر مارا کہ دولہا کے لگتے ہی پاش پاش ہو گیا کسی بیدرو نے بگین پھینکا
 کسی خام بارہ نے چھوڑا کھینچ کر مارا کسی نے پٹے وقت باجی کو پکارا شہزادے نے بھی جس سہیلی
 کیلی مست سرشار صورت دارنڈی پر تاک کر انگوڑ کا خوشہ مارا وہ آنکھ کے گوشے میں لگا آہ
 کر کے بیٹھ گئی سب نشا ہرن ہوا جبکہ چچی شکر قند ہاتھ میں لیکر دکھائی اوسے فوراً اپنی صورت
 پر دے میں چھپائی جب لگائی پر وہ توڑ کر جبکہ لگی اوہ کر کے اوجھل پڑی چلائی نارنگی جب
 پھینکی چھاتی کے سوا اور کیمین نہ لگی کیلا جب مارا پیچھے ہی کا دھڑٹاک کے مارا نارنج پھینکا جب
 چہرے پر جبکہ لگا کھل گیا دانوں کے ساتھ دو ایک دانت بھی چھڑ گئے پانچ چار اوکھڑ گئے
 ایسی چوتھی کھیل دو مار دھڑٹاک کی کہ تین پانچ بھول گئے شیشہ شررہ گئے خوشی کی بات تھی ایسے
 سب سہگنے جب چوتھی کھیل چکے سب ہنگامہ موقوف ہوا شہزادہ خواجگاہ میں تشریف لایا پھر
 عیش کا سامان تمام ہوا وصل کا سر انجام ہوا اوس ات نے عجب لطفہ دکھائے دونوں ہاتھ
 دل کھلے ہوئے حیا و شرم کا نام نہیں کسی کو کسی طرح کا بنج و آلام نہیں دلوں کو سو سو طرح کے شہ
 آئے ہر روز اسی طرح باعیش و نشاط ساغر متناسے وصال سے معمور ہوتا دل بادہ سرور سے
 مسرور ہوتا شہزادے کو یوں عید اور رات شب بارات تھی وصل جانان ایام گذشتہ کی مکافات
 تھی صبح و شام بادہ نشاط سے سرشار عیش و نشاط مدام نہ چھوڑے کچھ مطلب فراق سے
 کچھ کام تھا نہ بیم فلک گینہ ورنہ خوف گردش ایام تھا

عزیم آرام دل سوے وطن رخصت ہونا شاہ سے

بیان جلوس سواری اور جندم و شمشیر روانہ ہونا

جلوس تو سن خامہ فرخندہ کام یہ کہ سامان شادی ہوا سب تمام بہرہ برآیا میرے دل کا سب مدعا جو کچھ چاہتا تھا وہ حاصل ہوا یہ مگر اب ذرا حال حضرت لکھنؤ بہرہ خزان سیر غریب لکھنؤ بہرہ سیاحان دشت پیما ورہ نوروان آبلہ پا احوال حضرت شہزادہ آرام دل بہرہ یون لکھتے ہیں کہ ایک شب شہزادے نے چیمپکھٹ میں لیٹے لیٹے ملکہ سے کچھ اشتیاق ملازمت والدین کا اپنے ظاہر کیا اوس رہنا جو کو تو خوش خاطر اپنے محبوب کی بدل منظور تھی فی الفور جواب دیا کہ شیم لکھنوی چلیے گا تو ساتھ میں بلا عذر بہرہ پیک کا تو نیند کی بین کیا عذر بہرہ شہزادے کی تو یہی آرزو تھی صبحم آتے ہی شاہ سے اپنا حال عرض کیا شیم لکھنوی دعویٰ نہیں کچھ ہے ہو بہرہ قائم رہے کیے ہو بہرہ لازم ہو ہوا وسین کد نہ کیے بہرہ سالک کا سوال رو نہ کیے بہرہ بادشاہ یہ سنتے ہی گھبرائے فرمانے لگے کہ بلکہ حکومت فوج سلطنت خزانہ سب کچھ موجود ہے پھر حضرت چہ معنی دار و بسم اللہ حکمرانی کرو میں ایک اولاد کے سوا دوسرا فرزند نہیں رکھتا جو بعد میرے وراثت ملج و تخت ہو پھر کیا سبب جو ایسا کلمہ زبان پر لاتے ہونا حق بیٹھے بٹھائے مصائبات سفر اوٹھائے ہو شہزادے نے دست بستہ عرض کی کہ قبلہ عالم منصفی شرط ہے حضور کی سلطنت سے کترین کو کچھ کام نہیں مگر حضور اپنے اوپر ہی قیاس فرمائیں کہ آپ کو جب مفارقت اپنے فرزند کی ایک خطہ گوارا نہیں تو واسے بر حال میرے والدین کے کہ ایک مدت دراز سے مجھے نالائقی کی تنہا ہے دیدار میں مضطر اور بیتاب ہونے لوگ بیچارے میری تلاش اور جستجو میں خراب ہونے بادشاہ فرمایا اچھا ایک برس اور توقف کرو پھر حضرت کرونگا شہزادے نے عرض کی حضرت اب تو ایک ایک ساعت ایک سال کے برابر ہے میرے حال پر رحم فرمائیے حضرت کیجیے اگر میری خوشی مد نظر ہے غرض بادشاہ نے ہر چند سمجھا یا بہلا یا راہوں کا نشیہ فرار سنایا مگر وہ کب سنتا تھا شیم لکھنوی دودل جو ہوں چاہتے یہ راضی نہ یہ جان لے کیا کرے گا قاضی بہرہ ناچار بادشاہ کو کواے حضرت اور کچھ بن نہ آیا وزیر اعظم سے واسطے طیاری سامان سفر کے ارشاد فرمایا تا یغ نہڑی مقرر ہوا جہر آقا رحیم پھر اور رکھا جبکہ مہینہ گذر گیا بموجب حکم بارک اللہ یوم السبت و انجیس جمہرات کے دن آدھی رات رہے سے کوچ کی طیاری ہوئی اوس شب لوگوں کو نیند نہ آئی پہر رات رہے سے دن مرد لٹکے بوڑھے جوان کا ہجوم ہوا ہر شخص سواری کا جلوں دیکھنے چلا میر حسن یہ خالق کی تھی قدرت کاملہ بہرہ تماشے کو لکھی زن حاصل

پانوں میں باری دھوٹی پہاڑی پر رانی باندھنے کے رومال کی گرہ لگی ہوئی ایک ایک پریت
 نور و نوکا جوتا پانوں میں جیت کھڑے کے پہری یا تھوڑے کے پانے پھینک کر کی باگہ ڈور میں کندھوں پر
 گنگا جمنی ڈنڈیوں کی چڑیاں، ہاتھوں میں پٹلیوں کی کبری تنہا ڈھری تھادی اوسکے پیچھے چلتے
 اوسپر عجب جو بن بارہ بارہ برس کے ہزار شکہ غبارانہ گڈیوں کے پٹ پانوں میں چڑی دار
 پانچاھے سہج اٹلس کے اگر کہہ سیتا کہ سہ بندے اٹلس کی کی بیٹیاں کرن کے طرے چھوٹے
 چھوٹے نیچے اور کتیاں چپک کی جڑیاں کرنوں کے ٹکڑے رفل کندھوں پر ساز و سنیاڑے دست
 انتہا کے چالاک دخت باجا بجاتے برابر قدم اوٹھاتے زور بڑی دمدا قرنا کی اداوت کی آواز
 گنگا جمنی کی دھن جھانجھ کا شوناعت بھی کھینچتے دیکھتے ہی ہاتھ پیر چوہداروں کی آواز
 کانوں میں آئی اوتھوں نے آواز لگائی کرومجار شہزادہ عالم پناہ سلامت پھر ایک غول غول
 سوا سواری قریب پہنچی ہر شخص بے قرار ہوا دیکھا دس بارہ ہزار خاص بردار خاصیاں کندھوں
 پراونکے غلات بکاشانی محل کے گرد پوش صاف صاف ٹھہرے پانچاھے اٹلس کی تکیہ بن
 زربفت کے شالی پٹکے سر پر باندھنو کا جیرہ بیش قیمتی سندیل ہتھیارے آرام دل عماری دار
 ہاتھی پر سوار خواصی میں محمود و قادر ہاتھی فلک شکوہ پر کیا میں باطلت و شان سب ہاتھوں سے
 دونوں لاکھ دو لاکھ میں ایک رنگارنگا یا ہندو زینٹوم سے تابہ تارے شک گوارہ دے میں بائیں
 برچی والے ہاتھوں میں بہارے ہتھیارے انتہی سواروں کے جڑاؤ ماسے مستک پر فولادی پیر
 اوسپر گنگی گلے میں طلائی ہیکل کانوں میں بالیاں ادن میں موتیوں کے ماتے ناظرین کے
 جی بے چین کرنے والے سلطان باناتھ کی جھول تمینا دس گز کا عرض پندرہ گز کا طول کاچو
 بہت سنگین کام سے تیار سے ست عرق تمام سرخ ریشم کا رتہ جواہر نگار عماری و اسرات میں جری
 ہونی ساری فوجدار خان خوشرو ان بجائے فیلیاں اٹھتے ہاتھ میں جواہر نگار گجاک بائیں ہاتھ
 میں پچو ان مستک پر رکھے ہوئے آسن اپنے منہ اوٹھاتے ہاتھوں کے خطوط میں چند روم بدھ
 ناز و اداسے شہزادے پر ملتا مشوقا نہ جو بن دکھانا آرام دل کے بارہ ہزار ایک قدم کیچھے
 رٹ کر ملک حسن افر و زیدہ دار عماری میں فیل خوشخام پر سوار صاحبت میں قمر النساء پری پیک
 حیدر دارا و سیک پیچھے مندرہ ہزار ہاتھی ہوج اور عماری کا خالص شہزادے کی سواری کا اٹلس
 بعد کئی سورتھوں میں نامائیں اسیلین مغلانیاں خواصین بیش خدستین سوار ملک کے ہاتھی پر
 خواجہ سرامیڈیاں ہاتھی کی وہی شوکت وہی شان عماری طیاری میں اوسی عماری کے برابر

۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

بلکہ اس سے بہتر اندر گنگا جہنی چلینین باہر کار چوبی پر سے محلی فرش او سپر مسند تک یہ لگا دیوار گریون
 پر چھوٹے چھوٹے دوالماسی کنول روشن عماری میں موتی محل کا جوہن ملکہ والدین کی مشافقت
 غریب اقارب کی مہاجرت میں فراطلام سے خاموش سرنگون دل میں ہزاروں دوسواں مگر مٹی
 برصائے ایزد پیچون قمر السادل سہلائے کی باتوں میں سیر و تماشے کے حرف دکھایا توں
 میں مصروف ان دونوں ہاتھیوں کے گرد ہزاروں غلام سیمیزدین گزرتے انتہا خواہہ سرالماں
 فیروز بخت یہ ارسنگہ افسروں کا پتا جھڑٹ مارے ہوئے لالہ بنزاقین ہاتھوں میں کیے
 ہوئے لالٹینیں باپوری روشن کیے ہوئے سواری جو اسد بچ کے بچے پہنچی شہزادے نے
 جلدی سے پہچان لگا کیا اور ہاتھی پر کھڑے ہو کر شاہ کو آخری مہر کیا بادشاہ کی آنکھوں سے
 آنسو گر پڑے منہ پھیر دیا و زار زار رونے لگے رومال آنسوؤں سے بھگونے لگے اوس
 ذقت سقون کی گلا پاشی صبا کی جانخراشی خوشبو کا لکھن دشت کا مسکن صبح کا جھٹ پاشوت
 نسیم سحر کا فرحینا شمعوں اور شعلوں کا جھلکا جھلکا جبنا سوچ کی کرن کا پھوٹنا شہزادے



سے خلقت کا چھوٹنا تمام عالم کی گریہ وزاری پر صغیر و کبیر پر بقراری کا عالم طاری یہ کیفیت ہونا
 آئی مہر نور چرخ جہاں پر مضطر ہو کر غفلت و غفلت تماشا دیکھنے نکلا ناک تم شمار کہ اس سیر کو چشم انجم نگار
 تھا اوس سے بھی ہمیشہ کیا گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں چاند کی رنگت فوق ایو گنی منہ پر ہوا بیان اور کئے تھے
 آخر متاب نے اسی غم میں لکھا لکھا کے آپ کو ہلاک کیا سحر نے اپنا گریبان چاک کیا سبزے کے
 دل میں غم کی برجی لگی بے اختیار شبنم کے آنسو ٹپک چرے درخت حیرت سے کھٹ افسوس لے تھے
 کھڑے پہاڑ میں شیر نے اندر سے کدھر کدھر مرغ پر اتر کر کچا ہر جانور خدا کی یاد کرنے لگا ہوا باقی
 کا دم بھرنے لگا شہزادے کی فرقت میں درو دیوار چہرہ پر خدا انسان حیوان سب کو رقت وشت کو
 وحشت آسمان کو حیرت صحرا جھل کوہ سنان بیابان ہو کا مکان عجب عالم نظر آیا سنگدہون کا
 بھی دل بھرا پاروے روتے لوگوں کی چمکی بندھ گئی کیلجے پھرا گئے ہزاروں کو غش آگئے سیل شک
 آنکھوں سے جاری تھا بخود کا عالم طاری تھا آخری دیدار تھا لوگ بار بار حسرت کی نگاہوں سے
 دیکھتے تھے زار زار روتے تھے اور یہ کہتے تھے رتہ رتہ اسے گردون بر آیا تیرے دل کا مدعا
 شہرے آباد آتا ہے نظر دیر انداز آج سواری جب دور نکل گئی لوگ ناچار بادل داغدار و جگر نگار
 اپنے اپنے گھر آئے مگر کہاں کی بجو کہ کہاں کی پیاس سب کا جی بے چین چہرہ ادا اس شہرہ جا
 کسان پہاڑ ویران بازار گل و گلزار بدتر از خار نظر آنے لگا سب کا دم گھبرا نے لگا بادشاہ خلقت
 کی بقراری زن و مرد کی آہ وزاری دیکھتے تھے اور بھی صد مہر دیر نہ تھا قصہ کو آہ جب سواری دور
 پہنچی اور خزانہ تو خزانہ میگزین اردو سے محل خیمہ ڈیرہ جا چکا بادشاہ با چشم اشکبار محل میں تشریف
 وہاں دیکھا تو سبھوں کی روتے روتے بڑی حالت بیک صاحب کو غشی کی ذبت گھبرا کر جی بھلانے کے
 لیے باغ حیات بخش میں تشریف لائے وہاں عجیب رنگ نظر آئے روش ٹہری بگڑی ہوئی سبزہ
 پامال تمام باغ میں پت جھڑ درختوں کا جراحاں سرد میں بل شمشاد میں خم لالہ داغ بردل زر گس چشم بزم
 گلاب کے درخت میں پھول کیسا کیلین پتے نام کو نہیں سوکھا ہوا کاٹنا مویا بے آب جینل کی مٹی خرا
 بنفشہ پرمردہ ریحان بیجان سوسن خاموش سنبل پریشان نہر خشک بے آب مچھلیاں زبان نکالے
 ہوئے بیتاب انکور مثل دل عاشقان مہر حجابے زعفران کے تختہ کی طرف دیکھو تو بے اختیار رونا
 آئے نہ وہ باغ نہ وہ بہار نہ وہ گل نہ وہ خار نہ بلبل کے چہرے نہ وہ درخت سر سبز لہلہ نہ قمری کی
 گو کو نہ کوئل کی تو تو نہ مور کا شور نہ سانوں کی گھٹا گھٹا نہ شہر نہ صبا نہ کہیں صبا و کا نام نہ گلچین کا
 تیان نہ سبزہ نہ صحرا نہ کیفیت گلزار نہ موسم خزان نہ فصل بہار جب آندھی کا جھوکا آتا درختوں کے ہوش

لیکھ جاتے ہر جھکے کے ساتھ دو چار بڑی ہیرے اوکھڑ جاتے باد صبر صبر کے زیر سے کٹتے بیٹھے چوتھے
 یقین سے نہر لبریز کنوئین سپٹے ہر سے بچا سکے بلبل نایاب زیب گلشن قمری کی جگہ بوم شوم کا مسکن
 موتی محل وریان نہ زرخش نہ زہر نہ کھٹکنا نہ وہ زہر پائش نہ وہ سامان جا بجا جانوروں کے گھونٹے آشیان
 کوئوں کی ہیٹ جس و خاشاک کے ڈھیر کمین کنکر کمین پتھر کمین اینٹ پر سیر دیکھ کر حضرت ظل سبحانی
 عالم سکوت میں ششدر و حیران تھے ہوا فقور الودود و ذی العرش المجید فعال لمایہ یہ کشتے
 اور گریبان تھے سجان اللہ جان گذران سرے فانی کچھ عجب مقام ہے جسے دیکھو باز و و
 آلام ہے آئندہ روئند کا تانا ہے ہر ایک سے رشتہ ہونا تا ہی مگر ثبات بجز ذات پروردگار نہیں ع
 کی ہمہ رود و دیگرے ہے آید و کیو اس دہن پایا دین قرار نہیں جو لوگ فنا فی اللہ میں ادنی
 تو کیا کہتے نہیں تو وہاں سے شوق دیدار میں آتے ہیں آب سردان گرم سایہ دیوار شاہد گلزار
 باغ و بہار جہان کی نعمتوں کے فرے اوٹھاتے ہیں حب وطن یاد آتا ہے عجب حب وطن از ملک
 سلیمان خوشتر کہتے ہوئے اعمال نیک یاد ساتھ لیکر چلے جاتے ہیں رشتہ الفت ہر ایک سے
 توڑ جاتے ہیں سکور و تاج چھوڑ جاتے ہیں سید محمد خان زند کیسے ہیں خوب سے نظارے باغ
 ہستی کے و جہان کو بس مرے پروردگار دیکھ چکے ہوئے سفید و سیاہ جہان سے واقف
 بہت سی گردش لیل و نہار دیکھ چکے ہوئے القصد آرام دل باین جاہ و حشم ملک فارس سے سر
 وطن روانہ ہوا یہ قصہ زبان زد نام ہوا اور ہر ملک و دیار میں ان باتوں کا فسانہ ہوا ہر روئ کوچ و کوچ
 مقام در مقام پوچھتے تشریف لے کر تے چلے

تھوڑا حال اوس رنجور دور از سرور عاشق صادق ہدف ناوک غم مجروح
 سنان الم بے یار و کمکاری یعنی صنوبر عاشق زار کا پھر شہزادہ سیاہ فام
 کا آنا فتنہ خوابیدہ جگانا صنوبر کا گھبراہٹا پھر نامہ لکھ کر آرام دل کو طلب فرمانا

پلاساقیا ساغر لالہ فام مگر ختم پانی نہ وہ غم کی بات نظر دلفگاروں پر اصلا نہ کی اک غم نہ کیا لکھوں میں لہجی غم	کوئی دم تو دل بہ مرا شاہد کام خوشی کار ہا ہر طرح لغزشہ رخ جلال مرا تو نے پروا نہ کی وہ تو سے جدا ہیں غم لکھیں	لکھی اب تملک عیش کی واردات نہ لکھا مگر تو نے انجہام رنج وہ ساغر بلا پر رنج و الم جسے شے عاشق بلکے لکھیں
--	--	--

ہر اک بات پر پوچھو دل پیش آیا	ہر اک بات سے میں سوال لوں جھوک
دکھاؤں غم آماؤں کی کیفیت	لکھوں ایک شاد کی کیفیت

نکشان الم دوست بیمار استخوان و پوست لوندہ گران برشتہ دل روئے راحت نا دیدہ نقشب
 نیم سہل شہباز آریہ بحال خراب اوس جگر کباب خستہ و بتیاب صورت سیما بزاویہ نشین کلبہ رنج
 من سہریش شام غریب روئے نا دیدہ صبح وطن خونین جگر خراخ سر یغیے صنوبر بے بال و پر کا یوں دم
 نہ تھے مین کہ فراق شہزادہ بیوفا نا آشنایانی صہر و شہر یغیے شہزادہ آرام دل مہر شہزادہ یورش
 توج غم و الم سے کچھ عجیب حال ہو گیا کہ گل سادہ بن سوکھا ہوا کاشا آنکھوں مین حلقہ سنبل زلف زینا
 صورت آئینہ حیران سر و قد بار غم سے سرنگون بالکل پوست و استخوان گمین نمودہ ارالک انگاہ تا تیار
 غیرت جنون رنگ محل مین او سہی پانگ پر جہان آرام دل سے طاقات ہوئی تھی منہ پیٹے ناگام
 با درودہ الام لیتی ہوئی سینہ ناوک غم سے نکار سینے مین دل بے قرار لب خشک چہرہ زعفرانی ہرزم
 آہ سرد دل مین سوز نہانی ہاتھ پانوں ٹھنڈے کھجے مین درد آنکھیں نیم باز آنسوہوان عشق کی
 طرحت سے ناز ادھر سے بناؤ لب جان پر ارمان اور بعد حسرت و یاس یہ مطلع درد زبان رنڈ ریت
 کے دن اپنے پورے کر چکے + ٹکتے ٹکتے راہ تیری مر چکے + ہر دم فراق کا نور نالوں کا شور و جوش
 جنون دل خون چشم گریان صدمہ فرقت وصل کا ارمان نہ چپ رہنے کا مقام نہ کہیہ کہنے کا ہنگام
 اس حال مین جو دل بے قرار ستا تو بے اختیار یہ شعوب پر آ آجرات اوسکو جانا تھا لو کیون موت
 نہ آئی القدر ایسی روانی کا بینا ہمیں دکھارتھا + الہی یہ پاؤں سی رات کیونکہ کٹے گی ہاے کیا رو
 یہ بھاری سل چھاتی پرستہ کب رہے گی فوق مجھ کو ہر شب ہجر کی ہونے لگی جنون روز و شب + تجھے
 یہ کہدن سے کہدے آسمان لینے لگا + خاصمین مغلایان سیلیان سب کہتین کہ بگیم خدا کو یاد کرو
 اسید وصل سے دل شاد کرو رخ و الم کی بھی انتہا ہوتی ہے دنا گل و گلزار کی سیر سے جی بہلاؤ کہ دل کو
 نقویت ہو جسم مین توانائی آئے تو اون کو جواب دیتی جرات آرام ہو چکا مرے جسم نزار کو + کئے
 خدا جہان مین دل بے قرار کو + صبا شور جبکا ہے وہ ہے عشق جنون نادل مین + بدھ گیا ہے
 نکلیں حسن کا سودا دل مین + کون سی شب نہیں رہتا ہے خیال گیسو + یہ وہ طائر ہے کہ لیتا ہے بلبل
 دل مین + جلوہ عشق بنا گوش صنم دیکھ تو + او تر آیا ہے عجب عرش کا تار اول مین + کس طرح آگے
 خوشی گرد پھٹکنے پائے + فوج اندوہ کار رہتا ہے طلایا دل مین + اسے صبا جسکے لیے ہوتی
 پریشان خاطر + چاہتا ہے مجھے وہ گیسوون والا دل مین + شومی قسمت اور گردش گردون

تو دیکھ کہ بدست کشش محبت سے اگر آئی بھی تو باہری باہر سے پھر چلے گئے اور مدین ہدوت نہ دکھائی ہمارے
 دوسرے بنی جان پر کیا کیا آفت نہ آئی وہ کہتے ہیں بلکہ گنہگار نہیں انشاء اللہ تعالیٰ پھر آئینکے خدا نے چاہا
 تو بتوڑے دنوں میں یہ غم و الم دور ہو جائیگا تو کہتی صبا لاکھ قربان کوئی جان کرے نہ بھدا
 وہ جو بت کس کا ہو نہ صاحب ایک مرتبہ آنے کا وعدہ تھا وہ اونھوں نے وفا کیا اب بھلا کیوں
 آنے لگے ایک بیچارہ مجھ غریب مصیبت زدہ کے واسطے مصائب سفر کیوں اونھٹانے لگے
 فوق لبون پہ جان عبت ہے منتظر وہ شمع کب آیا نہ اگر حلیہ کو بھی آیا تو ہم جانیگے اب آیا نہ
 دلربا جب شہزادی کی بے اعتنائی اور بے پروائی کا خیال کرتی تو کہتی کہ ہے ہے لوگو خدا کی
 قسم ح ہے میسر ہے وید جو رو کے مرید بھی دنیا میں کم ہونگے صنوبر جواب دیتی حرات آہ کیونکر
 نہ خدا کیسے وہ پیارا ہوتا نہ وہ نہیں ہم میں کہ وہ جس سے ہمارا ہوتا نہ یہاں تو شب و روز عشق
 میں جلنا شمع سان بکھلنا رات دن آہ و زاری ترقیوں پر پتھاری تھی وہاں فلک ستم خاں روپے
 آزار تھا اپنی گھات میں لیل و نهار تھا یعنی شہزادہ سیاہ فام جو فرار ہو گیا تھا صاحب کا باب فی النار
 ہو گیا تھا چند روز میں دو لاکھ سوار ساتھ لیکر چھ دوڑا اور یہ ارادہ کیا کہ یکایک شہر میں جا پڑے
 جو مقابل آئے اوس سے لڑے پھر محل میں گھسکر بادشاہ شہزادی بانی فساد کو گرفتار کیجیے اور بادشاہ کو
 بھی سزا دیجیے یہاں تو ایک دفعہ دھوکا کھا چکے تھے بڑی زک اونٹھا چکے تھے وزیر باندیر پہلے سے
 ہوشیار تھا ہر طرف سے خبردار تھا جا بجا گڑھوں پہاڑوں اور ٹیکروں پر مورچے لگائے تھے سلامت
 کوچہ کھدوائے تھے قلعہ فلک شکوہ کے برجوں پر توپیں چڑھائی تھیں گندکی حفاظت کے لیے
 کے گنڈوں پر فولادی سیخیں جڑوائی تھیں فوج نہایت آراستہ ہر طرح کی حرب و ضرب سے پست تھی
 شب کو تین چار گوس تک روز گشت کرتی تھی طلبا یا پھرتا تھا جو اکیلا دو کیلا آدھی رات بچھلے پرے
 روند والوں کو ملتا ہے اجازت جانے پاتا غرض کمال بندوبست تھا کسی کو کسی طرح کا گھٹکانہ تھا
 ہر ایک المست تھا وہ ملعون جو باگین اونٹھا لے آیا آگے نہ بڑھنے پایا شہر سے سات گوس پر و صبح
 تھا فوج نے وہیں روکا گولہ انداز لے گولہ مار کے وہیں لوکا بادشاہ کو خیر ہوئی تمام شہر میں شہر ہوئی
 وزیر پچاس ہزار پیدل اور ساٹھ ہزار سوار لیکر لپکا آتے ہی میدان میں فوج کو جمایا دس ٹہنیں
 ہمیں اور دس ہزار کے قوپنا نہ پشت پر سوار پانچ چالیسین سلامت کوچے میں ٹھادیں دس ہزار
 پیچھے مدد کے واسطے رکھیں پھر تو وہ جم کے لڑائی ہوئی کہ گاؤں زمین کے پائوں اوکھڑ گئے آسمان کے
 گنڈے جھڑ گئے زمین ہل گئی ادا زلزلات الارض زلزالہا کا نقشہ ہو گیا دھوین کے بادل بنے روئی

کی طرح او نے لگے حشر پر پا ہو گیا یہاں تو یہ جنگ عظیم ہونے لگی وہاں اوس آفت رسیدہ روزگار
 یعنی صنوبر بقیار کے کان میں جو دفعتاً توپ کی آواز آئی وہیں دل دھڑکا کہ شاید آرا مہر دل
 کے آنے کی سلامی دغی طبل جنگ صدا پر دھمکا ہوا کہ پھر وہی کجی جب لوگوں کو ہراسہ دیکھیا
 اور شہزادے سیاہ فام کے آنے کا حال سنا پھرے پر مرنی چٹا گئی جان سینے میں تلملا گئی
 بقول شخصے موے پر سووڑے سکتا ہو گیا چھت سے آنکھیں لگ گئیں در تک تلملگی بندھی رہی پھر
 غش آگیا آنکھیں بند کر لین لوگ ایک تو پریشان ہو رہے تھے اور بھی جیواس چوٹے جلدی جلدی
 گلاب چھڑکا تلخہ سوکھا یا بارے خدا خدا کر کے بڑی دیر میں ہوش آیا آہستہ آہستہ زبان فصیح فرمایا
 کہ ہاے اے فلک یہ کیا کیا بیٹھے بٹھائے پھر فتنہ اٹھایا یہ کیسا حشر پر کیا اسے ظالم سمجھتے
 موت مر رہے ہیں زندگی کے دن بھر رہے ہیں میر وزیر علی صبا کس دن شب غم جان کو آنت
 نہیں ہوتی پد کس شام سے یاں صبح قیامت نہیں ہوتی پد اب یہ اور آفت اٹھائی اچھا جو
 تیری رضایہ لکھ خاموش ہو گئی روتے روتے پھر بے ہوش ہو گئی اب جاے غور ہے کہ ادھر تو فرق
 کا زور اور ادھر اس قمر ساق کا شور حجب کے غم فلک کے جو رستم عزت کا خیال آبرو کا دھیان جن
 باتوں سے متفرج تھے نام سے تنگ و عار وہی کب بر روے کار او سپر فرایہ کہ فراق جاذبان جوائی سی
 مصیبتوں میں پھینسا ہے وہی کچھ خوب جانتا ہے صنوبر کو جو غش ستہ افاقہ ہوا اور انھیں باتوں
 کا تصور نہ رہا تو ہنس کر کہا لا اعلم غم صیادو خوف باغبان چرا دو غلے میں ہمارا آشیان ہے
 پھر رو کر دعا مانگی کہ اسی میں سخت مکیبت میں گرفتار ہوں پابند آلام بے مونس بے یار ہوں
 آجکل ہمہ فلک ستم شمار کی بڑی عنایت ہے کہ ایک مواب نے تقصیر کر پے آزار و اذیت ہے
 شکر ہے شکایت نہیں لگا اب نہ جاے ماندن نہ پائے رفتن سخت ناچار ہوں کیا کروں تو بھگت الہی
 تو قاضی اسحا جات سواے تیرے اور کس سے کہوں صدقہ اپنے غر و جلال کا مجھے ناکام کو اس
 سیاہ فام موزی پلید سے بچا اور یہ نقد اپنے حبیب کے مجھے مجبور و راز سہرور کو میرے محبوب
 سے ملایہ لکھ دل جو بھرا یا خوب روئی پھر قلندر طلب فرمایا اور با چشم خونبار شہزادہ فراموش
 بادہ انبساط کے سرشار کو نامہ لکھا اور گہوڑے کے گلے میں باندھ کر ملک فارس کی طرف روانہ
 کیا یہاں دل میں طائر غم نے آشیان کیا

ورجوت کر فیروز اثر صحراے پر فضا میں کیفیت اردو می

اور نامہ پہونچنا صنوبر کا بیکر ہونا آرام دل لبر کا پھر متوجہ ہونا نظر
ملکے ارباب کے شہزادہ سیاہ فام سے لڑنا اوسکو بھگانا اور شادی
کرنا صنوبر سے

پلاسا قیاب گلنار رنگ + کہ اب ہجر میں بہت حال ٹھگ پلاسا غر بادہ ارغوان پلکھون اک سنے طوکی
دہستان + میکشان خجنا نہ سخن و تازہ کنندگان دستان کن رقم کرتے ہیں کہ شہزادہ آرام دل
بازاران ہزار کرو فرشکریہ و زائر شاد کام فائز المرام منزلیں طو کر اچلا جاتا تھا جب سرحد ملک تیار
سے نکلا ایک دوسرے ملک میں پہونچا شہر سے سات کوس آگے جا کے ڈیرے ڈالے خیمے ایتادہ
ہوئے پلٹنیں جو آگے تھیں لال پردے کے قریب پہونچا پتھ گئیں دوسرے اودھر اودھر جم گئیں وری
خجے لگی سلامی کی توپ رختے لگی پلٹنوں کی پشت پر سواروں نے طینچے سر کیے سیف نکال کر سلامی
دی جب سواری خیمہ فردوس منزل میں پہونچی پلٹنوں کے نشان گڑھ گئے سپاہیوں نے کمرین
کھولیں سوار اوترے کھوڑے رسالوں میں بندھے توپ خانہ الگ کھڑا ہوا ایک طرف فیلخانہ
بنا ایک سمت رختہ خانہ اور شتر خانہ درست ہوا بچیرے شامیانوں کے نیچے خاصے کھوڑے
جدا جدا خیموں میں پانچ کوس تک اودھر پانچ کوس تک اودھر سپاہیچ میں شہزادے کی
فردو گاہ خاص بردار سہار پردہ شاہی کے گرد حلقہ مارے ہوئے اپنے اپنے خیموں میں عیش
و آرام پہرہ چوکی والے ہوشیار سب خبردار اودھر پلٹنیں اودھر خاص بردار اودھر توپ خانہ اودھر
سوار سچ میں اردو بازار آہستہ ہوا دوکانین جم گئیں کٹورہ بچے لگا کر ایک اپنی اپنی دوکان
بچے لگا حلوائی نان بابی کبابی عطار پیساری کتھرے برف و آئینہ و آئینہ پھول و کوئی آواز
لگاتا ہے ملائی کی برف کے کوئی شاتا ہے حلوا سوہن ہے جاڑے کا کبھی نہ آئی تڑا قاسے پٹی
میں کبھی صدائی گلاب جامن ہے مصری کی ڈلیان کوئی بولا لونگ چڑے کباب کسی نے
کہا کھٹے ہن موتیا کے اور دوسرے جا بجا باقینین عجب آن بان سے کورے کورے ماریے
مارے کیے چلمیں برابر برابر آگے رکھے ہوئے اوہین سلفے کا تما کو جما ہوا لکڑ والے پھرتے گلے
میں غلتے ہاتھ میں حقہ دو چلمیں ایک طیار حقے پر دوہن میں رومال وہ غلبہ کے اندر لشکر کی زڈیاں
نوجوان پانوں میں زونخلی بوٹ گلبدن کا پاجامہ سامر لٹ کی چوڑی چوڑی گوٹ دیکھنے والوں
کا جی بوٹ بوٹ لایہ کی انگلیا کرتی مصاحفہ ٹکارتی سر کی پیٹ کھلا اوپر سے دوشالے کی فرد

اور تہ ہوئے چوٹی لہنجی دمان و شفاف کچکے کامو باف جی جی گاوری کلہ میں دبی ہاتھوں میں
 سر نے کئے کہ ہے ہاتھوں میں تین تین چھڑے گلے میں چنپا کھلی دھکک کی بازو پر نور تین ناک میں کھل
 ہاتھ ان میں سارے سارے سینے بالیاں ناز سے پانچے اوتھائے تہو رمی پر بل ڈالے ناک بھرن
 تہو سارے ہتھیلی کی سن و ہمال کی تمام لشکر میں دھوم دیر سے پر عاشقوں کا ہجوم جون کھٹے کھٹے
 میں ڈالے ہاتھ بیاں ہاتھوں میں سنبھالے نشہ مردانگی کے متوالے ایسا یوں کی طرح بازار
 میں ٹھٹھکے کوئی جلے میں بیٹھا طبل بجاتا کوئی لکھنؤ کی ٹھمری کا آغرض یہ کہ جنگل میں نکل ہو گیا
 آرام دل مع ترقی خواہان و جان نشان زربفت کے شامیائے کے بیٹھے جو اہر نگار
 کرسی پر بیٹھے یہ و تماشا میں مصروف تھے خیمہ سلطانی میں ملکہ جہان اپنی خواصوں اور سیلیوں
 کے ساتھ بیٹھی منتظر تھیں کہ جو صحن فرد گاہ میں واقع تھا ملا خطہ کر ہی تھی یا ددطن میں ہر دم دم سر دیکھ
 رہی تھی کہ اس عرصے میں ایک کبوتر بے قرار و مضطرب پاس کے مارے تھرتھرتا پانی کی طرف
 جاتا نظر آیا ملکہ کا جی لپچایا فرمایا اسے پکڑو خبردار جائے نپائے مگر بانی پی لینے دو جب کبوتر پانی
 پھر نہایا اور پر کھم لگاؤ رہا بازو جھاڑے دو چار خواصین لپکین دوپٹہ ڈالکر پکڑا قمر النساء میں تھڑا
 کو دیا ملکہ نے اسے ہاتھ میں لیکر پکار کیا طائر تیز بال ہمارے فرخندہ حضال فرخ خال کے گلے کی
 بال جو ہواست اوہست ایک کاغذ نظر آیا ملکہ نے ٹٹولا پھر جلدی سے کھولا اور پڑھا لکھا تھا



نامہ از مصنف

ایو جان و جان جان عالم | ایو کلین بوستان عالم | ایو غنچہ گلشن تننا | ایو بل شاخار زیبا
 ایو عاشق نار حسن افرو | ایو ہر ویا حسن افرو | ایو میر ویا دلبانی | ایو گوہر ویا کج اجانی

اے باقی ظلم و جور و آزار لے دیر و حسن باختم ہوں ایہ عاشقوں کو تیرے واسطے جو بچہ لب ترا شکستہ ہے اب تو یہ حال اولاد کا لاغر زین وہ ہجر میں بھٹکا و یغین تری جبر میں پریشان ہو تھو پہنچ بڑی جفا و ٹھانی یا تمک تو جو کچھ گذرتی تھی شہزادہ سیاہ فام آیا اندر کوئی دم میں ہو دھل کیا دیکھیں فلک کھٹا افسوس بیتابی دل سار ہی ہے یہ تار سخن کا قاصد لے	اے ظالم و قاتل و تنگ ایہ ہر شکل فدا فراموش اے دل جہان کے جلائیو شیر مردہ کنہ لہر سپہ تیغ و بوتے میں جس سے روز تاشم جیتے ہیں بس آہ کسہار آکھیں تیرے واسطے میں گریا کس دن ہر کلائی کو کلانی پراگے کچھ اور دیکھتے ہیں دولا کھ سوار ساتھ لایا خلقت کو بنا لیکھا وہ بل افسوس ہاں کھا افسوس جان اب تو لبونہ آرہی ہے اور جلد جواب کا لادے	ایہ عاشقان ابر حیدر ایہ باعث سہر عائن ایہ دس کر تہ زبان ہر جہم وعدہ تو کیا تھا جانتے جانتے سے رات کو گواہ گریہ زاری فرقت کے سببے جہان بکھا اب رو کا قلم تو ہی نہ خضر کہا حالت جسم ناتوان گرد و غبار میں لپٹا آئے ہی لیا ہر شہر کو گھر تاراج کر گیا ملک دل کو گرزیت ہاں ہی تھا ہو ہم زیت سوانی تھا ہو	اے زخمی غم و حسد اے وعدہ و خلاف محو ایہ نکو سہم تیر کا ترے سہمی نہیں چھوٹی جوا دو کو ٹرپ اور بے قرار ہے سارے بد نکو ہیرا مگر کان بہت درام خون لڑی جان بس کوئی دم میں لپٹا حال دل غمزہ سنائیں قسمت کا لکھا دن کو تیرے لیجا لیکھا مجھ سے متصل کو تو بہشت ایمان تم آؤ کو جو کہ قابل جفا ہیں نامہ پڑھتے ہی ملک کے آفسور گریے بے اختیار دل
---	---	--	--

بھرا یا خوب روئی اوسی دم شہزادے کو بلایا خط دیا اور فرمایا کہ ہاے عشق کی بخت بھی کیا بڑی ہلا ہے
جسکے مریض کو کبھی صحت نہیں سمجھیں تڑپے دیدار کو ترے تمام عمر فراق میں ہزار طرح کے صدمے
اوٹھائے آخر تمام ہو پھڑک پھڑک کر مر جائے جان سے گذر جائے مگر وصال تا قیامت نہوا افسوس
جسے دیکھا گو کرنا سے دیکھا جانے ہوئے کتر جان کھوئے اکثر نالا اخل یہ عشق وہ ہے کہ تیر کو دم
میں اب کرے لگا دے دل وہی جسکو خدا خراب کرے عا شق لڑائی سے ایک دم وصال سے
محروم ہے معشوق با وفا پیدا نہیں کوئی والدہ و شیدا نہیں اگر ایک آدمہ ہوا تو اسکا اعتبار کیا
الشاہ کا معدوم ہے والدہ تبون کے دل میں مہر فرا نہیں یہ میوفا کیسے آشنا نہیں کوئی مرے
یا جیے انھیں مطلق پر دا نہیں وہ جو کبھی عاشق کا غم کھاتے ہیں بر سر رحم آتے ہیں تو یہ تامل
ربانی ہے اوسکی عنایت کا سبب ہے ورنہ کرم انعام ہے لطف انکاعین غضب سے پیشتر
سے کہا کیوں صاحب صنوبر بر تو یہ مصیبت ہو اور تمھیں یہ عیش و عشرت ہو اللہم زد و لا تنقص
آرام دل تو بڑے جملہ شدت و مسازتھے کرنے لگے بھلا تاؤ تو کیا تیر کرین جواب قلم انداز

یہ طر کرین ملک نے فرمایا کیا خوب سجان اے کیا کہنا گراہی بھیا نی کا جامہ پہنا ہے کچھ کہو اور نہیں
 جسکے دل میں محبت آنکھ میں محبت نہ ہو وہ ہمارے نزدیک بشر نہیں صاحب برائے خدا جس طرح
 ممکن ہو صنوبر کے پاس چلا اور اس پکسی میں اس غمزدہ دل کو نہ کام پانچد آلام کی جنبہ نہ
آرام دل نے کہا بیگم اگر ہزار خط آتے تم تجا ہے مگر یہ آپ کی خاطر ہے پھر نہ کہنا کہ قومی تواس
 ہے چلیے بندہ چلنے کو حاضر ہے غرض ہر رات رہے پھر کوئی ہو اور منتر لکھ ستر کہ کر رہے آگے
 دراب کی طرف چلے وہاں کا حال سنئے کہ سات روز تک وزیر خوب کر آستہ میں روز کو
 بد انجام یعنی شہزادہ سید فام نے یلغا کیا اور ادھر کی فوج پر آڑا شب شب لوہا میں چپا
 لکین تینوں سے چپکا بیان کئے لکین دو ہون لشکر لکے کٹا میش قبض قزوی کہہ دیکھ گے پاس
 کشتی طمانچہ کی نوبت آئی تو بیانیہ نے فرست پائی وہ خونریزی ہوئی کہ ریح قبضہ کرنے کر کے
 حضرت غرانیل علیہ السلام سے ہاتھ دیکھ گئے دوڑنے دوڑتے پانوں بھٹک گئے تیرین ہوا
 کرتے کرتے عاجز آئے رشتہ ان و مالک دو ہون گھبرائے بھک گئے بھولے سے ایک آدھ تھی
 جہنم میں چلا گیا دوشی نسبت میں داخل ہوا استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ عرض خوب
 لڑائی ہوئی دشمن بالی آتا تھا ادھر کی فوج کافی چھوٹا جاتا تھا شہر میں کھلی تھی اسان و جیہ ان سکا بیک
 تھی بادشاہ اور بیک صاحب سہا جی کی رتبے گھبرائے بدحواس نگ مہل میں صنوبر کے پاس بیک صاحب بار بار
 زمین پر سجدہ کرتا تھا تو عیال کی تسبیح پڑھتے پڑی بوڑھیاں مہل میں پرانکین رگوتین بادشاہ لڑکی کو
 گود میں لیے چھاتی سے لگاٹ ناد علی پھر پھر کے دم کرتے تھے ہر دم دم ہر دم دم تھے صنوبر دیکھا
 دھڑلہ پاپ کی تو دین مٹھی چہر بکا رنگ فوج چوم غم سے سیدہ شق آنکھ سے آنسو جاری کچھ عجیب عالم طاری
 دانتوں میں دبائے نہ روپا دھائے بند و بولی کو اور شتی ادھر ادھر سر دھتی خوب ہر اسان آئینہ دانیرا
 زندہ سی ہاتھ دھوئی ہوش کو اس کوئی ہو پر چسرت ارمان اور چپکے چپکے یہ شہر در زبان رند پروردگار
 صدے جو مستوم میں یہ تھے نہ لوٹے کا ایل تو ادیا ہوتا بچا سے دل و بیان تو یہ حال تھا
 وہاں آرام دل نے ملک دراب میں پہونچ کر شہر سے دو کوس ادھر خمیر ڈالا ملک نے شہر او
 سے کہا ہمیں صنوبر کی ملاقات کا کہال اشتیاق ہے اگر اجازت ہو تو جائیں شہزادے نے کہا
 بسم اللہ کیا رضا اے عرض ملک کی سواری تو شہر میں آئی اور شہزادے نے منع سپاہ رزمگاہ
 کی طرف گھوڑے کی باگ دیشانی شاہ کو پرچہ لگا ملک حسن افروز کے آنے سے آگاہ ہوا
 فوراً سوار ہوا اور شہزادہ کی قینا سے دیدار میں روانہ وہ شاہ ہوا بیان خواصون نے جلدی

بلدی رنگ محل کو آ رہا تھا کیا لوگ سنبھل بیٹھے پوشا کین یہ بیٹھے صنوبر نے جو سنا شاد و ہوا
 بند غم قید الم سے آزاد ہوئی شکر کیا اور کہا مہمندی تو بھی چل جسم سے اسے شمع پہ استقبال
 نکست زلف لیے باد صبا آتی ہے پھر بال جو ہر دو بال سے تھے ایک سے بہت سر کا کر دشت
 کیے دو بیٹے اچھی طرح اور کھانا پینا جو اسے کہہ سن کر بیٹھیں سن کر بیٹھیں ہو گئے تھے وہی
 کھینچ کھینچ کر دست کیے ذرا آدمی کی شکل بنی اس فرور مع قمر النساء اپنی خواہصوں کے ہمراہ
 بڑے تحفے سے رنگ محل میں آئیں صنوبر نے شکر سے دل بھرا زوار و امانت کو اور بھی شکر کر
 سلام کیا ملکہ نے کہا بوڑھ سہاگن صنوبر نے بے پروا کیا یہ سہاگن خدا آپ ہی کو مبارک رکھے یہاں
 فراق بین بڑی لذت اور مٹائی خوب فرمے گئے ہندی باڈائی کیسی محبت کمان کی آشنائی ملکہ بولی
 صاحب کیا خوب جو رو بنے مکرئی ہو بچا کرو اس کے بھول گئیں میرے پاس تو طلبی کی دستاویز
 موجود ہے غرض یہ رمز و کنیہ ہو کر پھر باہر کی ملاقات ہوئی صنوبر ملکہ کا ہاتھ پکڑ کر چند خواہصوں
 کے ہمراہ زمر و محل میں گئی وہاں سے کوہنوں کا میدان لشکر کا ہر جوان فطرانا تھا یہ دونوں
 پیغمبر کی جالیوں میں سے لڑائی کی یہ دیکھنے لگین دیکھا کہ فوج عدد ہزار در ہزار ہے اور ہر



لوگ بھاگے آتے ہیں اور دھڑ سے بار بار سے ہر کیا دیکھی ہیں کہ شہزادہ سمند برق دم پر سوار سر پر
 تاج شاہی ہاتھ میں وہی تہی سجا سے تلوار لگا لاکھ ڈیڑھ لاکھ سوار سب کا ایک پرتلواریں ہوتی
 گھوڑوں کو میٹھی میٹھی پوئی اڑھائے دستے کتر کے بائیں طرف جھکے وزیر جو پہلے سے اڑا
 تھا گھوڑا جھپٹا کے شہزادے کے قریب آئے ہی قدم چوم لیے پھر کچھ مشورہ کر آرا مل

نے رخش کی باگ اور لٹائی فوج مردوں جاڑا دشمن کی جان پر آفت آئی خوب لڑا خالی ریکڑوں
 سوار پر چمچی کا ہاتھ بھر پور لگا یا سر پڑا کہن نہ اڑا مع گھوڑے چار کڑے کہے کہ یہ ہے زمین پر
 دوتہ آیا اوس رو میں نگہ نہ تھک و دو میں جس پیدل پیدل پر ہاتھ پائیا سلطان زفر نہ آیا جیسے
 صابون میں سے تار نعل کیا مارتے مارتے سزا کر دیا دشت لاشوں سے بھر دیا حساب کیا تو سزا
 کے جسے یہ زمانہ ایک ایک شکار بھی نہ آیا بہت سے سواروں کی تلواریں پیاسی گھنٹیاں اور منوٹے
 مردوں کو چہرنگ بنایا لہو نہایت اپنے بدن پر چپکا لگا کے تھوڑا بہت خون چٹایا ملک حسن فرور
 اور صنوبر و سوزہ و لڑن (پنہ) جو اس میں نہیں تھیں بال کھولے ہوئے گھبرا گئے قبلہ کی طرف
 ہاتھ اٹھا اٹھا کے دعا نہیں مانگ رہی تھیں بارے شکر خدا کہ شہزادہ دشمن پہلے ریلاب ہوا خبر
 پیش شاہ داراب ہوا فوج عدو میں سے کوئی دشمن نہ پہنچا سب وہیں کھیت رہے مگر شہزادہ سیاہ
 بچا جان پکار کجا کے بادشاہ شہزادے کے قریب آئے قوت اور جوانمردی کی قرصیت کی باگی
 پر سوار کہے محل میں لائے ملک حسن فرور اور صنوبر و لڑن زہرہ مشرعی پھر رنگ محل میں آئیں
 دس ہزار اشرفیان شہزادے کے صدر تے گین اوسی دم جابجا مسجدوں اور مدرسوں میں فقرا
 طلبا مساکینوں کو بھجوائیں پھر شہزادے کو طلب نہ دیا وہ قشریٹ لایا صنوبر کا عجیب حال ہوا
 فرما سرور نشاء محبت سے چہرہ لال ہوا آرام دل جون جون تدم زمین پر کھٹا تھا صنوبر کی
 آنکھیں سچی جاتی تھیں دل استقبال کو باہر نکل آتا تھا شوق وصال دل میں گدگدی کرتا تھا دم
 بدم ستا تھا شہزادہ اگر سند پڑھتا مگر جیسے کوئی مہمان آتا ہے یا عاشق کہ اپنے عاشق سے
 شرماتا ہے اول ہی ملاقات میں چھپا جاتا ہے صنوبر نے ملک سے کہا ہمیں اسنے ملال سے بلب
 صدمہ کمال ہے کہ یہ اتنے دنوں کے بعد آئے مگر بچوئے مرنے سے یہ بھی نہ کہا کہ اس عورت میں کچھ
 کیا گندی یا اب تیرا کیا حال ہے ملک نے کہا بس یہ بڑے بیوفا ہیں اپنے مطلب کے آشتیان
 بیان تو یہ میرے دباؤ سے آئے ہیں ورنہ یہ تو درکنار تم کبھی انکا سایہ کش و کچتیں یہ وہ بیروت
 پر دعا ہیں شہزادے نے فرمایا بس تو اخواشہ مند نہ کیجئے خاطر کی نیکی یہ باتیں بھول گئیں (ایک اور الامام کا
 ہمیر نہ مصر و جانتے ہیں آپ کو اسنے کمال محبت ہے آج کی نہیں مدت سے ہے اور بندہ تو ہمیر
 ہے ملک بولی ہاں بجا ہے اس میں شبہ کیا ہے محبت نہ تھی تو آئے کیوں تھیں زبردستی بیان کا
 کیوں قصور و عاف ہو اگر مر آئے دل رنگ کہ ریت سے صاف ہو کبھی لمبی باتیں زبان پر نہ آئیں مگر
 تمہاری توان و فن و توانی پر طبیعت بڑھی ہوئی ہے ہر وقت آستین چڑھی ہوئی ہے ہر ایک سے

اوجھتے ہو اپنا سا سبکدوش تھتے ہو مہمان تو رشک و حسد کا نام نہیں، تو توین میں لڑائی جھگڑا کج سمجھی شہزادہ
 کا کام نہیں صنوبر نے چپکے سے کہا غدا کے واسطے جاے دود و در کرو اس سے کیا حاصل پس چپ
حضرت غالب شکوے کے نام سے ہمیر خفا ہوتا ہے یہ بھی مست
 کہ کہ جو کیسے تو کلا ہوتا ہے پر غرض دیر تک یہی جہت ہی طعن و تشنیع راز و نیاز چھیر چھپا رہتا تو
 بجا و شکر بخشی کی باتوں میں عجب کیفیت یہی پھر ملکہ حسن اقر و زین صنوبر کی ماں کے پاس لی وہم سلام
 بجا لائی اوسنے چھپاتی سے لگایا تری تعلیم کی آکون پر بٹھایا اور فرمایا کہ بی بی صنوبر ہوائی لوڑیوں
 کے برابر بلکہ اوسے بدر سمجھنا کہ کبھی ہمتا رہی تو اور داری سے منحرف نہو کی ملکہ نے سر جھکا لیا اور
 شرم سے کچھ خواب نہیا پھر صنوبر کے پاس لے شب بھر وہیں رہی تمام رات عیش و نشاط میں
 بستر چوٹی پہنستے کھلتے عطر ہونی دونوں بکا مارہ ملکیا ایسی محبت ہوئی کہ سلف سے آج تک
 کسی میں کم ہوئی ہوگی صنوبر شہزادی کو سادی شہزادے سے پہلے ہو چکی تھی مگر دولہا کے نام
 میں بڑا اختلاف تھا سلطان عالم آرام دل اور شہزادہ سیاہ فام میں بڑا اختلاف تھا دو باہ
 عقد کی صلاح ہوئی بادشاہ نے پانچ لاکھ شہرینی کا چوتراہ بنوایا اور ستائیسویں رمضان المبارک
 بعد نماز جمعہ شہزادہ بلند تخت کیوں مانگا کہ اوسی چوتراہ پر بٹھا کر موافق شرع شریف دین
 مسین زاد ہما انتہ شرفا خطبہ بنگلے پڑھوایا وہ درہم شرعی پر مہربن بھا پھر شاہ نے اپنا تاج شہزاد
 کو بٹھایا سیف کمر سے باندھ دیا تھلا آگے رکھا سلطنت کا مالک کیا یہ ہمیر دیا اور آپ اسی روز
 سے دنیا کو لات مار کر قناعت گزہ ہوا سب کتنا روکش ہو کر گوشہ نشین ہوا نو شاہ نے اون اشرفیوں
 کو لتہ دیا اور طعام دلیمہ تقسیم کیا دوسرے روز جب شاہ مشرق اورنگ فلک پر جلوہ افروز ہوا
 آرام دل نے تخت پر چل فرمایا اور صنوبر کے بھائی اپنے سارے کو جو بہت صغیر سن تھا
 گو دین بٹھایا امورات ملک شہزادہ آراکین سلطنت بحسن و خوبی انجام پانے لگے بنا ظلم و ستم
 مندم ہوئی لوگ با سایش رہنے لگے ہزار طرح کے آرام پانے لگے غرض شہنشاہ کشورستان
 آرام دل جان جہاں دونوں شہزادیوں کے ساتھ حش میں مصروف ہوا غم وطن بالقوہ رہا مگر
 بالفصل موقوف ہوا

روانگی آرام دل اوسوی وطن طلسمی شیشے کے جہاز پر سوار ہونا شہزادہ
 سیاہ فام کے دام میں گرفتار ہونا اوس ملعون کا توپ مارنا جہان

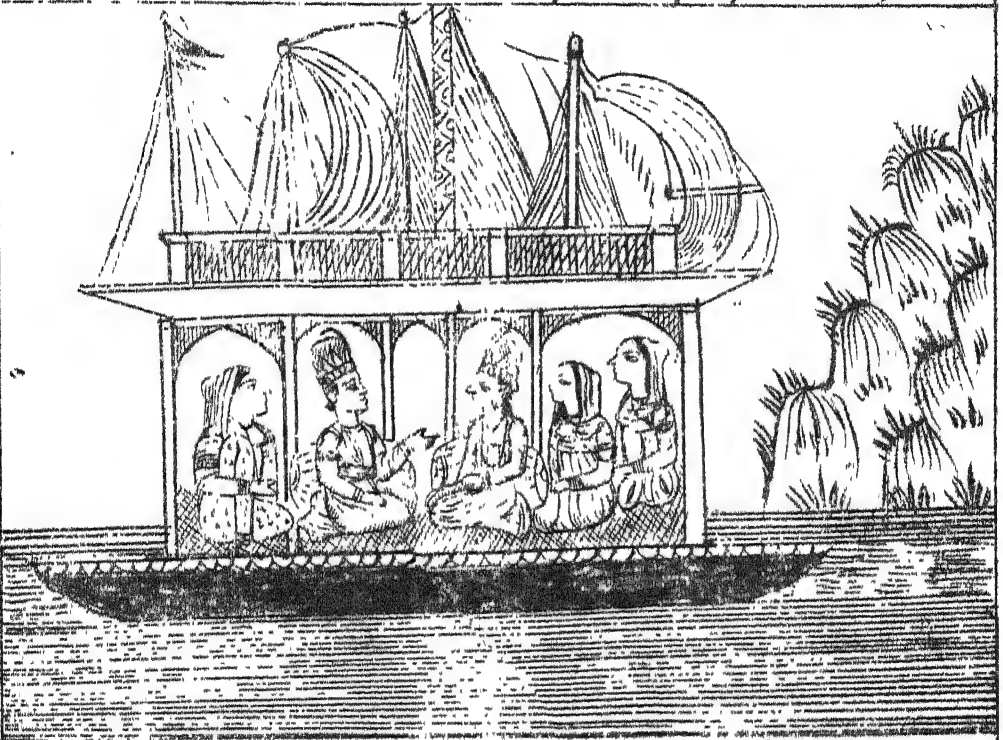
کو تباہی کے گھاٹ اودھنا شہزادہ اور شہزادیوں کا تباہ ہونا پھر

بغضیات با مح المتفرقین پیرون کا ملنا اور سیم تن کا بیاہ ہونا

شہزادان قارم معانی احوال غوامہ ان کہت میاوردہ گوہر مقصد در غریب بحر ناکامی نا آشنا سے
 زریان و سووکتے میں کہ ایک روز شہزادہ آرام دل با ہم ملا حسن افرود اور منور قلقلہ
 مشمن تاج پر لب دریا بیٹھا کیفیت تماطم بحر موج اور تماشا ہے پتیا ب و طے و گرد آب ہو اکا زور
 پانی کا زور و شور دیکھ رہا تھا شراب کے نشہ میں لکایت کہتے انکا بیکم شہنشاہی پانی کے اندر جا کر
 سیر کر رہے آبی جانوروں کے مکان انکے انڈے بچے اور نکلنا پھرنے کی کیفیت بھی دیکھتے
 ملکہ بولی بان نہی لہرائی خوب دل میں سمائی بھلا پہلے یہ تو فرما تے انسان کا کام ہے
 کہ دریا کے اندر جاے اور سیر کر کے سلامت پھرے حضرت طلسمانی کے سفینے کین
 البتہ سیر کی جو خدا کی قدرت ہے ہا نور کیا دریا میں ملک آباد ہیں صائب تحت و تاج امیر وزیر
 محتاج ہر طرح کے لوگ رہتے ہیں شہزادے نے کہا تے تو کتاب میں لکھا دیکھا ہے ہم اگر تحقیق
 اکتی پر سار کر کے پانی کے اندر اچھا ہیں اور سیر کرکھائیں تو کچھ انعام دو کی لکایت عرض کی فی الواقع
 اہل روان کے دیکھنے سے آدمی کی عقل تیز ہوتی ہے سیر دریا جنوں خیر و خشت انگیر ہوتی ہے اگر
 حضور کے ذہن مبارک میں کوئی بات آتی ہو طبیعت لہرائی ہو تو عجب نہیں آرام دل نے فرمایا
 ہاں ارادہ ہو کہ سفینہ آگینہ بنوادن اور چین تک چین سے اسی پر سیر کرتا ہوا جاؤں پھر زمر و محل میں
 اگر سفید و یو کو بلایا وہ آیا شہزادے نے کہا ایک جہاز چاہتا ہوں جس میں بالکل حاجتی آئینے لگے ہوں
 اور کل کام کل سے نکلے کل دبانے سے پانی کے اندر روان ہو جب شہزادین بٹھ جائے درالشاہ
 پاسے اور اذبحر آئے پھر جب پرزہ دبا میں تہ آب ہو جائے اور روان ہو وہ بولا بہت خوب کل زیر
 قلعه او سکالنگر ہو گا جیسا حضور سے ارشاد ہوا انشاء اللہ تعالیٰ اوس سے بہتر ہو گا دیو تو یہ کہکر
 رخصت ہوا شہزادے نے محمود کو مع فوج ملک خاندیں کی طرف کوچ کا حکم دیا اور فرمایا کہ مادر و النہر
 میں بحر عمان کے کنارے ہمارے منتظر رہنا کسی سے یہ حال نہ کہنا اوسنے حسب الارشاد سفر فرمایا
 کیا شب کو سب افسروں کو حکم سنا دیا جب ماہ غواص محیط ملک ساحل مغرب میں ڈوبا اور مہر
 آشاہے بحر پہر کنارہ مشرق سے تھر تھرتا نکلا محمودوں ٹکر ٹکر خزانہ روانہ ہوا اور جہاز بھی آ پہنچا
 آرام دل نے دربار عام کیا کیا خوب انتظام کیا کہ اپنے سالے کو سسرے کی جگہ اور نگ نشین

کے تاج بختا خرچ معاف کیا واقعی بڑا انصاف کیا جب اس سے فرما رہا ہوئی شاہدینا اگر ہے
 خیر اور اصلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا نصرت طلب کی اوس ہی سنے بزدلی اہانت و عی ملکہ
 حسن افرورنے وہیں کہ کہ حضرت انھیں منع کیجیے دریا کی راہ جائے نہ تھی سنتی ہوں ایک
 جہاز آیا ہے نہ اجائے کہان سے سنگو آیا ہے کسے بھیجا ہے کوڑا لایا ہے پانی کے اندر
 چلتا ہے ہوا سے کچھ سوکار نہیں باد موافق کا مخالفت پانی کے اندر ڈو کے چلتا ہے عقل
 متفق نہیں کہ اوپر سوار ہوں اہل سے ہکنا رہوں مفت جانیں گنوائیں بیٹھے جتنا سے جتنا
 اوٹھائیں اور دیرہ و دستہ سفینہ عمر زورق زندگانی کو و طہ پاکت میں ڈوبنا زبردستی نہاں کیا
 کہان آیا ہے کوئی حدیث ہے کوئی آیہ ہے بلکہ ولا تقوا بائیکم اسے اللہ کا تہ خدا ہے بھی فرمایا
 ہے شہزادے نے کہا دریا میں نکتہ انگیر ہوا ہے اکثر فساد اسی سے ہوا ہے جب قبول مختار
 اوس جہاز کو ہوا ہے علاقہ نہیں تو پھر کچھ پرواہ نہیں یوں تقدیر کا علاقہ ہوا ہے اسلمین گفتگو
 نہیں ان اللہ علی کل شئی قدير ہر چیز پر قادر خدا ہے ورنہ ذرا سوچو تو ایسا کرب بھی اہلین غم رق
 ہوتا ہے پانی میں جانے کل کے جہاز اور باد بانی میں بڑا فرق ہوتا ہے یہ ککر جہاز پر تشریف لایا
 شاہ داراب نے ملکہ کو بھیجا یا اور فرمایا کہ صاخر اوی ہم مجبور ہیں وہ مختار ہیں خدا فرقت گوارائیں
 مگر مشیت انہی سے چارہ نہیں کیا کریں ناچار ہیں لازم ہے کہ تم بھی اوسکا حکم بجالاؤ جہان جس
 طرح لیجائیں بے تامل جاؤ خدا نکر و ذرا سی بات پر نہ اڑو شوہر کی عدول حکمی میں خدا و رسول
 صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے وہ اگر آگ میں جھونک دین اوسے گوارا جانو یہ تو بھلا پانی
 سے لوسم اللہ طیار ہو وہ منتظر ہونگے جہاز پر سوار ہو یہ ککر صنوبر کو ساتھ لیا ملکہ حسن افرور
 کا ہاتھ میں ہاتھ لیا اور خضر و دانے سے ٹکڑا لب دیا تشریف لائے ملکہ نے دیکھا شہزاد
 سوار ہو چکا صنوبر کا ہاتھ کپڑے مع قمر النساء اور دل باچند خواصوں کو ہمراہ لے جہاز پر ہو گئی اور
 فلما لبسم اللہ مجربا و مبرسنا جب سب سوار ہوئے جہان پناہ بہت اشکبار ہوئے عیون
 سے رو رو کر کھرام میا پھر کئے دعائیں دیکر دوسرے مابین لین ملکہ نے صنوبر سے کہا خدائے
 شکون بہ ہوا دم رکھتے ہی کان میں رونے کی آواز آئی یقین جانو جہاز کی سواری شہزاد
 کو بنا ساز آئی بے طور دریا سے الم مع زن ہے رہ رہ کر دل خوش میں آتا ہے ہر چند سنبھالی
 ہوں لیکن لطمہ اندوزہ و غم میں خود بخود دل ڈوبا جاتا ہے میر وزیر علی صبا گوشت
 آسمان کے چکار ہے بہن ہم پر کشتی ہماری گھوم رہی ہے مجبور کے ساتھ غرض شہزاد

آرام دل تو مصروف سیر و تماشا کار ملک حسن با فروز خواص گردا ب تفکر صنوبر خرقہ بیاں تیر و تیر
بحر غم و الم کی آہن دو گھڑی جہاز و پر ہا پیر یکایک پانی کے اندر ڈوب کر روان ہوا ڈوبتا ہی ایک
منور صحر و رخشان کی طرح چمکتا ہوا نمایاں ہوا بلور کی تہمت میں ایک جلی آئینہ در و آفتاب سے



زیادہ درخشان ہوا جہان کی یہ قطع تھی بہت عریض اور طویل سر بلند سب جہازوں سے دو چند دیواریں
مع سق بلور کی نوز کے سائے میں ڈھلی ہوئیں شیشہ چاروکل کا دلدار جہاز بالکل گلدار تھے صندل
کی تختہ بندی لوہا نام کو نشین تمام تقری اور طلائی کام اندر متحد کرے سجے سجائے فرش آفریں سے
آرستہ شیشہ آلات سے پیراستہ دن کو طلسم سے مہر درخشان روشن رات کو شمع مایے مومی اور کافوری
کی روشنی سے انجمن کا جو بن ہر ایک مکان میں علیحدہ علیحدہ مسد کیے لگے ہوئے چیمپ کھٹ پھولوں
سے بے ہوسے پردے چھوٹے ہوئے ادھے کبے ہوئے ہر چیمپ کھٹ میں پیکھا اس قسم کا کہ جھٹک
شہزادہ آرام کرے خود بخود اسکو حرکت رہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا سے دل کو فرحت رہے گلہ نشین
میں نئے نئے رنگ کے گل بوٹے جنکو باد خزان کی ہوانہ لگے کبھی جھڑے نہ ٹوٹے پرستان کے سوسے
کشتیوں میں مے انگور شیشوں میں ہر کرہ سجا ہوا ایک سے ایک اچھا سامان عیش ہر جگہ مہیا
کا طول نہایت مستول بیچ میں مختصر سا خانہ باغ روش پیری نازک نہر جاری قوارے سب کیا بالین
قطع دار و عین موتی چنبیلی سوسن کیتکی موگرا مدن بان نرگس لالہ نافرمان گل صد برگ کی بہار ہر چمن

کے گرد چینی کے نوگس و انون میں میوہ دار درخت سراسر بلندی میں قد خویان کے برابر جنگا پھل
 تصور سے تمنہ میں آئے جانور قصد سے لب تک اگر گلاب ہو جائے سر شاخ سر غنچہ و گل بلبل نیر و نستان
 کا جھوم جھوم کر چپکنا چھو لون کی خوشبو سے تمام جہاز کا ممکن لب جو سر و اور شمشاد کے نئے نئے پودوں
 پر قمری کی صدا فاختہ کی کو کو چھوٹے چھوٹے پوندنی آم کے درختوں پر مور کا شور کوئل کی تو تو زمین پر
 سیپ کا فرش اوسکے سروصل میں سبزہ نوخیز نرگس و انون اور کیاریوں کی سی عنبہ بنیر پر نیا دام
 سیمبر زین کمر و دین بال جہاز کے موکل سرگرم کار شہزادہ آرام دل جب بیان سے روانہ ہو ملک
 تفرقہ انداز کو جہاز کی سواری دریائی سیر کا بہانہ ہوا یعنی اوس نافر جام شہزادہ سیاہ فام کو یہ خبر پہنچی کہ
 آرام دل مع پر یوشان حور شمال تری کی راہ اسی طرف سے لبواری جہاز اپنے وطن کو جاتا
 ہے جہاز شیشہ کا ہے پانی کے اندر چلتا ہے نہایت سریت السیرت کل دہانے سے اور پھٹتا ہے
 یہ سنتے ہی زیر قلعہ آیا کمال خوش ہوا پیر گردون نے فریب دیدام مگر پھیلا یا شہزادہ سیاہ فام نے
 اپنے اہتمام سے بہت بڑا جال فولادی دریا میں ڈلوایا اور منتظر وقت رہا شام کو جال ڈالا اوسکے
 دوسرے روز قریب دو پہر طرفہ ناجار و بکار ہوا اگر گردون دام صیاد میں گرفتار ہوا جہاز جو روکا
 کار پر دازون نے مکمل دہائی جہاز سطح آب پر آیا مگر فولادی جال میں اوچھ گیا مطلق نہ چل سکا
 یہ لوگ مستفہر حال ہوئے جہاز روکنے کا سبب پوچھنے لگے اودھر قلعہ پر مورچہ بندی تھی جب جہاز
 قو پ کی زد پر آیا اوس ملعون نے نشست باندھ کر نشانہ لگایا گولہ آتے ہی چھت پر لگا اوسے
 کام تمام کیا جہاز کو تباہی کے گھاٹ اوتارائیتھے بھٹائے دشمن نے میدان مارا جہاز کے ٹکڑے
 اوڑگے پاش پاش ہو گیا کسی کو کسی خبر نہی کون کہہ گیا کون جیتا رہا کون مر گیا صبا ہر گھڑی اک
 طرفہ دکھاتا ہے رنگ واد کیا نیرنگ میں افلاک کے پناگاہ اوس وقت سین پر ی کا دہان گذر
 ہوا اوس نے جو یہ کیفیت دیکھی ملکہ حسن افروز اور قمر النساء کو کہ یہ دونوں بیہوش یکدگر ہم آغوش
 قریب الملائکت عنقریب غرق ہونا چاہتی ہیں اوشکا را اپنے تخت پر سوار کیا اور لے اڑی چند عت
 میں اپنے باپ کے پاس جو کوہ قاف کا شہنشاہ معظم تھا جا اوتارا اور جلد جلد عود قمار سے عنبہ سال
 انکیٹھیون میں سلگا کر ان دونوں کی برووت اور خنکی کو دفع کیا پھر بھکال کے بعد ملکہ کو ہوش آیا ایک
 پیرم و باریش سفید تاج حنوی بر سر عباے ریز و دربر اور ایک پر ی نازنین کو اپنے بالین پر موجود پایا
 کعبہ کرادٹھ بیٹھی حیرت سے ایک ایک کا منہ تنکے لگی سین پر ی نے ملکہ کو بہت ادب سے سلام کیا
 اور اپنے باپ سے یہ کلام کیا کہ حضور یہ شاہ فارس آدم زاد کی صاحبزادی ہیں اور شہزادہ

آرام دل پسر شاہ چین کے شہزادے ہیں یہ سکر شاہ قاف نے بڑی عظیم کی ہاتھ پر بوسہ دیا اور کہا کہ کسا خبر ادی زبے نصیب ہمارے کہ تھے ہمارے غریب نانے کو اپنے قدم بہت ازوم سے فردوس برین فرمایا اور خوشاطالع ہمارے کہ تھے مکو دیکھا پھر سین سے کہا کہ انکو گلستان امین لیجاؤ وہاں کی سیر دکھاؤ ملکہ اوس سلیمان ثانی کے اخلاق دیکھ کر شش رختی پری کی محبت اور خاطر داری سے متحیر تھی سین پری ملکہ کو گلزار امین لیگئی سجان اللہ عجب باغ تھا کہ اگر اوس کے ایک تختے کی تعریف صد ہزار تختے کا غدر بخاطر بجان لکھوں تو عقل سے دور ہے مگر حکماؤن کا دستور ہے کہ بالادیر تک کھلا تیرک کلمہ اس واسطے مشتے نمونہ از خوارے کچھ مختصر لکھنا ضرور ہے کہ روش پیری بلور کی درخت جو اسرات کے جڑ مونگے کی ٹہنیاں پھراج کی پتے زمر کے پھل یا قوت کے اکثر درختوں میں مثل خوشہ انگور لعلوں کا گچھا اور تاک میں مردارید کلان بیضہ کبوتر سے دو چندان و خرم بر بطور قدرت حق کا ظہور طوطی کے زمر کے پری قوت کی منتظر گفتگو میں سحر بیان لعل بقیۃ لعل مگر خوش اسحان بارہ دری عالی شان چارون طرف دیوارین ہیرے کے پھر یا قوت کی انیسین اندر پھیراج کی صحنیاں زبرجد کے دالان یہ سب کچھ سیر تھی ملکہ کی حالت غیر تھی جب سین پری نے ملکہ حسن افروز کو دالان میں لیجا کر بٹھایا ملکہ نے ابدیدہ ہو کر پوچھا کہ صاحب آپ کا نام کیا ہے اور یہ باغ ارم کسا ہے پری نے دست بستہ عرض کی کہ لونڈی کو سین کہتے ہیں اور یہ باغ اسی کہنے کا ہے اسین والد ماجد رہتے ہیں ملکہ پری کا نام سنتے ہی آرام دل کے تصور میں تازہ روتے لگی پہلے تو چپکے بھی رویا کی سیقراری کو ضبط کرتی رہی مگر جب بہت دم گھبرا یا اور عجم غم سے کلیجہ کو آیا تو ہمارے شہزادہ لکھ پری کے گلے سے چپٹ گئی اور چیخ کر روتے لگی ایسی روئی کہ غش آگیا پری نے ہاتھوں پر روکا سنبھالا اوس کے بھی آنکھ سے بے اختیار آنسو جاری تھے بخود ہی کے عالم طاری تھے دیر تک یہی کیفیت رہی دونوں کو غش کی حالت رہی آخر سین نے اپنے خواص درست کر کے ملکہ کو غلجہ سونگھایا بید مشک چھڑکا کچھ افاقہ ہوا ذرا ہوش آیا سین نے تسکین کی باتوں سے سمجھایا خاطر آشفقتہ کو ہر چند بہلایا مگر رونا اوس سے کیونکر چھوٹے تھیں سے ایسا دلبر چھوٹے پچھ پری نے عرض کی کہ ذرا حضور دل کو تسکین دیجیے تھوڑی دیر باغ کی سیر کیجیے دیکھیے میں ایک آن میں گئی اور آئی اور دو گھڑی میں آپ کے پاس شہزادے کو لائی یہ لکھ سین تخت پر سوار ہوئی ملکہ کو وہیں روتے چھوڑا ادھاپ آرام دل کی تلاش میں فلک سیار ہوئی اب سنے کہ جنت تباہ ہوا تھا شہزادہ ایک تھے کے سہارے بتانا نازار روتا اور یہ کتنا چلا ہلا تھا صاحب اسال

دیکھائی دیتا ہے محبوتہ تھا ہے بہ دریاے عشق میں مری کشتی تباہ ہے ہر ملکہ حسن افرور
 اور صنوبر کے فراق سے شہزادے کو مروے سے بدر کر دیا تفرقہ انداز چرخ سناوستے ہمنو نہیں
 اور گلہ نشہ نشاط کو اک آن میں ابتر کر دیا آرام دل سوچا کہ دریا پیدا کناری اب اس دریا
 زخار سے نکلنا بہت دشوار ہے ہر دم اجل ممکن ہے مانا کہ بچے اور کسی طرح نکلے بھی تو کیا ہو گیا
 آرام دل اور دلبر اس طرح دنیا سے اوٹھ گئے اور اونھوں نے ہمارے واسطے زندگی میں یہی
 کیسی بھائی اوتھائیں آخر اپنی جانیں گنوائیں تو پھر ہم جی کے کیا کریں گے یہ سمجھ کر مرنے پر مستعد ہو
 اور یہ شعر پڑھ کر تختہ چھوڑ دیا رند سوا بے غم کا عدم کا فائدہ ہماری بھی دنیا سے رحلت ہوئی
 ملکہ سیتن ابھی قریب پہنچنے نہ پائی تھی کہ اوسنے دور سے شہزادے کو ڈوبتا دیکھا گھبرا کر چیخیں اور
 آتے ہی جلدی سے باہر نکلا شہزادہ بیہوش ہو گیا تھا پری شہزادے کو اپنی گورین لٹا ملک میر



سوئی پھر ایک جزیرے میں پہنچ چکے تھے اتنا را اور شہزادے کو ہوش میں لائی آرام دل نے
 جو آنکھ کھولی پری نے جھک کر مہر کیا اور کہا فرمائیے کیا وعدہ تھا خوب اپنے قول پر ثابت ہے
 کیسے اب آپکی کیا سزا اور جگے آپ عاشق تھے کیسے وہ کہاں ہیں جگے آپ دیوانے تھے بتائیے
 کہ مردہ پر بیان ہیں شہزادے نے متحیر ہو کر پری کو دیکھا اور کہا نہ ہم کیسے عاشق تھے نہ کوئی ہمارا
 شہید تھا خدا جانے یہ کیا تھا اور کیا ہوا یہ کلام بخود دی اور یاس کا پری کے دل میں تیر سا لگا

بے اختیار آنسو نکل پڑے پھر ذرا نہ توقف کیا اوسی دم تخت پر بٹھالے اوڑھی امیر باغ ارم میں چل
 ہوئی ملکہ حسن افرور شہزادے کے آنے کی امید وار نہایت مضطرب و بیقرار زار زار رو رہی تھی
 کہ شہزادہ پہونچا بخود ہو کر ہم آغوش ہوئی ایسی روئی کہ بیہوش ہوئی آرام دل پہلے تو دیشیوں
 کی طرح دیکھا کہ اجب ابوتی پر کہیں یار شام جان تک پہنچی جنون کا نشہ ہرن ہوا پھر تو دونوں خوب
 رو رہے اور سرور و مسرت و آلام مفارقت لعنایت جامع المتفرقین دور ہوئے دونوں نے فرما
 کا بست سا شکار ادا کیا پھر شہزادہ سیتن کے باپ کی ملاقات کو گیا اوسنے شہزادے کو آئے دیکھا
 سرور و قہر و غم کو ادا تھا شہزادہ تدبیر سے سرا و بھایا حلقہ کیا اور تخت پر اپنے برابر بٹھایا شہزادہ
 نے عرض کی کہ مجھے خلعت دامادی سے سرفراز کیجیے اور اپنی فرزندگی میں لیجیے اوسنے بدل و جان
 اس امر کو قبول کیا مگر کچھ جواب دیا کہتے ہیں کہ پرستان میں سوا سے عقد کے اور کوئی دستور
 نہیں ہے پس فقط بادشاہ نے اوسی دم خطبہ تبلیغ پڑھا اور سیتن پر ہی کو بلا کے اوسکا ہاتھ شہزادہ
 کے ہاتھ میں دیا اور دونوں کو رخصت کیا شہزادہ مع سیتن گلزار ارم میں ملکہ حسن افرور کے
 پاس آیا اور سیتن پر ہی سے فرمایا کہ افسوس ہماری تمہی دریا میں حضرت خواجہ خضر کے نذر ہوئی
 ملکہ نے کہا سبحان اللہ موئی تمہی کا تو خیال آیا مگر صنوبر کو ذرا یاد نہ فرمایا کہ وہ بیچارہ کی گھر گئی جیتی
 ہے یا مگر گئی سیتن پر ہی نے سفید دیو سے کہا کہ تو ابھی جا اور صنوبر کی خبر لادو تو صنوبر کی تلاش
 میں تیز رہو اسی سیتن پر ہی نے تمہی شہزادے کو حوالے کی اور کہا جس وقت جہاز تباہ ہوا تھا
 یہ تمہی اوٹھالی تھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سفید دیو آیا اور یہ خبر لایا کہ ملکہ صنوبر شہزادہ سیاہ فام کی
 قید میں گرفتار ہے شدت سے علیل ہے جان سے بیزار ہے یہ سنتے ہی آرام دل نے چلنے
 کا ارادہ کیا سیتن پر ہی کو پوشاک شایانہ پہنھائی اوسنے سب اپنا لباس اوتار شہزادوں کا زیور
 زیب بدن کیا عزیزوں کا اپنے اوپر الزام رکھا مگر دوست کی خوشی سے کام لیا پھر شہزادہ تخت
 پر سوار ہوا ملکہ اور سیتن کو برابر بٹھایا پر زادوں نے تخت اوڑھ لیا تھوڑے غرضے میں وہ تخت شہزادہ
 سیاہ فام کی خواجگاہ میں جا اور شہزادہ تنہا اندر گیا دیکھا کہ دالان کے پردے گرے ہوئے ہیں
 اندر شمعیں روشن ہیں صنوبر پر ہی پیکر سب جان باچشم گریان مضطرب و بے قرار ہاتھ میں کٹار مرہ نے پر
 آمادہ ہجر یار میں دلدادہ زندگی سے سرد دست بردار شہزادہ سیاہ فام چھپر کھٹ میں لیٹا ہوا
 کو مست اور عاجزی سے اپنے پاس بلاتا ہے کبھی دھمکتا ہے ڈراتا ہے آرام دل نے جو یہ حال
 دیکھا تن بدن میں آگ لگ گئی جاتے ہی اوسی تمہی سے اس ناپاک کی شکنیں باندھ لیں اور سیتن

باہر لایا پھر ایک پریزاد کے سپرد کر آپ مع ملکہ حسن افروز اور سیتن صنوبر کے پاس آیا وہ اس
 حال کو بچشم خود نگاہ تھی بشدت حیران تھی دل میں کہتی تھی کہ شاید غیب کو فی فرشتہ آیا جس نے
 اس بد ذات کو گرفتار کیا اور مجھے اس کے فریب سے بچایا اسی قصور میں تھی کہ آرام دل مع ملکہ
 حسن افروز و سیتن نمودار ہوا دیکھتے ہی صنوبر کا جی بقرار ہوا دوڑ کر شہزادے کے پاس گئی
 ویر تک رویا کی سنہ آنسوؤں سے دھویا کی شہزادہ بھی بیقرار رہا بار بار شکبار رہا پھر صنوبر ملکہ کے
 گلے لگ کر رونے لگی ملکہ بھی ہلک کر رونے لگی آخر سیتن نے تنہا سے رومال سر کا یا ہر ایک کو سمجھا
 پھر سب عاشق و معشوق ملکر بیٹھے غبار سب کے دل کے بیٹھے سب نے اپنے اپنے دل کی رست روئے
 و فقر حدیث دل آنسوؤں سے دھوئے تھے، ورنہ جب سیتن کی جانفشانی تھی او سپر ہزار جان
 دل قربان ہوئی ٹھوڑی دیر اور دھڑ دھڑ کا پیر چار پھر شہزادہ مع تینوں شہزادیوں اور قمر النساء
 کے تخت پر سوار ہوا اس ملعون کو تخت کے پایہ سے باندھا کسی کو خبر نہ ہوئی اور یہ ملک خاندان
 کی طرف ملک سیار ہوا

پہونچنا شہزادہ آرام دل کا ملک چین میں کیفیت سواری پھر ملازمت
 والدین اور شہنشاہ کی طیاری

پلا سا قیا آخری ایک حجام	ہوا چاہتا ہے یہ قصہ تمام	مقاصد مرے دل کے بڑا لب
لکھا خوب قصہ بامداد رب	لکھا اب سمجھوں کو ملاؤں شباب	اسی بات پر ختم کروں کتاب

محرران و قمر خوش بیانی و طے کنندگان ملک معانی لکھتے ہیں کہ لشکر سلطانی لب دریا جہاز کے آئے گا
 منتظر تھا اختران نوح و جانان ران شہزادہ والا تیار اور محمود و خاوار سب فقہا سبب توقف کے نشان
 تھے ہمہ دم شہزادے کی تشریف آوری کے منتظر تھے ایک شب پہرات رہے روز کے سپاہیوں
 کو معلوم ہوا کہ ایک تخت دفعہ آسمان پر سے رہنبر میں ہوا اور سر پر دہ شاہی میں جاگزیں ہوا محمود
 کو خبر ہوئی فوراً خیمہ سلطانی میں آیا دیکھا کہ شہزادہ بلند اقبال سلیمان ثانی تینوں بیویوں کے
 بیچ میں مسند پر رونق افروز ہے بائیں طرف سیتن اور صنوبر دسے طرف ملکہ حسن افروز
 نے تخت طاؤس روبرو موجود ہے پریزادہ سب سے بڑا بیست بستہ ہاتھ میں خوابوں اور غلامیوں کا ہجوم
 ہے شہزادے کے آنے کی تمام لشکر میں رزم ہے الغرض شہزادے کے سب سے پہلی تہاستان پر تیار

سب لوگوں کو نامی اور دوس شہزادہ سیاہ فام بچہ کی صورت دیکھائی پھر حکم دیا کہ کل
 تمام لشکر میں اسکو تشییر کر کے قرار اقصیٰ شہزادے کے اپنے بلے لٹکے پھر شہزادے سے ملنے پہنچا دیوں
 کو مع تحت طاؤس کوہ قاف کی طرف روانہ کیا رات تو باتوں میں بسر ہو گئی بیٹھے بیٹھے سرسبز
 صحرایہ شہزادے نے باہر جلوں فرمایا افسران بھی ملازمت سے شرف ہوئے ندرین گذرین چلے
 بڑا چہلوں نہ سکایا پھر شہزادے نے لب دریا سبکو سیر دیکھنے کا حکم کیا اور شہزادہ سیاہ فام کو طلب
 کیا وار و نہ مجلس لیکر حاضر ہوا شہزادے نے پہلے اوست کے ہاتھ قلم کرا لے پھر ناک کٹوائی اور اوست
 سامنے پیل کوون کو بٹوائی پھر حکم دیا کہ اسے دریا میں ڈبو دو دین و دنیا سے کھو دو وید حکم شکر حلال
 فے اوس حرام خور کو دریا میں ڈالا دل کا ارمان نکالا وہ ڈوبنے لگا وہ ناپاک روئے نگاہ کرب چھوٹا
 تھا ہر دینہ باپی بے آب کی طرح تڑپا لیکن وہ بیخ و حار میں لگیا اور تہ پر بچا دیا حبيب وہ ملعون نبی
 سزا کو پونچا آرام دل چہرہ فردوس منزل میں آیا اوس روز وہاں اور مقام فرمایا صحرایہ ملک
 چین کی طرف کوچ کا حکم دیا آدمی رات رستے سے خیمہ ڈیرہ لے لگا کوچ کا سامان شرف ہوا
 جب آفتاب قریب طالع ہوا آرام دل عماری دار باغی پر سوار ہوا ملکہ حسن افرور پری پیکر اور
 صحرایہ اور سیہن رشک قمر جدا جدا تینوں ہاتھیوں پر پردہ دار عاریوں میں سوار پیش و پس چپ و
 رست فوج شہزادہ ہزار کے شہزادہ آرام دل پیچھے برابر وہ تینوں حور شامی مگر بچہ کے اشارے
 سے فیضان ملکہ حسن افرور کا ہاتھی ذرا بڑھاتے ہوئے غرض اسی طرح خوش و خرم سوے
 وطن منزلین طے کرتے چلے جب در شہر پناہ ایک منزل باقی رہا آرام دل نے کئی ہزار کا
 واسطے اطلاع کے بادشاہ کی حضور میں روانہ کیے شہر میں جو ایک غول اجنبی ہر کاروں کا
 نظر آتا ہر ایک گھبراہٹ کسی نے ڈرتے ڈرتے پوچھا کیوں بھائی کمان سے آتے ہو اونھوں
 نے جواب دیا کہ حضرت ظلیحانی خلیفۃ الرحمانی جہاں پناہ شہزادہ آرام دل بادشاہ ہزار سے
 تمہارے آج شہر میں داخل ہوئے نامرادوں کے مقاصد دلی حاصل ہوئے یہ سنتے ہی لوگ
 سے خوشی کے پھول گئے سب کاروبار بھول گئے لوگوں کو گویا عید ہوئی جلدی جلدی ہر ایک
 نے کپڑے بدلے عطر لگایا کوئی ہاتھی پر سوار ہوا کسی نے گھوڑا کسوا یا کسی نے کہا میرا مہمان
 نکالو کسی نے کہا کہ سب سپاہیوں کو ساتھ چلنے کے لیے بلالو کوئی بولا میان جلد جاؤ رتھ کسوا
 لاؤ کسی نے کہا جلد فتنہ منگو او شہدوں میں غل ہوا کسی نے پکارا ابے تپا ایک کے آگونی چو
 دیکھتے کیلئے اودھا اور عجم کر گھٹا ہوا چلا کہارے اور گائی تیر بیر کو یوں یوں کروں دیکھتے میرا سچا

آیا آج اٹھارہ گندے لانا ہوں الغرض ایک عالم امداد ایک شہزادے کے شوق دیدار میں چلا
 وزیر اعظم شہزادہ عالم کے استقبال کے واسطے برسے کر دفر سے روانہ ہوا آرام دل کی
 فوج اس قدر تھی کہ سواری تو پانچ گوس پرتھی اور نشان کا ہاتھی شہر کے اندر داخل ہوا اور سے
 شہر کی خلقت اُٹھی او وھر سے سواری آئی التذکرہ جو دم واد و حام آدیون کے شور وغل سے
 وھوم وھام کہ خلقت ایک جگہ پہنچی رہتی تھی سواری دو دو گھڑی کھڑی رہتی تھی اجمال سواری
 کے ایک ایک صبح خبر پہنچی تھی مگر شہزادے عالم دو گھڑی دن رہے شہر میں داخل ہوئے خلقت رستہ
 صفت باندھ کر سلام کرنی تھی آرام دل سلام کا جواب اشارے سے دیتا تھا جب زیادہ گیا
 تھا تو ہاتھ اوٹھالیتا تھا سلام کے جواب پر لوگوں میں رد و بدل ہوتی تھی ایک کہتا تھا نہیں یہ
 سلام کا جواب ہے وہ جواب دیتا تھا کہ میان شہزادی طرف تو دیکھا بھی نہیں غرض اسی پر چل
 ہوئی تھی پھیلے ہاتھی پر چوہدار رہے اور اشرقیوں کی کھڑی تقسیم کرنا آتا تھا شہزادے نے کسی سے
 اس کا نام پوچھا لیا پھر تو وہ گالیان سائیں ایسی دھجیان اور آئین کہ اس کا ناک میں دم کر دیا
 ہنسائے ہنسائے لوگوں کو ہل کر دیا کسی نے ہاتھی کا لینڈ پھینک مارا کیسے گالی دیکر کار کسی
 نے کینچر پھینکی کسی نے لکڑی بھلے کے پکڑی اوچھال دی کوئی بولا ابے او کر م کس سے
 علی کی مار کوئی چھڑو اور تو پھینک کسی نے کہا او بڑھے تجھے خدا کی سنوار دیکھ بے ہم دعا
 دیتے ہیں ورا اور تو دیکھ کیسے کہا ابے او کر م کس ہمارا سجادہ تو بڑا سکھی وانا ہے مگر معلوم ہوا
 کہ سجادہ کی کجوس کجی چوس ہے ابے بدر کے گھوڑے تو بھی اوس کا نوکر معلوم ہوتا ہے جب
 وہ بیچارہ مٹھیان بھر کر پھینکتا تو شہزادے کہتے ہاں پٹھے ہاں بنے پھینکے جاوہ تیر کیا کہنا
 ہے ابے تو تو لبو چھنا ہے تجھے الو کا پٹھا کون کہتا ہے غرض لیتے جاتے تھے او گالیان
 دیتے جاتے تھے کہ میں ایک بیچارہ مسافر کھڑا سواری کی سیر دیکھ رہا تھا اتفاقاً ایک اشرقی
 اوس کے آگے آ پڑی اوسے اوٹھالی دوچار شہزادے لیکے ایک نے ہاتھ پکڑے کہ کمالا ابے
 جڑو لا اگر دے دیا تو اوڑان چھلے کی قسم ایک چٹا دوٹکا جب اوسے انکار کیا تو ایک نے
 کہا ابے اسکو چیر پٹو بنا ڈال دوسرے نے کہا یاس طرح باج نہیں آئیگا اسے گسڑ تبا وکر
 اوچھال غرض چھین جھٹ کے اوس غریب سے وہ اشرقی چھین لی وہ جو رونے لگا تو تو ایک
 شہزادے نے کہا بخدا ابھی جھڑ جائے جو ت کلمہ پر دو دون چل ہٹ بے پیرے ہٹ میں
 تیرے پیر کو کھو دوں قصہ مختصر جب سواری دیوان خاص میں داخل ہوئی بادشاہ تجھ پر

۱۴۶
 کس نے بھی نہیں
 علم شہزادے
 جڑو یعنی زور و دھمکی
 شہزادے کی طرف سے
 شہزادے کی طرف سے
 شہزادے کی طرف سے
 شہزادے کی طرف سے

شہزادے نے کہا بخدا ابھی جھڑ جائے جو ت کلمہ پر دو دون چل ہٹ بے پیرے ہٹ میں
 تیرے پیر کو کھو دوں قصہ مختصر جب سواری دیوان خاص میں داخل ہوئی بادشاہ تجھ پر

جلوس فرما چکے تھے اور منتظر تھے کہ شہزادہ یہاں تک آئے تو گالے لگائے تخت پر بٹھائے مگر کب
 ر بجاتا تھا جوہن دیوان خاص تک آئیکہ حال سنا محبت پوری نے جوش کھایا بیتاب ہو گئے
 فرما قرار نہ آیا گھبرا کر دوڑے شہزادے کا ہاتھی بیٹھا ہوا تھا وزیر اعظم پیرھی پڑے ہوئے شہزادے
 کو اتار رہے تھے کہ آرام دل لے لے باپ کو بیقرار آتے دیکھا گیا کہ زینے پر سے کود پڑا اور دوڑا
 باپ کا قدیموس ہوا اور رو کے پشت پاسے آنکھیں ملنے لگا ایسا رویا کہ تجلی بندہ گئی بادشاہ
 فرزند کو آنوش میں دبائے اوسکی پیٹھ پر منہ رکھے سوئے لب چپا چپا کے غصہ سے روتے تھے
 ریش مبارک آنسوؤں سے بھگو لے تھے اور کہتے تھے کہ بابا اگر کو بیچارہ خاک سیاہ کر گئے تھے تیر
 دین و دنیا سے تباہ کر گئے تھے بادشاہ جب یہ بیان فرماتے تھے لوگوں کے گلے پھٹنے
 جاتے تھے ملکہ حسن افرور اور صنوبر اور سیتن یہ بھی اپنے اپنے ہاتھ پیر عمار سی چلوں دین
 سے دیکھ کر افسوس کر رہی تھیں اپنے اپنے والدین کو یاد کر کے ٹھنڈی ٹھنڈی سانس بھری
 سیتن غصہ دیر تک یہی کیفیت رہی سمجھوں کہ شدت رقت رہی آخر بادشاہ نے سمجھا کر
 آرام دل کو محل میں بھیجا دروازے پر ایک بیچوم تھا سب عزیز و اقربا خواصین نملان
 نوکر چاکر شہزادے کے آئے کے منتظر تھے مگر صاحبہ اپنے فرزند کے شوق دیدار میں
 دروازہ کے باہر ٹکلی جاتی تھیں لوگ روکتے تھے مگر باز نہیں آتی یقین آرام دل ہوتی



بے قرار می بین آئے ہی مان کے قدموں پر گر پڑا اوسنے اپنے آرام دل کو کیجے سے
 لگایا اور ایسی اشکبار سوئی کہ فوراً غش آیا لوگ زار زار روتے تھے کسیکو کیسی خبر نہ تھی سب بے قرار
 ہوئے تھے آخر بادشاہ نے اگر سب کو فستلی دی اور رونے سے منع فرمایا بلکہ صاحبہ کو بھی ہوشیار
 سواریاں اور تین ملکہ حسن افروز اور صنوبر اور سیتن پر ہی تینوں نے کس سے کوئی نہ تھا مگر
 تسلیم کی ساس کی بڑی اطمینان کی بادشاہ نے نبھوؤں پر سے بہت ساز و جو اہر تیار کیا بلکہ صاحبہ
 نے سب کو لگا کر خوب پیا کیا لوگوں نے شہزادیوں کو گھیر لیا اوسکے دیدار سے اپنا دل کیسے
 کیا رونمائی میں جو اسرات اور اشرفیاں اس قدر آئین کہ شہزادیوں کے آگے دھیر لگے
 بادشاہ نے جدا جدا تینوں بہوؤں کو تین محل عنایت کیے اور سکے کا رخا لے لگا لگا
 مقرر کر دیے ملکہ حسن افروز کے واسطے زمرد محل آرمستہ مواصنوبر کے لیے شیش محل سجا
 گیا آموئی محل میں سیتن کے واسطے خواصین اور پیش خدمتین مقرر ہوئیں پھر از سر نو کا رخا
 فرست مواضع اوس رات تمام شہر میں فرط سرور سے کیفیت شب برات رہی گھر گھر ناچ
 رنگ ہر محلے میں جشن شبہا سے آگام گذشتہ کی سکافات رہی بھی دم بادشاہ نے آرام دل
 کو تخت پر بٹھایا آپ سلطنت سے دست بردار ہوئے گوشہ عافیت پسند فرمایا شہزادہ آرام
 شہنشاہ گیتی ستان ہوا جہاں پناہ وہ ماہ تابان ہوا وزرا اُمرا نے پایہ تخت کو بوسہ دیا اور
 نذرین پیش کین شہزادہ جو ان جنت بلند اقبال نے ہر ایک کو ملے قدر مراتب خلعت گران بہا
 سے سرفراز فرمایا اور محمود و فادار کو اپنی مصاحبت میں ممتاز فرمایا پھر شاہ آرام دل و بار
 برخاست کر کے محل میں داخل ہوا اوسنی روز سے یہ معمول رکھا کہ ایک شب ملکہ حسن افروز
 اور ایک رات صنوبر پر ہی سیکر کے پاس جشن کرتا اور ایک شب سیتن پر ہی کے محل میں رہتا
 تینوں شہزادیوں میں وہ محبت ہوئی کہ ایک دوسرے کی عاشق تھی ایک کی محبت دوسرے
 کی الفت پر فائق تھی آرام دل نے شہزادیوں کے مشورے سے شمس الدین
 اپنے وزیر زادے کے ساتھ بڑی دھوم سے قمر النساء کی شادی کی ان دونوں کی بھی
 خانہ بادی کی پھر بدم باعیش و نشاط و فرحت انبساط عاشق و معشوق ملکر رہنے لگوں فلک کج رفتار سی یہ سکھو مہر
 جتنی مگر شکریہ کہ خدا نے یہ دن دکھایا پھر فکرو ملکولایا جس طرح ان سب مقاصد ملی حاصل ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ
 تمام عالم کے مطالب برائے اور سبکے صدقے میں مصنف کی بھی دل کی مراد سے آمین صلی اللہ علیہ
 علیہ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحابہ اجمعین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین *

خاتمہ میں مختصر احوال مصنف کتاب کا پھر تذکرہ چند بزرگان واجبات
کا اور وجہ تصنیف و استعان پھر ایک نئے جلتے کا بیان

بعد حمد و صلوات کے فقیر سید محمد الدین حسین سخن مصنف کتاب خدمت میں ارباب دانش
اور اصحاب مجلس کے عرض رسا ہے کہ یہ عزیز الوطن دہلوی مولد او لکھنؤ ہی مسکن ہے ایام طفلیت
میں تاسن شعور اسی شہر مردم خیز میں رہا اور اب آوارہ وطن ہے میر تقی دہلی جو ایک شہر تجار کا
نعیم خلد ہے تھے جمع عہدہ لوگ وہاں پر دیار کے ہے اس کا نکاح نے مار کے تاراج کر دیا ہے ہم رہنے
والے ہیں اسی اور جسے دیار کے ہے حضرت جناب آتمہدس آسہ گردون کتاب سر دفتر حقیقتانہ
سخن اقدس شاعران زمن نجم الدہ ویر الملک نواب اسد اللہ خان بہادر بہر ب جنگ
عرف مرزا نوشہ تخلص غالب اعلی اللہ درجہ و تہا اللہ شانہ جو بہ فاسد محو وستان ہیں
سر آبد شاعران حال و گذشتگان ہیں مریضہ وراثت کس کس کو عظم الیہ ست اس دفتر میں ہیں
استفاوہ رہا تحریر نظم و نثر پاری اور اردو کی مزاحمت پر دل آلود رہا سبحان اللہ حضرت غالب
مدظلہ العالی امام شعرا سے ذی کمال اور بشیوا سے شماران صاحب دانش و شعور ہیں قبلہ ارباب
دیوان ہیں ہم کیا کہیں وہ تو بہت شہیرا تک بلکہ دور دور آفتاب سے زیادہ مشہور ہیں
شاعریت سے گذر گئے حضرت کے ہر مصرعہ میں کمال ہے کہ لکھتے لکھتے مر گئے مگر ان کا
کوئی آپ سے بہتر نہواہ تو کیا کہ کوئی آپ کے برابر نہواہ نصف مزاج آپ کا کلام دیکھیے اور غور کیا
طبع عالی وقت پسند اور مائل بندش معانی بلند ہے اگر سمجھے تو لطف اور ہمتا سے دیوان اردو جب
تقصیبت فرمایا معنی میں اور مخندان لوگوں نے ایک ایک شعر میں سو سوطح کا فرمایا لیکن بعض
شاعر جو بڑے شاق تھے اپنے فن میں طاق شہرہ آفاق تھے اکثر اشعار نہ سمجھے اور ہر ایک شعر
پر اونچے بیان تک کہ اضلاع اور اصناف سے خطہ ط آئے لگے لوگ نواب صاحب کی خدمت میں طلب
و دریافت کرتے جانے لگے آسان اشعار کہنے کی فرمائش ہوئی دوسرا دیوان مرتب کرنے کی خواہش
ہوئی آپ نے اوس دیوان کو دیا برو کیا اور دوسرا دیوان موافق ضم ابنا سے روزگار کے ترتیب
دیا پھر رباعی لکھ کر لوگوں کو سنا دی اور دیوان کے آخر میں لگا دلی غالب مدظلہ شکل
زبیں کلام میر اسے دل سے سن کے اسے مخنویان کامل سے آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش
گویم شکل و گزرنہ گویم شکل تو اس طرح مہر نیم وز اور ماہ نیم ماہ حسب حکم شاہ غریبا جاہ از آغا زید
حضرت آدم علیہ السلام تازمان صاحب قرآن ثانی امیر تیمور گورگانی اور دوسری جلد میں دیوان سے

عبد بہادر شاہ ثانیؒ ایک مہینے کے عرصے میں اس ماحول اور بلاغت کے ساتھ لکھی کہ
 سب اوستا دون۔ آپ کے آگے قلم رکھ دیا پھر لکے کا نام نہ دیا سو چین سلف کی کتاب میں
 روی ہو گئیں اتنی بڑی نینج کو دو جلدوں میں اور دو جلدوں کو اٹھارہ جہین تمام کیا دریا کو
 کوزہ سے مین بکرا واجب کام کیا انشا ہے نینج آہل کو کہ جہین صد ہا مکتوب مین سخن
 کو غوب مین تین روین تصنیف کیا شغوی باہ مخات جو کلکتہ مین رنم فرمائی اوست ایک
 دن مین تالیف کیا و تذبذبتا سب کی بے آئینش نظا خروبا لکل عبارت سے جس مین مختصر مذکور
 حالات نہانہ تھرا اور کچھیں مسکنشت سے جو شخص آپ۔ احوال دریافت کرنیکا شایق ہے
 وہ مستند و دیکھے نہ تاناوس کے دیکھنے کے لائق بہت الغن مین رنجور و ہوا ز سر و جب تک ہلی
 مین نیا زندگی کا لطف تھا تار یا حضرت مدوح کے فیضار محبت سے شمرہ نیک پاتا رہا جب
 حضرت والدہ ماجدہ مظلما ابلا لہ کی زیارت اور قدسوسی کا ایتاق ہوا پھر نوشا جہان آباد مین
 برہنہ تاشا تھا ۹۹ سالہ اسی مین بلوہ لکھنؤ مین آیا قیصر بارغ میلہ دیکھا شہر کی سیر کی چندے جی
 ہلایا سفر بہت قدر قدرت آشوک فلک مرتبت ذوالجہد و اکم مقدس و محترم قبلہ و کعبہ و جہان
 مدوح برنا و پیر بناب خواجہ بشیر صاحب مدظلہ جو زمانہ واجبی شاہ مین مہتمم فوجاری کل ممالک
 محروئے ملک اودھ کے۔ عمومی فقیر مین لکھنؤ مین سب اہل نظر جانتے مین اصحاب پیش سچا
 مین خواجہ صاحب عالی خاندان دیجاہ و مرتبت صاحب علم و حارسی دان یکتا و بے نظیر مین
 اوسکے پاس رہا بعد عرصے حضرت جناب گروہان رکاب قوہ خاندان مصطفوی زیدہ و دو
 مرتضوی کریم ابن الکریم جناب پھو پچا صاحب قبلہ و کعبہ مرزا ابراہیم صاحب خلف السنہ
 حضرت جناب مرزا محمد یق صاحب بہادر صدر امیر اعلیٰ ضلع ساران مدظلہ جلالہ
 کہ سید سندی مین عالی خاندان مشہور نزدیک و دور مین احب اوجاد اور نیاکان کے وقت سے
 بوجہ عطا ہے خطاب شاہی بلقیس زانی مشہور مین لکھنؤ سے تہ آ رہ ضلع شاہ آباد مین تشریف
 لائے سیری شادی کرنیکا قصد م تھا اپنی فرزند مین لینے کوادہ مستحکم تھا اسلئے اقم محرو
 کو بھی اپنے ہمراہ لائے بیان لرت قوہ السالکین زیدہ العین مقبول بارگاہ رب العللا
 مصدر غر و اعتلا مرجع الانام منبع الام واقف اسرار خفی و جلی حلت جناب محذوم شاہ سید ادا
 صاحب کی ملازمت حاصل ہوئی بقبلہ و کعبہ و جہان جدی حضرت اہل حق اسم خواجہ نظام الدین
 احمد عرف فقیر صاحب بردارہ مقبولہ مرقدہ حضرت موصوف سے کمال محبت رکھتے تھے

حقیقی بھائی سے زیادہ اہل سنت رکھتے تھے اور جناب کریم و مکرم مطاع عالم عقہہ کشتی سلسلہ کار شیگان
 بڑے گیارہ دروازہ شیگان و پاشنگ شیگان معبر وجود و سخا معدن لطف و عنایا جگہ بندہ ملی جناب مولوی سید
 قرظ علی صاحب رحمہ اللہ کی ملازمت سے بھی شرف اندوز ہوا ذات گرامی صفات اور انکی بھی اس سے
 میں غنیمت ہے میں ان کے اخلاق اور نشان و رحم و کرم پر جان و دل سے شاد ہوں اور انکو بھی
 میرے ساتھ قلبی محبت ہے مگر جناب مفتی الاسلام صاحب رحمہ اللہ سید باقر علی صاحب جناب
 ہمارے حضرت ہادی پیر و مرشد مظلّم جلالہ کے حضور سے ملک الشعراء کا خطاب ہے واقعی ایک
 ایک شعر اور کافروں سے کلام میں انتہائی شہنی اور دروہ ہے دیوان منتخب ہے لاجواب و انشراح
 سے بہت مردانہ کہتے ہیں وہ کمتر سے کمتر بہت برا درانہ رکھتے ہیں کمال نہایت فرماتے ہیں خیریت
 پر اکثر تشریف لاتے ہیں مجھے عرس سے نفل و کالبت ہے روزمرہ دربار جانے کا اتفاق ہوتا
 ہے کبھی جو عدم فرصت کے سبب سے ملاقات میں عرصہ ہو جاتا ہے تو دل سے فرار کو چاہیں نہیں
 آتا ہے مولوی صاحب صمد بھی جہین جو بناتے ہیں آدمی بھیجتے ہیں خود کو فرماتے ہیں اور ایک
 ہمارے شفیق مرد با وضع اور خلیق سنجیدہ مدلل و نظیر سر کردہ انجمن نکتہ دان عالی و قمار مولوی
 محمد نور حسن صاحب کا ان کے اخلاق و صفات و صفات محمود اگر لکھوں تو ایک دوسری
 کتاب لکھ دیتا ہوں مگر یہ بھی جیسا جی چاہتا ہے اس قدر تعریف ہو وہ بھی اس ضلع میں منشا
 کلان اور وکیل میں خدا کے فضل سے بالقدار صاحب عمدہ جلیل ہیں اللہ تعالیٰ ان پر کرم فرما
 کو شاد رکھے دشمنوں کو ان کے ناشاد اور دوستوں کو آباد رکھے یہ ابن دعا از سن و از خلق خدا
 آمین باد اور وجہ تصنیف اس وہستان کی یہ ہے کہ فقیر مدام رشا و غم وینا سے آزاد رہنا تھا
 ایک روز یہ جی میں آیا کہ فضل خدا سے اب ذی شعور ہوئے سن تیز یا پالیا بقائے نام و نشان کی
 فکر کرنی ضرور ہے فرصت کو غنیمت سمجھنا کار ہر ذی شعور ہے بس آخر یہی بات ذہن میں آئی کہ
 بہترین یادگار اس دہر ناپائدار میں تالیف اور تصنیف ہے اسی سے لوگوں کا جان میں
 نام ہے اور انکی تعریف ہے مصنف سخن سخن سنانین اور کوئی خلیف الصدوق کتاب چشم جیہ
 نام باب کا کہنے بقائے نام کی صورت نہیں ہے اسکے سوا یہ وہ نیکند ہے جو نام کو جلا کر
 بغیر عبد مصنف ہر ایک کے آگے مثال نکست گل آپ کو سدا رکھے غرض سخن سے زیادہ
 نہیں ہے چیر کوئی بے سدا زمانے میں قائم اسے خدا رکھے اور قطع نظر اسکے اپنا دل بھی
 لذت گیر جانشینی محبت ہے عاشقانہ و سنحوں سے طبعی الفت ہے کچھ اندرون طبیعت زیادہ

دل و دامنہ ہے عزیز دل عشق منزل لڑکپن سے انھیں باقون کا خوگرفتہ ہے فروغ طلی میں
 بھی ہٹ کرتے تھے ہم لہو طبع کی بڑ بھلائی تھی دایہ تو گل دلغ مجاہد سے بد الغرض اسی مرد
 طبیعت کی داشتہ میں مرقعہ گذرا آخر زہر سکھ لے اظہار حسن و عشق میں جری کد کی اور عشق
 نے بھی ایسے عاشق پر اس امر میں تاکید از حد کی ناچار قصہ شائہ زادہ آرام دل اور ملکہ
 حسن افروز کا اپنی طبیعت کے زور سے قلم بند کیا طالب اور مطلوب دونوں کو خرسند کیا
 جب یہ قصہ تمام ہوا مردش سخن اسکا نام سوا اس نام میں یہ خوبی ہے کہ ہم نام دیم تالیخ مگر
 ترکیب میں اس کے اضافت تھلونی عمر

تاریخ تصنیف از مصنف

ہم نے ہماری داستان کہنے لگے یہ نکتہ دان
 کائنات کو سال ہے سخن منکر جو دل میں کی ذرا
 عشق کا خوب ہے بیان قصہ بھی یہ عجیب ہے
 ہاتھ غیب نے کہا نعمتہ عند لیب ہے

۶۶ ۱۲

تاریخ طبع از مصنف

چون بتا مید خدا انجہام یافت
 بد یہ آورد ہم ہمیشہ دوستان
 قصہ و کجپ و مرغوب بیان
 سال طبعش از سخن ہاتھ گفت
 داستان عشق چون کردم رقم
 طبع شد زبیا و دلکش داستان

۱۲ ۶۶

بیان جلسہ

ایک جلسہ ہمارے دوستوں کا جو موسوم بہ انجمن احباب ہے باتفاق یاران جلسہ وہ ایجاد و
 حقیقت میں لاجواب ہے ایک دستور العمل حاوی سب کار و بار ضروری بلکہ جملہ امور دینی و دنیوی طیارے
 سب احباب کا اسی پر وارد و مدار ہے زبان نہایت فصیح صاحبان جلسہ کی ایجاد سب زبانوں سے جدا
 ہے او سمین ہر ایک کو خوب مشافی حاصل ہے صرف کتابت انگریزی نہیں مگر شمل انگریزی خوش نما
 ہر اس جلسہ کے واسطے خاص ایک مکان بیفغ الشان مع اسباب ضروری و سامان عیش و نشاط
 سجا ہوا ہے ہر طرح مرتب ہے ہر چیز وہاں مہیا ہے روزمرہ اس مکان میں سب احباب نشست
 ہوتی ہے دوست آشنا آتے ہیں قرینے سے بیٹھے ہیں چچوان پیتے ہیں گوریان نفیس کھاتے ہیں
 کیفیت جوتی ہے ہر مہینے کی اونیسویں تاریخ ایک جلسہ کھان ہوتا ہے نیلہ کا لطف ہوتا ہے

موجود ہر پر و جوان ہوتا ہے رنج و الم سے دور ہوتا ہے تعظیم اور تواضع ہر فرد بشر کی مد نظر رہتی ہے ہر ایک کا دل سرور ہوتا ہے اوکس روز پچیس روپیہ کے ٹکے تھا اور ساکین کو ملنے تقسیم ہوتے ہیں اولن لڑکوں کو اکثر دیے جاتے ہیں جو بچہ ہوتے ہیں چنانچہ یہ اونٹنیوں کا جہاز ہوتا ہے مشہور ہے دوکاندار مکان کے دروازے پر دوکانین لگاتے ہیں لوگ دور دور سے سیر دیکھنے کو آتے ہیں شاہان گلزار اور موشان پری رحسار کی کثرت سے وہ مکان پرستان ہوتا ہے وہاں کی زیب و زینت اور روشنی کی کیفیت دیکھ کر راہ چلتوں کو شادی کی محفل کا گمان ہوتا ہے تمام شہر کی طوائف نامی مجھ سے کے واسطے طلب کی جاتی ہیں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ خود جلی آتی ہیں سب احباب ایک طے کی پوشاک پہن کر بیٹھتے ہیں از سر پایا ملا فرق سبکی ایک وضع ہوتی ہے فرط محبت سے باہم کچھ عجیب ٹھنک میں کہ دوئی کا نام نہیں سب آشنا ایک رنگ میں اوس زم میں پہلے غزل خوانی کا چرچا ہوتا ہے بعد اوس کے رقص و سرود کی محفل آہستہ ہوتی ہے صبح تک عجیب لطف کا جلسہ ہوتا ہے سب احباب فضل الہی سے ملازم سرکار دولت مدار میں عمدہ ہائے جلیل پر مقرر ہیں بہت خوش کام گزار ہیں حملہ شخاص اکثر علوم اور فنون میں استعداد کامل رکھتے ہیں طاق ہیں ہمہ دان شاعر نام آور ہیں شعر گوئی میں مشاق ہیں پادشہ خیر جناب سید محمد افضل صاحب خضر تخلص جو عدالت و دیوانی صنایع شاہ آبا و دین امین درجہ اول کے ہیں عالیجنانان نیک ات نسبتہ صفات بے تکلف امتا کے ہیں اور فطین با مذاق لطیفہ گو حاضر جواب ہیں دوستوں میں ہمارے انتخاب ہیں سید فرزند احمد صاحب صغیر بلگرامی جو صاحب دیوان ہیں تحریر اونی جیت روزمرہ درست نہایت خوش بیان ہیں ہر شہر و دیار میں اونکی علو خاندانی کی شہرت سے ہر جگہ اونکی قدر و منزلت ہے بیان کرنے کی کیا حاجت ہے اور صدر نشین ایک بڑی منشی احمد حسین صاحب منشی محکمہ سر ہی عودت میان جان حیرت تخلص کہ مر دبا وضع عالی ہمت ذکی نکتہ سنج بے رنج سخن فہم خوش و جوان ہیں پیکر سخن کی جان ہیں ایک ادب نے وصف خلق اونکا یہ ہے کہ جن شخص سے ایک ملاقات کرتے ہیں وہ اونکا بدل مشتاق رہتا ہے تمام عمر اسے اونکی ملاقات کا اشتیاق رہتا ہے واقعی بے چالاک نہایت طرار و محقق ہیں جوان رعنا خوش پوشاک و مندر ایمن حکیم سید لقمان صاحب کہ تخلص فقیر ہیں کمال دانشمند اسلوب قنطرت تقمان ثانی طلیب فیض ہیں کتابین خوب یاد ہیں تفحص بہت اچھی نہایت خوب صورت نیکیت قابل صحبت اولائن ملاقات میں مکر ملاقات کر کے ہیں یا ملاقات ہیں محمد سرکت اللہ خان صاحب یعنی تخلص کہ فی الحقیقت سیف زبان

جاریہ بیان یار باوقاسے تھکت محبت میں گیتا ہیں اونکی کیا بات سب مجھے ہی سہوت آشنا میں مجھے صغیر
 اصغر تخلص بلکامی کہ ہر علم و فن میں ماہر ہیں شاعری کے واسطے موزوں ہیں نہایت بزرگ خیال
 بزرگ معاملہ بند تحقیق شاعر ہیں طبیعت بہت لطیف رکھتے ہیں گریبا فضل اس جلسے میں شریک نہیں ہو سکتے
 بخت باجارت ارباب انجمن آپس وطن میں تشریف رشتے میں منشی بالاک راجہ صاحب منشی
 تخلص جو محرم کلاکری اور زبید ہیں رہ نور و جادہ محبت کام فرمایا وادی سہوت آشنا پرست
 دیباہ و وقار میں میرا محمد حسین اور منشی ریاض علی اور منشی منیا و علی تخلص تو فیر
 تینوں صاحب رہبان عظیم آباد ہیں ذی جوہر بحر خوبی کے گوہر میں باغ عالم میں زبان سرور و
 الم سے آزاد ہیں بابو سنت پر شاہ اور منشی علی حیدر صاحب حیدری تخلص یہ دونوں
 نوجوان محکمہ کلاکری اور فیری فن میں پیدائیں ہیں سرکاری نوکر میں عالم انگریزی و فارسی میں جبرہ کامل
 رکھتے ہیں بہت اچھی اسناد ہے خلیق میں ہر ایک سے محبت بدل رکھتے ہیں منشی عطاء الدین
 صاحب کہ جنکو اللہ ع میں سند و کالت و رتبہ اول کی ہمارے ساتھ ہی عطا ہوئی ہے کیسے
 قانون دان اور لائق ہیں کہ جنکا جواب نہیں آندی ایسی کثیر ہے کہ جسکا حساب نہیں منشی
 کیرت تر این صاحب پیشکار فوجداری شوکت تخلص منظم خوش سلیقہ بااخلاق و خدا
 میں انکی ذات سے خیر بہت جاری ہے شریہ النفس کو اس کے حاکم کی گناہ و اوقار واقعی دیتے ہیں
 بڑے کار گذار ہیں راجہ صاحب آباد اور منشی بے نظیر منشی نظر علی صاحب نظیر و سید عبد اللہ
 صاحب حلیم اور میا نجان صاحب ہمال اور منشی رکھو بر دیال صاحب مشیر سب
 صاحب آشنا ہی بحر محبت ہیں ان ہی لوگوں سے رونق انجمن ہے اس جلسہ کا شریک ایک
 خوشہ چین خرمین بے دانشی محمد داستان پیران کترین محمد الدین حسین سخن و جامع التفریق
 خداے توانا رحم الراحمین کے افضال و کرم سے یہ جلسہ ایسا بازیب و زینت ہے کہ خوش فہم
 سب اصحاب میں دوست دیکھ کر مسرور ہوتے ہیں دشمنوں کے دل آتش شک و حسد سے
 کیا بے شوہن جو علم و سبقتی کا کامل بیان آتا ہے اس جلسے میں مجھ کے بغیر نہیں جاتا ہے اکثر
 طوائف لکھنؤ سے آئیں ارباب جلسہ نے اونکے ساتھ وہ کام کیا ایسا کچھ دیا کہ آج تک دوست
 اور شاہین فراموش کاری ایسے لوگوں کا شعار ہوتا ہے مگر صاحبان جلسہ کے اصناف سب
 اونہیں یاد ہیں ایک اونے ایک راجہ کی سرکار میں ہزار روپیہ جینے کی نوکر ہے مگر یہ ان
 کے فراق میں اس جلسے کے اشتیاق میں زندگی سے نیرا رہے کبھی جو ذکر آتا ہے کوئی ان

خبر اسے سناتا ہے تو زود قیامت کیلئے اتفاقات زمانہ سے مجبور ہے تا یا بہت الغرض اس کے لئے اوصاف اور اس انجمن کے فوائد اگر سب لکھتے یا میں نوکری کتاب میں تصنیف ہوں اس سے اس کتاب میں مختصر سی قدر حال رقم کیا زیادہ طویل ہو گا اللہ تعالیٰ سب دوستوں کو خوش ہونے کے لئے فلک تفرقہ انداز بہ نظر سے نہ دیکھے مانتا ہے قیامت ہی سب کا نگہبان و اور بالاتفاق تجھ کو باہم کھجور میں

قطعات تاریخیات مطلوبہ پیشتر

قطعه تاریخ از جناب عمول صاحب قبلہ و کعبہ دو جهان جناب خواجہ محمد نشیہ

ماظلمہ العالی

برسانی خود جوان شدہ جانفراے دل جان سخن سخنور نامور ز ریاض علم و ادب نو۔ سخنش بدگشتی ادا ہر سہ عشوہ اسخ و کرشمہ بعد اہانت خوش بیان پے سال یافتہ ام نشا	چہ فسانہ نمکین بیان چہ بہین لطیفہ داستان ہمہ نور بخشش دل و نظر جو کعبیت گشتہ ترانہ پر بردش کیب ز سینا چو حدیث لعل پر یونہ گل گلستان بخیران شدہ سال طبع پر آ
--	--

قطعه تاریخ و صنعت توشیح از جناب میر وزیر صاحب نور تحاصر

شاعر معجز بیان و اہل وضع نور آب بحر فکر از سر گذشت	قصہ تازہ بدہنش در گشت ہر تار بخش سر و ش آواز داد	حرف آخر کن زہر مصرعہ جہا از نظر این دوستان کمتر گد
---	---	---

ایضاً

چھپا جب قصہ نایاب تصنیف سخن شاعر خیم سے عند لب خوش نواز نے دی صد کاو	ہوئی تاریخ کی اسے نور دل کو فاش پ پے تفریح دل سے کہ گلستاہن سخن اچ
---	---

ایضاً

وہ چھپا اب داستان و نظر بادشاہ کو جو تھوڑے غور و	اگر جدا فرق ادب بولا سر نور کی تاریخ ہر غور و
---	--

از منشی احمد حسین بدشتی سرسری محکمہ کلکتری ضلع شاہ آباد حیرت تخلص شرکاء

ماظلمہ خوش شد مداین قصہ سامیہ کن زول شدہ غور و	سال طبعش جو خاتم حیرت از دل آمدن عبارت و
---	---